آوازِ اقبال

(اقبال کا اولین مجموعہ کلام بانگِ درا مع مطالب)

نریش کمار شاد

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتا لکھنوی بک ڈپو محمد علی روڈ بمبئی نمبر ۳

مشورہ لائبریری سیریز

ناشران

مشورہ بک ڈپو

رام نگر، گاندھی نگر، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۲۹ دہلی ۳۱

قیمت فی کتاب دو روپے پچاس پیسے

(مطبوعہ:۔ مسعود لیتھو پریس دہلی)

ہمالہ

۱- اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
۲- تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں
۳- ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لئے
تو تجلی ہے سراپا چشمِ بینا کے لئے
۴- امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تو پاسباں اپنا ہے تو دیوارِ ہندستاں ہے تو
۵- مطلعِ اول فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تو سوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تو
۶- برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالم تاب پر
۷- تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن
۸- چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
۹- چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیال ہے!
دامنِ موجِ ہوا جس کے لئے رومال ہے
۱۰- ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
۱۱- اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تو بھی جسے دستِ قدرت نے بنایا ہے عناصر کیلئے
۱۲- ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی مانند اڑا جاتا ہے ابر
۱۳- جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی جھومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گل کی کلی
۱۴- یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
۱۵- کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کنجِ خلوت خانۂ قدرت ہے کاشانہ مرا
۱۶- آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی

۱۷۔ آئینہ سا شاہد قدرت کو دکھلاتی ہوئی ٭ سنگ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی

۱۸۔ چھیڑتی جا اس عراقِ دلنشیں کے ساز کو
اے مسافر دل سمجھتا ہے تری آواز کو

۱۹۔ لیلیٰ شب کھولتی ہے آکے جب زلف رسا ٭ دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا

۲۰۔ وہ خموشی شام کی جس پر تکلم ہو فدا ٭ وہ درختوں پر تفکر کا سماں چھایا ہوا

۲۱۔ کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر
خوش نما لگتا ہے یہ غازہ ترے رخسار پر

۲۲۔ اے ہمالہ! داستاں اسوقت کی کوئی سنا ٭ مسکنِ آبائے انساں جب بنا دامن ترا

۲۳۔ کچھ بتا اس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا ٭ داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلف کا نہ تھا

۲۴۔ ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

۱۔ اے کوہ ہمالہ اے ملک ہندوستان کی حفاظت کی فصیل! تو اتنا بلند ہے کہ آسمان بھی تیرے ماتھے کو جھک کر چومتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ تو حالانکہ اتنا پرانا ہے لیکن پھر بھی تجھ میں بڑاپن نظر نہیں آتا اور تو ابھی تک جوان دکھائی دیتا ہے۔

۳۔ حضرت موسیٰ کو تو کوہِ طور پر تجلی نظر آئی تھی لیکن عقل مند دل کی نظر میں تو سراپا تجلی ہے۔

۴۔ بظاہر تو ایک پہاڑ ہے لیکن حقیقت میں تو ہندوستان کا محافظ ہے۔

۵۔ تو وہ مجموعۂ کلام ہے جس کا پہلا شعر آسمان ہے اور تجھے دیکھ کر ہر آدمی کے دل میں تیری عظمت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۶۔ تیری چوٹیوں پر جمی ہوئی برف ایسے نظر آتی ہے جیسے تیرے سر پر برف کی پگڑی بندھی ہوئی ہو اور یہ پگڑی کلاہِ آفتاب کو بھی شرما رہی ہو۔

۸-۷- تو بہت پرانا ہے اور تیری چوٹیاں اتنی اونچی ہیں کہ ستاروں سے گفتگو کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں تو اگرچہ زمین پر ہے لیکن وسعت کے اعتبار سے آسمان ہے۔

۹-۸- تیری وادیوں میں جو ندیاں بہتی ہیں ان کا پانی آئینے کی طرح شفاف ہے اور ہوا ایک رومال کی طرح ان ندیوں کی سطح آب کو صاف کرتی رہتی ہے۔

۱۰- ایسا نظر آتا ہے کہ بادل ہوا کے گھوڑے پر سوار ہیں اور بجلیاں بادلوں کے ہاتھ میں تازیانے کا کام دے رہی ہیں۔

۱۲-۱۱- اے ہمالہ! تجھے عناصر اربعہ کے لئے قدرت نے کھیل کا میدان بنایا ہے اور تیرے دامن میں بے زنجیر ہاتھی کی طرح نہایت تیزی کیساتھ ہوائیں اترتی ہیں

۱۳- تیرے دامن میں صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی جنبش ایک گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ اور مستی کے نشے میں ہر ایک پھول کی کلی جھوم رہی ہے۔

۱۴- اور ہر پھول کی خاموشی پتی کی زبان سے یہ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ ہم تک کسی گلچیں کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

۱۵- اور ہمارا سکوت ہمارا افسانہ ہے اور قدرت نے ہمارا گھر ایسے بلند مقام پر بنایا ہے کہ وہاں کسی کا گزر نہیں ہوسکتا۔

۱۶- تیری چوٹی سے جو ندی گاتی ہوئی آرہی ہے اس کا پانی اتنا صاف و شفاف ہے کہ یہ پاکیزگی جنت کی نہروں کوثر و تسنیم کی موجوں کو بھی شرماتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

۱۷- اس ندی میں اردگرد کی چیزوں کا عکس بھی نظر آتا ہے یہ کبھی بڑے بڑے پتھروں سے بچ کر نکل جاتی ہے اور کبھی ان سے ٹکراتی ہے۔

۱۸- اے ندی! تیری طرح میرا دل بھی نغموں سے لبریز ہے۔ میں تیرا ہمراز ہوں اس لئے میرے دل کے ساز کو بھی چھیڑتی جا۔ جس میں بڑی پیاری موسیقی چھپی ہوئی ہے۔

۱۹- جب شام ہو جاتی ہے تو آبشاروں کی آواز بڑی سہانی معلوم ہوتی ہے۔

۲۰- شام کی خاموشی تو گفتگو سے بھی زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے۔ درخت ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے کچھ سوچ رہے ہوں۔

۲۱- شفق کا رنگ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے پہاڑ کے گالوں پر غازہ لگا دیا ہو۔

۲۲- اے ہمالہ اُس وقت کی کوئی کہانی سُنا جب تیرا دامن پہلے پہل انسان کا مسکن بنا۔

۲۳- اُس وقت کے انسان کی سیدھی سادی زندگی کا کچھ حال بتا جب انسان فیشن اور بناوٹ سے قطعی ناآشنا تھا۔

۲۴- اے میرے تصور کی آنکھ! مجھے پھر وہ گذشتہ صبح و شام دکھا دے اور اے گردشِ ایام تو پیچھے کی طرف دوڑ۔

گلِ رنگیں

۱- تو شناسائے خراشِ عقدۂ مشکل نہیں　　اے گلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں

۲- زیبِ محفل ہے، شریکِ سوزشِ محفل نہیں　　یہ فراغت بزمِ ہستی میں مجھے حاصل نہیں

۳- اِس چمن میں میں سراپا سوز و سازِ آرزو
اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو

۴- توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئیں نہیں　　یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں

۵- آہ! یہ دستِ جفا جو اے گلِ رنگیں نہیں　　کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گلچیں نہیں

۶- کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے الجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بلبل سے میں کرتا ہوں نظارہ ترا

۷- سو زبانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے　　راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے

٨۔ میری صورت تو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے　　میں چمن سے دور ہوں تو بھی چمن سے دور ہے

٩۔ مطمئن ہے تو پریشاں مثلِ بو رہتا ہوں میں
زخمیِ شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں میں

١٠۔ یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو　　یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو

١١۔ ناتوانی ہی مری سرمایۂ قوت نہ ہو　　رشکِ جامِ جم مرا آئینۂ حیرت نہ ہو

١٢۔ یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے
توسنِ ادراکِ انساں کو خرام آموز ہے

تر۔

١۔ اے گلاب کے خوبصورت پھول! تیرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے اور تو کسی مشکل مسئلے کی پریشانی سے واقف نہیں ہے۔

٢۔ تو محفل کی آرائش کا باعث تو ہے لیکن اہلِ محفل کی سوزش میں شریک نہیں ہے تیری ایسی فراغت زندگی کی بزم میں لیکن مجھے حاصل نہیں ہے۔

٣۔ میں تو اس دنیا کے باغ میں سراپا آرزو ہوں لیکن تجھے کسی کی تمنا نہیں ہے۔

٤۔ لیکن تجھے شاخ سے توڑنا گوارا نہیں۔ ایسا کرنا تو ظاہر پرست لوگ ہی گوارا کر سکتے ہیں جو حقیقت سے نہیں ہوتے۔

٥۔ اے گلِ رنگیں میرا ہاتھ کسی ظلم کرنے والے کا ہاتھ نہیں۔ میں تجھے یہ کس طرح سمجھاؤں کہ میں کوئی گلچیں نہیں۔

٦۔ مجھے کسی ماہرِ علمِ نباتات یا کسی فلسفی کی الجھنوں سے کیا کام کہ تجھے شاخ سے توڑ کر یہ دیکھتا پھروں کہ تیری پتیاں کن اجزا سے مرکب ہیں میں تو بلبل کی آنکھ یعنی عاشق کے نقطۂ نظر سے تیرا نظارہ کرتا ہوں۔

٧۔ سو زبانیں رکھتا ہوا بھی تو خاموش رہتا ہے۔ آخر وہ کون سا

راز ہے جو تیرے سینے میں چھپا ہوا ہے۔

۸۔ میری طرح تو بھی کوہ طور کے مقدس باغ کا پتہ ہے۔ ہم دونوں دراصل اپنے اپنے وطن سے دور ہیں

۹۔ لیکن ہم دونوں میں فرق ہے کیونکہ تو اپنی حالت سے مطمئن ہے لیکن میں تحقیق اور تلاش کی شمشیر کا زخمی ہوں اور تحقیق اور جستجو کا جذبہ ہمہ وقت بے چین رکھتا ہے۔

۱۰۔ لیکن کیا تعجب اگر میری یہی پریشانی فارغ البالی کا بیش خیمہ ہو اور یہ جگر سوزی میرے علم میں اضافے کا باعث ہو۔

۱۱۔ اور میری ناتوانی ہی میری قوت کا سرمایہ ہو اور میری حیرانی ہی میری حیرانی ہی میری بصیرت کا آئینہ ہو۔

۱۲۔ واقعہ تو یہ ہے کہ میری مستقل اور مسلسل تلاش دنیا کی تمام دل فریبیوں کا باعث ہے۔

عہدِ طفلی

۱۔ تھے دیارِ نو زمین و آسمان میرے لئے وسعتِ آغوشِ مادر اک جہاں میرے لئے

۲۔ تھی ہر اک جنبش نشانِ لطفِ جاں میرے لئے حرفِ بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لئے

۳۔ دردِ طفلی میں اگر کوئی رلاتا تھا مجھے
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے

۴۔ تکتے رہنا ہائے وہ پہروں تلک سوئے قمر وہ پھٹے بادل میں بے آوازِ پا اس کا سفر

۵۔ پوچھنا رہ رہ کے اس کے کوہ و صحرا کی خبر اور وہ حیرت دروغِ مصلحت آمیز پر

۶۔ آنکھ وقفِ دید تھی لب مائلِ گفتار تھا
دل نہ تھا میرا سراپا ذوقِ استفسار تھا

ا۔ بچپن میں یہ زمین و آسمان میرے لئے ایک نیا شہر تھے۔ اور ماں

کی گود کی وسعت میرے لئے ایک دنیا تھی۔

۲۔ ہر جنبش میرے لئے لطفِ جاں کا نشاں تھی اور خود میری زبان میرے لئے حرفِ بے مطلب تھی۔

۳۔ بچپن میں اگر کوئی مجھے رُلاتا تھا تو دروازے کی کُنڈی کے شور سے بھی میں بہل جاتا تھا۔

۴۔ بچپن میں میرا وہ پہروں تک چاند کو دیکھتے رہنا اور بیٹھے ہوئے بادل میں پاؤں کی چاپ کے بغیر وہ چاند کا سفر۔

۵۔ اور وہ میرا رہ رہ کر چاند کے پہاڑ اور صحرا کی بابت دریافت کرنا اور بوڑھی عورتوں کے اس دروغِ مصلحت آمیز پر کہ یہ ایک بوڑھیا ہے جو چرخہ کات رہی ہے میرا حیران ہونا۔

۶۔ میری آنکھ ہر نظارے کو دیکھتی تھی اور ہر نظارے کو دیکھ کر میرے ہونٹوں تک بہت سی باتیں آتی تھیں۔ میرے پہلو میں جو دل تھا وہ گویا مجسم سوال کرنے کا ذوق تھا۔

مرزا غالب

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

۲۔ تھا سراپا روح تو بزمِ سخن پیکر ترا
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا

۳۔ دید تیری آنکھ کو اس حسن کی منظور ہے
بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

۴۔ محفلِ ہستی ترے بربط سے ہے سرمایہ دار
جس طرح ندی کے نغموں سے سکوتِ کوہسار

۵۔ تیرے فردوسِ تخیل سے ہے قدرت کی بہار
تیری کشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالم سبزہ وار

۶۔ زندگی مضمر ہے تیری شوخیٔ تحریر میں
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

۷۔ نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر
محوِ حیرت ہے ثریا رفعتِ پرواز پر

۸۔ شاہدِ مضموں تصدق ہے ترے انداز پر
خندہ زن ہے غنچۂ دلی گلِ شیراز پر

۹۔ آہ تو اجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے
گلشنِ ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

۱۰۔ لطفِ گویائی میں تیری ہمسری کوئی نہیں
ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں

۱۱۔ ہائے اب کیا ہو گئی ہندوستاں کی سرزمیں
آہ اے نظارہ آموزِ نگاہِ نکتہ بیں

۱۲۔ گیسوئے اردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ سودائیٔ دل سوزیٔ پروانہ ہے

۱۳۔ اے جہاں آباد اے گہوارۂ علم و ہنر
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در

۱۴۔ ذرّے ذرّے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر

۱۵۔ دفن تجھ میں کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

۱۔ اے غالب تیری ہستی سے یہ حقیقت روشن ہوئی کہ انسانی

تخیل کہاں تک پرواز کرسکتا ہے۔
۲۔ اگر شاعری کی محفل کو جسم قرار دیا جائے تو اے غالب تو اس کی روح تھا۔ تو محفل کی رونق بھی تھا اور اہل محفل کی نظر سے اوجھل بھی تھا کیونکہ تیرے کلام کی گہرائی تک لوگ نہیں پہنچ پاتے تھے۔
۳۔ اے غالب! تیری آنکھ اسی حسن کے دیدار کی متمنی ہے جو سوز حیات بن کر ہر چیز میں پوشیدہ ہے۔
۴۔ جیسے ندی کے نغموں سے پہاڑوں کی خاموشی میں بڑی دلکش کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح زندگی کی محفل تیرے نغموں سے مالا مال ہے۔
۵۔ تیرے خیال نے جس جنت کو پیدا کیا اس سے قدرت کے باغ میں بہار آگئی۔ تیری فکر نے رنگا رنگ نظاروں کو جنم دے دیا ہے۔
۷۔ تیری تحریر کی شوخی میں زندگی چھپی ہوئی ہے اور تیرے بولنے کی طاقت سے جیسے تصویر بھی بولنے لگتی ہے۔
۷۔ بولنے کی طاقت تیرے جادو بھرے لبوں پر ناز کرتی ہے اور تیری فکر کی اڑان کی بلندی کو دیکھ کر ثریا بھی حیران ہے۔
۸۔ تیرے اندازِ مضمون کا محبوب قربان ہے اور تیرے اندازِ تنزل میں گویا دتی کے غنچے شیراز کے پھولوں کی ہنسی اڑا رہے ہیں۔
۹۔ آہ تو تو اجڑی ہوئی دلی کی خاک میں آرام کر رہا ہے اور تیرا ہم نوا گوئٹے ویمر کے باغ میں سویا ہوا ہے۔
۱۰۔ جب تک فکر کمال کے درجے تک نہ پہنچ جائے اور تخیل اس کا ساتھ نہ دے اس وقت تک تیرے کلام کی خوبی کی برابری نہیں ہو سکتی۔
۱۱۔ آہ اب ہندوستان کی سرزمین کو کیا ہو گیا اور اے باریکیاں تک پہنچنے والی نظر کو دیدار کے آداب سکھانے والے۔

۱۲۔ اُردو کی زلف اب بھی کنگھی کی محتاج ہے اور یہ شمع اب بھی پروانے کے دل کے جلنے کی طلب گار ہے۔ مقصود یہ کہ سرزمینِ ہند اور اُردو کو اب بھی تجھ ایسے شاعروں کی ضرورت ہے۔

۱۳۔ اے دنیا اور اے علم و ہنر کے بگوڑے تیرے بعد تیرے در و دیوار ایک بے آواز فریاد بن کر رہ گئے ہیں۔

۱۴۔ تیرے ہر ایک ذرے میں علم و ہنر کے چاند اور سورج سوئے پڑے ہیں اور تیری مٹی میں اگرچہ لاکھوں موتی چھپے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ لیکن کیا کوئی غالب ایسا آبدار موتی بھی جو پوری دنیا کے لئے فخر کا باعث تھا تیری مٹی میں دفن ہے۔

ابرِ کوہسار

۱۔ ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
۲۔ کبھی صحرا کبھی گلزار ہے مسکن میرا شہر و ویرانہ مرا، بحر مرا، بن میرا

۳۔ کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھ کو
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو

۴۔ مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے دُرافشاں ہونا ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں ہونا
۵۔ غم زدائے دلِ افسردۂ دہقاں ہونا رونقِ بزمِ جوانانِ گلستاں ہونا

۶۔ بن کے گیسو رُخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں

۷۔ دور سے دیدۂ امید کو ترساتا ہوں کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
۸۔ سیر کرتا ہوا جس وقت لبِ جو آتا ہوں بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں

۹۔ سبزۂ مزرعِ نوخیز کی امید ہوں میں
زادۂ بحر ہوں پروردۂ خورشید ہوں میں

۱۰۔ چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قلزم میں نے ۔ اور پرندوں کو کیا محوِ ترنم میں نے

۱۱۔ سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا قم میں نے ۔ غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسم میں نے

۱۲۔ فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے
جھونپڑے دامنِ کہسار میں دہقانوں کے

۱۔ میری آرام گاہ اتنی بلند ہے کہ آسمان کو چومتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ میں پہاڑ کا بادل ہوں اور میرا دامن پھول بکھیرنے والا ہے کیونکہ میری بارش ہی پھولوں کے اُگنے کا باعث ہے۔

۲۔ میں کبھی جنگلوں میں قیام کرتا ہوں اور کبھی باغوں میں۔ شہر ہو کہ ویرانہ سمندر ہو کہ جنگل سب میرے مسکن ہیں۔

۳۔ میں جب کسی وادی میں سونا چاہتا ہوں تو پہاڑ کا سبزہ میرے لئے مخمل کے بچھونے کا کام دیتا ہے۔

۴۔ مجھ کو قدرت نے موتی بکھیرنا سکھایا ہے اور رحمت کی حسینہ کی تیز رفتار اونٹنی کا نغمہ خواں قرار دیا ہے۔

۵۔ کسان کے اداس دل کا غم دور کرنے والا اور جوانانِ چمن کی محفل میں رونق پیدا کرنے والا میں ہی ہوں۔

۶۔ جیسے گیسو کسی حسینہ کے چہرے پر بکھر جائیں تو وہ اور دلکش دکھائی دیتی ہے ایسے ہی جب میں کھیتی زمین پر برستا ہوں تو سبزہ لہلہانے لگتا ہے اور زمین اور زیادہ خوبصورت معلوم ہونے لگتی ہے اور جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو مجھے دوبارہ مجتمع کر دیتی تھیں۔

۷۔ کسی بستی سے جب میں بغیر برسے ہوئے چپ چاپ گزر جاتا ہوں تو گویا دور ہی سے امید وار دل کی آنکھ کو ترساتا ہوں۔

۸۔ الغرض جب میں سیر کرتے ہوئے کسی نہر کے کنارے آجاتا ہوں تو برس کر اپنے پانی سے نہر میں بھنور پیدا کر دیتا تھا اور یہ بھنور بالیوں

کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

۹۔ نئی اُگی ہوئی کھیتی کی شادابی مجھی پر موقوف ہے۔ میں سمندر کا بیٹا ہوں اور سورج نے مجھے پالا پوسا ہے۔

۱۰۔ میں برستا ہوں تو پہاڑی ندی کو سمندر کا سا جوش و خروش عطا کرتا ہوں اور پرندوں کو موسیقی میں مست کر دیتا ہوں۔

۱۱۔ میں خشک گھاس کو شاداب و شگفتہ اور کلیوں کو کھلا کر پھول بنا دیتا ہوں۔

۱۲۔ میری مہربانی سے کسانوں کے جھونپڑے شبستانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

ایک مکڑا اور مکھی

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

۱۔ اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا
اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا

۲۔ لیکن مری کٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت
بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا

۳۔ غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے
اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا

۴۔ آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری
وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

۵۔ مکھی نے سنی بات جو مکڑے کی تو بولی
حضرت کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا

۶۔ اس حال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا پھر نہیں اترا

مکڑے نے کہا واہ فریبی مجھے سمجھیں
تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا

منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا

۹۔ اڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے
ٹھیرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں برا کیا

۱۰۔ اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں
باہر سے نظر آتی ہے چھوٹی سی یہ کٹیا

۱۱۔ لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا

۱۲۔ مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
ہر شخص کو ساماں یہ میسر نہیں ہوتا

۱۳۔ مکھی نے کہا۔ خیر یہ سب ٹھیک ہے لیکن
میں آپ کے گھر آؤں یہ امید نہ رکھنا

۱۴۔ ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اٹھ نہیں سکتا۔

۱۵۔ مکڑے نے کہا دل میں سنی بات جو اس کی
پھانسوں اسے کس طرح یہ کمبخت ہے دانا

۱۶۔ سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں
دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا

۱۷۔ یہ سوچ کے مکھی سے کہا اس نے بڑی بی
اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رتبا

۱۸۔ ہوتی ہے اسے آپ کی صورت سے محبت
ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا

۱۹۔ آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں
سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا

۲۰۔ یہ حسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی
پھر اس پہ قیامت ہے یہ اڑتے ہوئے گانا

۲۱۔ مکھی نے سنی جب یہ خوشامد تو پسیجی
بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوئی کھٹکا

۲۲۔ انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں برا میں
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا

۲۳۔ یہ بات کہی اور اڑی اپنی جگہ سے
پاس آئی تو مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑا

۲۴۔ بھوکا تھا کئی روز سے اب، ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اڑایا

۱۔ ایک روز کوئی مکڑا کسی مکھی سے یہ کہنے لگا کہ اس راستے سے تم روزانہ گزرتی ہو۔

۲۔ لیکن میرے غریب خانے کی قسمت کبھی نہیں جاگی اور تم بھولے سے بھی یہاں نہیں آئیں۔

۳۔ غیروں سے نہ ملا جائے تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے لیکن

مجھ ایسے اپنوں سے تو تمھیں یوں دور دور نہیں رہنا چاہیئے۔

۴۔ تم اگر میرے گھر میں آؤ تو میرے لئے بڑی عزت کی بات ہے اور اگر تم آنے کی تکلیف کرو تو آنے کے لئے وہ سامنے سیڑھی لگی ہوئی ہے۔

۵۔ مکھی نے مکڑے کی یہ بات سُن کر جواب دیا کہ ایسا دھوکا کسی اور کو دیجئے

۶۔ میں آپ کے جال میں پھنسنے کی نہیں کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کوئی ایک بار آپ کی سیڑھی پر چڑھا پھر کبھی زندہ سلامت نہیں اُترا۔

۷۔ مکڑے نے یہ سُن کر کہا کہ واہ تم مجھے دھوکے باز سمجھ رہی ہو۔ تم سا سادہ لوح بھی دنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔

۸۔ اری! میں تو تمہاری خاطر تواضع کرنا چاہتا تھا ورنہ تمھیں بُلانے میں میرا کوئی ذاتی مقصد تو نہیں تھا۔

۹۔ تم نہ جانے کہاں سے تھکی ہاری آئی ہو۔ دم بھر کے لئے میرے گھر میں سستا لو تو کیا بُرائی ہے۔

۱۰۔ میرا گھر اگرچہ باہر سے ایک معمولی اور چھوٹی سی کٹیا نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر تمھیں دکھانے کے لئے کئی چیزیں ہیں۔

۱۱۔ میرے گھر کے دروازوں پر باریک پردے ٹنگے ہوئے ہیں اور دیواروں کو میں نے آئینوں سے سجا رکھا ہے۔

۱۲۔ مہمانوں کے آرام کے لئے وہاں بیٹھے آرام دہ بچھونے ہیں اور ایسے بچھونے ہر آدمی کو کہاں نصیب ہوتے ہیں۔

۱۳۔ مکھی نے کہا کہ یہ سب ٹھیک سہی پھر بھی آپ یہ اُمید نہ رکھیں کہ میں آپ کے گھر میں آؤں گی۔

۱۴۔ خدا مجھے آپ کے آرام دہ بچھونوں سے دور ہی رکھے کیونکہ میں بخوبی جانتی ہوں کہ ان بچھونوں پر کوئی ایک بار سو کر جاگ نہیں سکتا۔

۱۵۔ مکڑے نے سوچا کہ دنیا میں سینکڑوں کام خوشامد ہی سے نکلتے ہیں

اردو ادب (علامہ اقبال کی نظم ایک مکڑا اور مکھی) ۱۱

اور دنیا میں جسے دیکھو وہ خوشامد ہی کا غلام ہے۔

۱۷۔ یہ سوچ کر اس نے مکھی سے کہا کہ بڑی بی! خدا نے تمہیں بڑا اونچا مرتبہ عطا کیا ہے۔

۱۸۔ جو کوئی ایک نظر بھی آپ کو دیکھ لیتا ہے اسے تم سے محبت ہو جاتی ہے۔

۱۹۔ تمہاری آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں ہیں۔ اور تمہارے سر کو بھی خدا نے کیسی خوبصورت کلغی سے سجا رکھا ہے۔

۲۰۔ یہ خوبصورتی۔ یہ لباس۔ یہ خوبی اور یہ صفائی اور سونے پر سہاگہ یہ کہ تم اڑتے ہوئے گاتی بھی غضب کا ہو۔

۲۱۔ مکھی نے جب یہ چاپلوسی کی باتیں سنیں تو اُس کا دل نرم ہو گیا اور وہ کہنے لگی کہ مجھے آپ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

۲۲۔ اور کیبر میں انکار کی عادت کو برا بھی سمجھتی ہوں کسی کا دل توڑنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

۲۳۔ اتنا کہہ کر مکھی اپنی جگہ سے اڑی اور جونہی مکڑے کے پاس پہنچی مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑ لیا۔

۲۴۔ مکڑا کئی دن سے بھوکا تھا اب مکھی جو اُس کے ہاتھ لگی تو اس نے اطمینان اور مزے سے اسے کھا لیا۔

ایک پہاڑ اور گلہری

(ماخوذ از ایمرسن)

بچوں کیلئے

۲۵۔ کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے

۲۔ ذرا سی چیز ہے اس پر غرور کیا کہنا — یہ عقل اور یہ سمجھ یہ شعور کیا کہنا

۳۔ خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں — جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں

۴۔ تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے — زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے

۵۔ جو بات مجھ میں ہے تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں

۶۔ کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا — یہ کچی باتیں ہیں دل سے انھیں نکال ذرا

۷۔ جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا — نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا

۸۔ ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے — کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اس کی حکمت ہے

۹۔ بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے — مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے

۱۰۔ قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں — نری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھ میں

۱۱۔ جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو — یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو

۱۲۔ نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

۱۔ کوئی پہاڑ ایک دن ایک گلہری سے کہنے لگا کہ اگر تجھے ذرا بھی شرم ہو تو پانی میں جا کر ڈوب مرے۔

۲۔ ذرا سی ہو کر تو اتنی اکڑتی پھر رہی ہے تو اپنے آپ کو بڑی عقلمند خیال کرتی ہے۔ کیا کہنے تیری عقل کے۔

۳۔ خدا کی شان ہے کہ تجھ جیسی ناچیز بھی اپنے آپ کو کچھ سمجھتی ہے اور بے عقل ہو کر بھی بڑی باتمیز بنی پھرتی ہے۔

۴۔ ارے! میرے مرتبے کے سامنے تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ میری آن بان کے آگے تو زمین بھی پست اور ہیچ ہے۔

۵۔ میری شان تیرے نصیب میں کہاں۔ کجا پہاڑ اور کہاں تو ایک معمولی جانور۔

۶۔ گلہری نے یہ سن کر کہا کہ اے پہاڑ منہ سنبھال کر بات کہا کر یہ بیٹھے بات اپنے دل سے نکال دے۔

۷۔ اگر میں تیری طرح بڑی نہیں ہوں تو کیا ہوا۔ آخر تو بھی تو میری طرح چھوٹا نہیں ہے۔

۸۔ ہر ایک چیز سے خدا کی قدرت ظاہر ہے اور اگر کوئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا تو اس میں بھی اس کی کاریگری ہے۔

۹۔ اگر خدا نے تجھے بڑا بنا دیا ہے تو مجھے درخت پر چڑھنا سکھا دیا ہے۔

۱۰۔ ارے تو بڑا ہی تو ہے تجھ میں کوئی اور خوبی تو نہیں۔ تجھ میں دو قدم چلنے کی تو طاقت نہیں۔

۱۱۔ اگر تو اتنا بڑا ہے تو مجھ سا کوئی کرتب دکھا اور نہیں تو ذرا یہ چھالیا ہی توڑ کر دکھا۔

۱۲۔ دنیا میں کوئی چیز ناکارہ نہیں اور قدرت کے کارخانہ میں کوئی چیز بری نہیں۔

ایک گائے اور بکری

ماخوذ

بچوں کے لئے

۱۔ اک چراگہ ہری بھری تھی کہیں
تھی سراپا بہار جس کی زمیں

۲۔ کیا سماں اس بہار کا ہو بیاں
ہر طرف صاف ندیاں تھیں رواں

۳۔ تھے اناروں کے بیشمار درخت
اور پیپل کے سایہ دار درخت

ہر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں
طائروں کی صدائیں آتی تھیں

۵۔ کسی ندی کے پاس اک بکری — چرتے چرتے کہیں سے آ نکلی

۶۔ جب ٹھہر کر ادھر ادھر دیکھا — پاس اک گائے کو کھڑا پایا

۷۔ پہلے جھک کر اسے سلام کیا — پھر سلیقے سے یوں کلام کیا

۸۔ کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں — گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں

۹۔ کٹ رہی ہے بری بھلی اپنی — ہے مصیبت میں زندگی اپنی

۱۰۔ جان پر آ بنی ہے کیا کہیے — اپنی قسمت بری ہے کیا کہیے!

۱۱۔ دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں — رو رہی ہوں بروں کی جان کو میں

۱۲۔ زور چلتا نہیں غریبوں کا — پیش آیا لکھا نصیبوں کا!

۱۳۔ آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے — اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے

۱۴۔ دودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے — ہوں جو دبلی تو بیچ کھاتا ہے

۱۵۔ ہتھکنڈوں سے غلام کرتا ہے — کن فریبوں سے رام کرتا ہے

۱۶۔ اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں! — دودھ سے جان ڈالتی ہوں میں

۱۷۔ بدلے نیکی کے یہ برائی ہے — میرے اللہ! تری دہائی ہے

۱۸۔ سن کے بکری یہ ماجرا سارا — بولی ایسا گلہ نہیں اچھا

۱۹۔ بات سچی ہے بے مزا لگتی! — میں کہوں گی مگر خدا لگتی

۲۰۔ یہ چراگہ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا — یہ ہری گھاس اور یہ سایا

۲۱۔ ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہاں — یہ کہاں بے زبان غریب کہاں

۲۲۔ یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں — لطف سارے اسی کے دم سے ہیں

۲۳۔ اس کے دم سے ہے اپنی آبادی — قید ہم کو بھلی کہ آزادی!

۲۴۔ سو طرح کا بنوں میں ہے کھٹکا — واں کی گزران سے بچائے خدا

۲۵۔ ہم پہ یہ احسان ہے بڑا اس کا — ہم کو زیبا نہیں گلہ اس کا

۲۶۔ قدر آرام کی اگر سمجھو — آدمی کا کبھی گلہ نہ کرو

۲۷۔ گائے سن کر یہ بات شرمائی — آدمی کے گلے سے پچھتائی

۲۸۔ دل میں پرکھا بُرا بھلا اُس نے اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے

۲۹۔ یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

۱۔ کہیں ایک ہری بھری چراگاہ تھی جس کی زمین مجسم بہار تھی۔
۲۔ اس بہار کا حال کیا بیان کیا جائے۔ ہر طرف صاف ندیاں بہ رہی تھیں۔
۳۔ وہاں اناروں کے بے شمار پیڑ اور پیپل کے سایہ دار درخت تھے۔
۴۔ وہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اور پرندوں کی میٹھی میٹھی آوازیں آرہی تھیں۔
۵۔ کہیں سے چرتے چرتے ایک بکری ندی کے پاس آگئی۔
۶۔ اس نے رُک کر جب اِدھر اُدھر دیکھا تو پاس ہی ایک گائے کو کھڑا پایا۔
۷۔ پہلے تو اس نے جھک کر گائے کو سلام کیا پھر یوں گویا ہوئی۔
۸۔ بڑی بی مزاج کیسا ہے، گائے بولی کہ مزاج تو خیر اچھا ہے۔
۹۔ برا بھلا وقت گزر رہا ہے لیکن زندگی مصیبت میں پھنس گئی ہے۔
۱۰۔ کیا کروں میری قسمت ہی بُری ہے جان وبال میں ہے۔
۱۱۔ خدا کی قدرت کو دیکھ رہی ہوں اور بُروں کی جان کو رو رہی ہوں۔
۱۲۔ غریبوں کا کوئی بس نہیں چلتا اپنے نصیبوں کا لکھا آگے آرہا ہے۔
۱۳۔ کسی آدمی سے کسی کو پالا نہ پڑے۔ آدمی کی ذات سے تو نیکی کرنی ہی نہیں چاہیئے۔
۱۴۔ اگر دودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے اور اگر کمزور اور دبلی ہو جاؤں تو مجھے بیچ دیتا ہے۔
۱۵۔ طرح طرح کی مکاریوں سے میرے دل کو موہ لیتا ہے اور طرح طرح کے فریبوں سے مجھے اپنا غلام بناتا ہے۔

۱۶۔ میں ان کے بچوں کو پالتی پوستی ہوں اور اپنا دودھ دے کر ان میں جان ڈالتی ہوں۔

۱۷۔ لیکن دہائی ہے خدا کی کہ وہ میری نیکی کے بدلے میں مجھ سے بُرائی کرتا ہے۔

۱۸۔ بکری تمام ماجرا سن کر کہنے لگی کہ ایسی شکایت مناسب نہیں۔

۱۹۔ اگرچہ سچی بات کڑوی معلوم ہوتی ہے لیکن میں تو انصاف سے صاف صاف کہوں گی۔

۲۰۔ کہ یہ ہمارے چرنے کی جگہ۔ یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا۔ یہ ہری گھاس اور یہ چھاؤں۔

۲۱۔ ایسی خوشیاں ہماری قسمت میں کہاں۔ کہاں یہ نعمتیں اور کہاں ہم غریب جانور۔

۲۲۔ یہ سب خوشیاں اور یہ سارے مزے بس آدمی ہی کے دم قدم سے ہیں۔

۲۳۔ اس کی وجہ سے ہم آباد ہیں پھر ہمارے لئے قید اچھی ہوئی کہ آزادی۔

۲۴۔ جنگلوں میں تو سو طرح کے خطرے ہیں وہاں کی زندگی سے تو خدا بچائے۔

۲۵۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم پر انسانوں کا بڑا احسان ہے۔ ہمارے منہ سے ان کی شکایت بھلی معلوم نہیں ہوتی۔

۲۶۔ اگر تم اپنے آرام کی قدر پہچانو تو کبھی آدمی کی شکایت نہ کرو۔

۲۷۔ یہ بات سن کر گائے شرمائی اور پچھتانے لگی کہ اس نے آدمی کی شکایت کیوں کی۔

۲۸۔ اپنی بُرائی بھلائی کو اس نے دل ہی دل میں جانچا اور پھر سوچ سوچ کر کہنے لگی۔

۲۹- اگرچہ مکڑی کی ذات چھوٹی سی ہے لیکن اس کی یہ بات تو واقعی دل میں گھر کرنے والی ہے۔

بچے کی دعا

(ماخوذ)

بچوں کے لیے

۱۔ لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری — زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

۲۔ دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے — ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

۳۔ ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

۴۔ زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب — علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب

۵۔ ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا — دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

۶۔ مرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو!
نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو!

۱- اے خدا میری یہ خواہش دعا بن کر میرے لب پہ آتی ہے کہ میں شمع کی طرح اپنی زندگی بسر کروں۔

۲- میری روشنی سے دنیا کا اندھیرا دور ہو جائے اور ہر جگہ میرے چمکنے سے روشنی پھیل جائے۔

۳- جس طرح پھول سے باغ کی سجاوٹ ہوتی ہے اس طرح میں بھی اپنے وطن کی زینت بنوں۔

۴- اے خدا میری زندگی پتنگے کی زندگی کی طرح ہو اور مجھے علم کی شمع سے سچی محبت ہو۔

۵- میرا کام غریبوں کی امداد کرنا اور دکھی اور کم زور لوگوں سے

محبت کرنا ہے۔

۶۔ اے خدا! مجھے ہر برائی سے بچانا اور ہمیشہ نیکی کے رستے پر چلنے کی توفیق دینا۔

ہمدردی

بچوں کے لیے
(ماخوذ)

۱۔ ٹہنی پہ اک شجر کی تنہا	بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
۲۔ کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی	اڑنے چگنے میں دن گزارا
۳۔ پہنچوں کس طرح آشیاں تک	ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
۴۔ سن کر بلبل کی آہ و زاری	جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
۵۔ حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے	کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
۶۔ کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری	میں راہ میں روشنی کروں گا
۷۔ اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل	چمکا کے مجھے دیا بنایا

۸۔ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

۱۔ کسی درخت کی شاخ پر ایک بلبل اداس بیٹھا ہوا تھا۔

۲۔ کہہ رہا تھا کہ رات ہونے کو آئی اور میں نے اڑنے اور دانہ چگنے ہی میں سارا دن گزار دیا۔

۳۔ اب اپنے گھونسلے تک کس طرح پہنچوں کیونکہ ہر چیز پہ اندھیرا چھا چکا ہے۔

۴۔ بلبل کی یہ چیخ پکار سن کر پاس ہی سے ایک جگنو بولا۔

۵۔ اگرچہ میں ایک معمولی سا کیڑا ہوں لیکن مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔

۶۔ اگر رات اندھیری ہے تو فکر کرنے کی کوئی بات نہیں میں راستے میں روشنی کر دوں گا۔

۷۔ خدا نے مجھے روشنی بخشی ہے اور چمکا کر چراغ بنا دیا ہے۔

۸۔ دنیا میں وہی لوگ اچھے ہیں جو دوسروں کے کام آتے ہیں۔

ماں کا خواب

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

۱۔ میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب — بڑھا اور جس سے مرا اضطراب

۲۔ یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں — اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں

۳۔ لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال — قدم کا تھا دہشت سے اٹھنا محال

۴۔ جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی — تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی

۵۔ زمرد سی پوشاک پہنے ہوئے — دیے سب کے ہاتھوں میں جلتے ہوئے

۶۔ وہ چپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں — خدا جانے جانا تھا ان کو کہاں

۷۔ اسی سوچ میں تھی کہ میرا پسر — مجھے اس جماعت میں آیا نظر

۸۔ وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا — دیا اس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا

۹۔ کہا میں نے پہچان کر میری جاں — مجھے چھوڑ کر آ گئے تم کہاں

۱۰۔ جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار — پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے ہار

۱۱۔ نہ پروا ہماری ذرا تم نے کی! — گئے چھوڑ اچھی وفا تم نے کی

۱۲۔ جو بچے نے دیکھا مرا پیچ و تاب — دیا اس نے منہ پھیر کر یہ جواب

۱۳۔ رلاتی ہے تجھ کو جدائی مری — نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری

لمایہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چُپ رہا   دیا پھر دکھا کر وہ کہنے لگا
۱۵۔ سمجھتی ہے تو ہو گیا کیسا اسے   ترے آنسوؤں نے بجھایا ہے

۱۔ ایک رات جب میں سو رہی تھی تو میں نے یہ خواب دیکھا جس سے میری گھبراہٹ اور بڑھ گئی۔

۲۔ میں نے دیکھا کہ میں کہیں جا رہی ہوں اور اندھیرا اتنا گہرا ہے کہ مجھے راستہ سجھائی نہیں دے رہا۔

۳۔ ڈر کے مارے میرا بدن لرزاں کانپ رہا تھا اور خوف سے اور خوف سے پاؤں بڑی مشکل سے اُٹھتا تھا۔

۴۔ ذرا ہمت بندھی اور آگے بڑھی تو مجھے لڑکوں کی ایک قطار دکھائی دی۔

۵۔ سب لڑکے زمرد جیسا سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور سب کے ہاتھوں میں جگمگاتے ہوئے دیئے تھے۔

۶۔ وہ سب لڑکے خاموشی سے آگے پیچھے چل رہے تھے نہ جانے انھیں کہاں جانا تھا۔

۷۔ میں یہی سوچ رہی تھی کہ ان لڑکوں میں مجھے میرا بیٹا نظر آیا۔

۸۔ وہ سب سے پیچھے تھا اور آہستہ آہستہ چل رہا تھا اس کے ہاتھوں میں دیا بھی بجھا ہوا تھا۔

۹۔ میں نے اسے پہچان کر کہا کہ میری جان! تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے آئے۔

۱۰۔ میں تو تمہاری جدائی میں ہر وقت بے چین ہوں اور آنسوؤں کے ہار پروتی رہتی ہوں۔

۱۱۔ تمھیں تو ہماری کوئی پرواہ ہی نہیں۔ تم نے اچھی وفاداری دکھائی کہ ہمیں چھوڑ کر چلے آئے۔

۱۲۔ میری اس بے چینی کو دیکھ کر میرے بیٹے نے منہ پھیر کر کہا۔

۱۳۔ تو اگر میری جدائی میں روتی رہتی ہے تو اس سے میرا کچھ بھلا نہیں کرتی۔

۱۴۔ اتنا کہہ کر وہ کچھ دیر تک تو خاموش رہا پھر اپنا چراغ دکھا کر مجھے کہنے لگا۔

۱۵۔ کیا تو جانتی ہے کہ میرے اس چراغ کو کیا ہو گیا ہے۔ اسے تیرے آنسوؤں نے بجھا دیا ہے۔

پرندے کی فریاد

بچوں کے لئے

۱۔ آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانا
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا

۲۔ آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا

۳۔ لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا

۴۔ وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ

۵۔ آتی نہیں صدائیں اس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں

۶۔ کیا بد نصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں میں قید میں پڑا ہوں

۷۔ آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

۸۔ اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

۹۔ جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے

۱۰۔ گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
دکھتے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

۱۱۔ آزاد مجھ کو کر دے اُو قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

۱۔ مجھے وہ گزرا ہوا زمانہ یاد آتا ہے جب میں آزاد تھا اور باغ کی بہاروں میں مزے سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چہچہاتا تھا۔

۲۔ آزاد تھا تو اپنے گھونسلے میں جب جی چاہتا تھا جاتا تھا اور جب جی چاہتا تھا وہاں سے نکلتا تھا لیکن اب وہ بات کہاں۔

۳۔ صبح کے وقت کھلتی ہوئی کلیوں پر ادھا ایسے معلوم ہوتی تھی جیسے رو رہا ہو اور کلیاں ہنس رہی ہوں اب جب اس نظارے کی یاد آتی ہے تو دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے۔

۴۔ ہائے وہ پیاری پیاری صورت اور وہ حسین اور نازک سی مورت جس سے کبھی میرا گھونسلہ آباد تھا اب میں اس سے بچھڑا ہوا ہوں۔

۵۔ اس کی آوازیں میرے پنجرے میں نہیں آتی ہیں اے کاش میری رہائی میرے بس میں ہوتی۔

۶۔ میں کتنی کیسا بدقسمت ہوں کہ اپنے گھر کے لئے ترس رہا ہوں میرے ساتھی تو اپنے اپنے گھونسلوں میں ہیں لیکن میں قید ہوں۔

۷۔ بہار کی رُت آ گئی پھولوں کی کلیاں ہنس رہی ہیں اور میں اس پنجرے کے اندھیرے میں اپنی قسمت کو رو رہا ہوں۔

۸۔ خدایا میں اس قید کی بپتا کسے سناؤں ڈر یہی ہے کہ میں پنجرے میں غم کھاتے کھاتے میری موت نہ ہو جائے۔

۹۔ جب سے باغ سے علیحدہ ہوا ہوں میرا یہ حال ہے کہ دل غم کو اور غم دل کو کھائے جا رہا ہے۔

۱۰۔ اے سُننے والے میرے اس دُکھی دل کی فریاد کو گانا سمجھ کر خوش نہ ہو۔

۱۱۔ اے مجھے قید کرنے والے مجھے خدا کے لئے آزاد کر دے اور مجھ بے زبان پرندے کی دعا لے۔

خفتگانِ خاک سے استفسار

۱۔ مہرِ روشن چھپ گیا اُٹھی نقابِ روئے شام
شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوئے شام

۲۔ یہ سیہ پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے!
محفلِ قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے!

۳۔ کر رہا ہے آسماں جادو لبِ گفتار پر
ساحرِ شب کی نظر ہے دیدۂ بیدار پر

۴۔ غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موجِ ہوا
ہاں مگر اک دور سے آتی ہے آوازِ درا

۵۔ دل کہ ہے بے تابیٔ اُلفت میں دنیا سے نفور
کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامۂ عالم سے دور

۶۔ منظرِ حرماں نصیبی کا تماشائی ہوں میں
ہم نشینِ خفتگانِ کنجِ تنہائی ہوں میں

۷۔ تھم ذرا بیتابیٔ دل بیٹھ جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چار آنسو گرانے دے مجھے

۸۔ اے مئے غفلت کے سرمستو! کہاں رہتے ہو تم
کچھ کہو اس دیس کی آخر جہاں رہتے ہو تم

۹۔ وہ بھی حیرت خانۂ امروز و فردا ہے کوئی
اور پیکارِ عناصر کا تماشا ہے کوئی

۱۰۔ آدمی واں بھی حصارِ غم میں ہے محصور کیا

اس ہلاکت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا

۱۱- واں بھی جل مرتا ہے سوزِ شمع پر پروانہ کیا
اس چمن میں بھی گل و بلبل کا ہے افسانہ کیا

۱۲- یاں تو اک مصرعے میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی پگھل جاتا ہے دل

۱۳- رشتہ و پیوند یاں کے جان کا آزار ہیں
اس گلستاں میں بھی کیا ایسے نکیلے خار ہیں

۱۴- اس جہاں میں اک معیشت اور سو افتاد ہے
روح کیا اس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے

۱۵- کیا وہاں بجلی بھی ہے، دہقاں بھی ہے، خرمن بھی ہے
قافلے والے بھی ہیں، اندیشۂ رہزن بھی ہے

۱۶- تنکے چنتے ہیں وہاں بھی آشیاں کے واسطے !
خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے

۱۷- واں بھی انساں اپنی اصلیت سے بیگانے ہیں کیا
امتیازِ ملت و آئیں کے دیوانے ہیں کیا !

۱۸- واں بھی کیا فریادِ بلبل پر چمن روتا نہیں
اس جہاں کی طرح واں بھی دردِ دل ہوتا نہیں

۱۹- باغ ہے فردوس یا اک منزلِ آرام ہے !
یا رُخِ بے پردۂ حسنِ ازل کا نام ہے !

۲۰- کیا جہنم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے
آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصدِ تادیب ہے

۲۱- کیا عوض رفتار کے اس دیس میں پرواز ہے !
موت کہتے ہیں جسے اہلِ زمیں کیا راز ہے !

۴۲۔ اضطراب دل کا ساماں یاں کی ہست و بود ہے
علم انساں اس ولایت میں بھی کیا محسوجود ہے

۴۳۔ دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مجبور بھی
لن ترانی کہہ رہے ہیں کیا وہاں کے طور بھی

۴۴۔ جستجو میں ہے وہاں بھی روح کو آرام کیا
واں بھی انساں ہے قتیلِ ذوقِ استفہام کیا

۴۵۔ آہ وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے
یا محبت کی تجلی سے سراپا نور ہے

۴۶۔ تم بتا دو راز جو اس گنبد گرداں میں ہے
موت اک چبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے

۱۔ سورج چھپ گیا۔ شام کا چہرہ بے نقاب ہو گیا اور دنیا کے کندھے پر شام کی زلفیں بکھر گئیں۔

۲۔ لیکن دنیا نے یہ سیاہ کپڑے کس کے غم میں پہن لئے ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے کہ قدرت کی محفل سورج کے ڈوبنے کا ماتم کر رہی ہے۔

۳۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی جادوگری سے بولنے والے ہونٹ بند ہو گئے ہیں اور رات کا جادوگر دیکھنے والی آنکھ پر نظر جمائے ہوئے ہے

۴۔ ہوا کی موج جیسے خاموشی کے سمندر میں ڈوب گئی ہے بس دور سے کسی قافلے کی گھنٹی کی آواز ضرور آرہی ہے۔

۵۔ میرا دل جو عشق کے درد سے بیتاب ہے اور اس دنیا سے نفرت کرنے والا ہے مجھے دل کے ہنگاموں سے کھینچ کر دور سے لے آیا ہے۔

۶۔ ایک اداسی کا سماں ہے جیسے میں دیکھ رہا ہوں اور قبرستان میں پہنچ کر قبر کی تنہائی میں سوئے ہوئے لوگوں کے پاس بیٹھا ہوں۔

۷۔ اے میرے دل کی بے چینی خدا کی قسم اب مجھے اس بستی پہ چار آنسو بہا لینے دے۔

۸۔ ارے اے غفلت کی شراب سے مدہوش انسانو! تو کہاں سے آتے ہو اس دیس کی باتیں مجھے بتاؤ۔

۹۔ کیا وہ دیس بھی اس دنیا کی طرح ایک حیرت کدہ ہے کیا وہاں بھی آج اور کل کے امتیاز سے وقت کا احساس کیا جاتا ہے اور کیا وہاں بھی عناصر میں باہم لڑائی رہتی ہے۔

۱۰۔ کیا وہاں بھی آدمی غم کی چار دیواری میں گھرا ہوا ہے اور کیا وہاں بھی انسان کا دل مجبور ہے۔

۱۱۔ کیا وہاں بھی جلتی ہوئی شمع پر پتنگا قربان ہوتا ہے۔ کیا اس باغ میں بھی پھول اور بلبل کی محبت کے فسانے ہیں۔

۱۲۔ یہاں تو ایک مصرعہ سن کر دل تڑپ کر پہلو سے نکلا پڑتا ہے کیا وہاں بھی شعر کی گرمی دلوں کو پگھلا دیتی ہے۔

۱۳۔ یہاں تو دنیاوی رشتے ناطے جان کا وبال ہیں کیا وہاں کے باغ میں بھی تعلقات کے ایسے نکیلے کانٹے ہیں۔

۱۴۔ کیا وہاں بھی ایک زندگی اور سینکڑوں پریشانیاں ملا کرتی ہیں وہاں آ کر کیا روح اس غم سے آزاد ہے۔

۱۵۔ کیا یہاں بھی بجلی کسان دو کھلیان ہیں اور کیا وہاں بھی قافلے والے اور قافلے کو لوٹنے والے ڈاکو موجود ہیں۔

۱۶۔ کیا وہاں بھی کسان کڑی مشقت سے کھلیان اکٹھا کرتا ہے اور اسے ڈر رہتا ہے کہ بجلی گرنے سے یہ کہیں راکھ نہ ہو جائے۔

۱۷۔ کیا وہاں بھی انسان اپنی اصلیت سے بے خبر ہیں اور مذہبی اور قانون پر جان دے رہے ہیں۔

۱۸۔ کیا وہاں بھی بلبل کی فریاد پر باغ کا دل نہیں روتا اور کیا وہاں بھی اس دنیا کی طرح درد مند نہیں رہتے۔

۱۹۔ کیا جنت ایک باغ ہے یا ذراسے انے کا ایک مقام ہے یا وہ جگہ خدا کی خاص جلوہ گاہ ہے۔

۲۰۔ کیا دوزخ گناہوں کو جلانے کی ایک تدبیر ہے کیا وہاں گنہگاروں کو سزا دے کر صحیح راستے پر لانے کی خاطر آگ کے شعلے بھڑکائے جاتے ہیں۔

۲۱۔ کیا وہاں کے رہنے والے یہاں کے لوگوں کی طرح چلتے پھرتے نہیں بلکہ اڑتے ہیں۔ آخر یہ زمین پر رہنے والے جسے موت کہتے ہیں وہ حقیقت میں ہے کیا۔

۲۲۔ یہاں کا رہنا سہنا تو دل کی پریشانی کا سبب ہے لیکن وہاں بھی انسانی علم کیا یہاں کی طرح محدود ہے۔

۲۳۔ یہاں تو جدائی کا مارا ہوا دل تڑپتا رہتا ہے اور محبوب کا دیدار نصیب نہیں ہوتا کیا وہاں بھی دیدار کے مشتاق کو یہی جواب ملتا ہے کہ تو میرا جلوہ نہ دیکھ سکے گا۔

۲۴۔ کیا وہاں بھی مسلسل تلاش روح کی تسکین کا باعث ہے۔ کیا وہاں بھی انسان نئی نئی باتیں دریافت کرنے کی لذت کے گرویدہ ہیں۔

۲۵۔ کیا وہ دنیا بھی اس دنیا کی طرح گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھپی ہوئی ہے یا محبت کے جلووں سے روشن و منور ہے۔

۲۶۔ اے قبروں میں سوئے ہوئے لوگو! تم تو موت کی منزل سے گزر کر آسمان کا بھید پا چکے ہو۔ اس بھید کو بتا دو تاکہ موت کے خیال کا یہ خوف ہمارے دلوں سے نکل جائے اور ہم موت کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

شمع و پروانہ

۱۔ پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع پیار کیوں
یہ جانِ بے قرار ہے تجھ پر نثار کیوں

۲۔ سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے !
آدابِ عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے

۳۔ کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا !
پھونکا ہوا ہے کیا تری برقِ نگاہ کا !

۴۔ آزارِ موت میں اسے آرامِ جاں ہے کیا !
شعلے میں تیرے زندگیِ جاوداں ہے کیا

۵۔ غم خانۂ جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو
اس تفتہ دل کا نخلِ تمنا ہرا نہ ہو

۶۔ گرنا ترے حضور میں اس کی نماز ہے
ننھے سے دل میں لذتِ سوز و گداز ہے

۷۔ کچھ اس میں جوشِ عاشقِ حسنِ قدیم ہے
چھوٹا سا طور تو یہ ذرا سا کلیم ہے

۸۔ پروانہ اور ذوقِ تماشائے روشنی
کیڑا ذرا سا اور تمنائے روشنی

۱۔ اے شمع پتنگا تجھ سے پیار کیوں کرتا ہے اس کی بے چین جان تجھ پر کیوں نچھاور ہے۔

۲۔ تو نے اسے محبت کے یہ کیا طریقے سکھا دیے ہیں کیا تیری

اور دیکھ کر وہ پارے کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔

۳۔ جہاں تو روشن ہوتی ہے وہاں یہ بار بار چکر کاٹتا ہے ایسا نظر آتا ہے کہ تیری نظر کی بجلی کا یہ جلایا ہوا ہے۔

۴۔ کیا اس کی جان کو موت کی تکلیف سہہ کر ہی آرام ملتا ہے اور کیا تیری لو اسے کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی دکھائی دیتی ہے۔

۵۔ اس دنیا کے غم خانے میں اگر تیری روشنی نہ ہو تو اس دل جلے کی آرزو کا پودا کبھی ہرا نہ ہو۔

۶۔ تیرے سامنے جل کر گرنا اس کی نماز ہے۔ اس کے چھوٹے سے دل میں جلنے اور پگھلنے کی کتنی لذت موجود ہے۔

۷۔ تو اگر چھوٹا سا طور ہے تو یہ بھی ننھا سا کلیم ہے ایسا نظر آتا ہے کہ اس میں بھی حضرت موسیٰ کے دل کا سا جوش عشق ہے۔

۸۔ پتنگے کے دل میں روشنی کے دیدار کا ایسا شوق حیرتناک ہے۔ کمال ہے کہ اس ذرا سے کیڑے کا دل روشنی کی آرزو سے بھرا ہوا ہے۔

عقل و دل

۱۔ عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا — بھولے بھٹکے کی رہنما ہوں میں

۲۔ ہوں زمیں پر گزر فلک پہ مرا — دیکھ تو کس قدر رسا ہوں میں

۳۔ کام دنیا میں رہبری ہے مرا — مثل خضر خجستہ پا ہوں میں

۴۔ ہوں مفسر کتاب ہستی کی — مظہر شان کبریا ہوں میں

۵۔ بوند اک خون کی ہے تو لیکن — غیرت لعل بے بہا ہوں میں

۶۔ دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے — پر مجھے بھی تو دیکھ کیا ہوں میں

۷۔ راز ہستی کو تو سمجھتی ہے — اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں

۸۔ ہے تجھے واسطہ مظاہر سے — اور باطن سے آشنا ہوں میں
۹۔ علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے — تو خدا جو، خدا نما ہوں میں
۱۰۔ علم کی انتہا ہے بے تابی — اس مرض کی مگر دوا ہوں میں
۱۱۔ شمع تو محفل صداقت کی — حسن کی بزم کا دیا ہوں میں
۱۲۔ یوں تو زمان و مکاں سے رشتہ بپا — طائر سدرہ آشنا ہوں میں
۱۳۔ کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرش رب جلیل کا ہوں میں

۱۔ ایک دن عقل دل سے کہنے لگی کہ میں ہر بھولے بھٹکے کو راستہ دکھاتی ہوں۔

۲۔ میری رسائی تو دیکھو زمین پر رہ کر بھی آسمان میری گزرگاہ ہے

۳۔ میں حضرت خضر کی طرح مبارک قدم والی ہوں اور دنیا میں میرا کام بھی دوسروں کی رہنمائی کرنا ہے۔

۴۔ دنیا کی کتاب کو کھول کر بیان کرنے اور زندگی کے بھید بتانے والی ہوں۔

۵۔ تو تو محض خون کی ایک بوند ہے اور میں [illegible] چڑھ کر ہوا ہوں۔

۶۔ دل نے یہ سن کر کہا کہ یہ تو سچ ہے لیکن مجھے بھی تو دیکھ کہ میں کیا ہوں۔

۷۔ تو تو زندگی کے بھید کو صرف سمجھتی ہے لیکن میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔

۸۔ تو صرف چیزوں کے ظاہر پر نظر رکھتی ہے لیکن میں ان کے باطن سے واقف ہوں۔

۹۔ دنیا تجھ سے صرف علم لیکن مجھ سے معرفت سیکھتی ہے تو خدا کو ڈھونڈتی

ہے ادا میں خدا کو دکھاتا ہوں۔

۱۰۔ تیرے علم کی آخری حد صرف یہ ہے کہ تو ایک روگ سے کم نہیں اور اس روگ کی دوا میں ہوں۔

۱۱۔ تو سچائی کی منزل کی شمع ہے۔ اور میں حسن کی انجمن کا چراغ ہوں۔

۱۲۔ تو زمان و مکاں کے پنجرے کا قیدی ہے اور میں سات آسمانوں تک اڑنے والا آزاد پرندہ ہوں۔

۱۳۔ میرے مقام کی بلندی کا کیا کہنا میں تو خدائے جلیل کا عرش ہوں۔

صدائے درد

۱۔ جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیط آب گنگا تو مجھے

۲۔ سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا یاں تو اک قرب فراق آمیز ہے

۳۔ بدلے یک رنگی کے یہ ناآشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب

۴۔ جس کے پھولوں میں اخوت کی ہوا آئی نہیں
اس چمن میں کوئی لطف نغمہ پیرائی نہیں

۵۔ لذت قرب حقیقی پر مٹا جاتا ہوں میں
اختلاط موجہ و ساحل سے گھبراتا ہوں میں

۶۔ دانۂ خرمن نما ہے شاعر معجز بیاں
ہو نہ خرمن ہی تو اس دانے کی ہستی پھر کہاں

۷۔ حسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو

۸۔ ذوق گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں
میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں

۹۔ کب زباں کھولی ہماری لذت گفتار نے
پھونک ڈالا جب چمن کو آتش پیکار نے

۱۔ مجھے کسی پہلو کل نہیں اور میں اپنے دل کی آگ میں جل رہا ہوں اے گنگا کے پاٹ مجھے اپنی لہروں میں ڈبو دے۔

۲۔ سرزمین ہندوستان بہت زیادہ نفرت پیدا کرنے والی ہے۔ بظاہر ہندو اور مسلم ایک دوسرے سے قریب ہیں لیکن عقیدوں کے اختلاف کی وجہ سے درحقیقت ان میں بڑی دوری ہے۔

۳۔ اتحاد اور اتفاق کی جگہ ایسی بے گانگی پائی جاتی ہے اور قیامت ہے کہ ایک ہی کھلیان کے دانے آپس میں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

۴۔ وطن کے باغ کے پھولوں کو مروت اور اتحاد کی ہوا تک نہیں لگی ایسے باغ میں نکہت کا نے سے کیا حاصل ہے۔

۵۔ میں تو دلی قربت کا قائل ہوں۔ اس طرح ملنے کا قائل نہیں ہوں جس طرح دریا کی موج مجبوراً ساحل سے ملتی ہے۔

۶۔ جس شاعر کے بیان میں جادو کی کیفیت ہو وہ تو ایسا دانہ ہے جو کھلیان کا پتہ دیتا ہے لیکن جب کھلیان کا وجود ہی نہ ہو تو پھر غریب والے کی کیا اوقات ہے۔

۷۔ جو کوئی دیکھنے والی آنکھ ہی نہ ہو تو حسن اپنے آپ کو کیا دکھائے اور جب کوئی انجمن نہ ہو تو شمع کو جلنے کی کیا پڑی ہے۔

۸۔ ان حالات میں میرے شعر کہنے کا ذوق خاموشی میں کیوں تبدیل نہیں ہو جاتا۔ اور میرے مذاق کا آئینہ شعر کہنے کی چمک دمک سے کیوں نہیں محروم ہو جاتا۔

۹۔ آہ ہمیں اس زمانے میں شعر کہنے پر آمادہ کیا گیا جب وطن کے باغ کو نفاق کی آگ نے پھونک کر رکھ دیا ہے۔

آفتاب

(ترجمہ گایتری)

اے آفتاب! روح روانِ جہاں ہے تو
شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تو

۲۔ باعث ہے تو وجود و عدم کی نمود کا
ہے سبز تیرے دم سے قدم ہست و بود کا

۳۔ قائم یہ عنصروں کا تماشا تجھی سے ہے
ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

۴۔ ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے

۵۔ وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے
دل ہے خرد ہے روح رواں ہے شعور ہے

۶۔ اے آفتاب! ہم کو ضیائے شعور دے
چشمِ خرد کو اپنی تجلی سے نور دے

۷۔ ہے محفلِ وجود کا ساماں طراز تو
یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تو

۸۔ تیرا کمالِ ہستی ہے ہر جاندار میں
تیری نمود سلسلۂ کوہسار میں

۹۔ ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو!
زائیدگانِ نور کا ہے تاجدار تو

۱۰۔ نے ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تری
آزادِ قیدِ اوّل و آخر ضیا تری

۱۔ اے سورج اے دنیا کی جان تیری وجہ ہی سے یہ کائنات قائم ہے۔

۲۔ تیری وجہ ہی سے وجود اور عدم ظاہر ہوئے۔ اور تیرے سبب ہی سے ہونے اور نہ ہونے کا پتہ چلا۔

۳۔ عناصر کے میل جول کا یہ تماشا یعنی یہ دنیا تیری وجہ ہی سے قائم ہے۔ اور ہر چیز نے زندگی کی طلب مجھی سے حاصل کی۔

۴۔ دنیا کی ہر چیز تیرے نہی جلوے سے قائم ہے اور تیرے ہی بخشے ہوئے سوز و ساز کا دوسرا نام زندگی ہے۔

۵۔ جس نورِ مطلق کو میں سورج کہتا ہوں اسی سے انسان کو دل عقل اور روح عطا ہوئی۔

۶۔ اے سورج ہمیں شعور کی روشنی دے اور اپنے جلووں کی روشنی سے عقل کی آنکھ کو منور کر۔

۷۔ اے سورج! تو ہی زندگی کی محفل کی زینت کا باعث ہے اور پست و بلند میں جو کچھ ہے اس کا خالق تو ہے۔

۸۔ ہر جاندار ہستی میں تیرے پیدا کرنے کا کمال ظاہر ہے اور پہاڑوں کے سلسلے میں بھی تو ہی جلوہ گر ہے۔

۹۔ تو ہر چیز کی زندگی کو پالنے والا ہے اور دیوتاؤں کا راجا تو ہی ہے۔

۱۰۔ نہ تیری ابتدا ہے نہ انتہا نہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ تو کیا سے کیا ہے اور نہ یہ بتایا جاسکتا ہے کہ تو کب تک رہے گا۔

شمع

۱۔ بزم جہاں میں میں بھی ہوں اے شمع دردمند — فریاد درگرہ صفتِ دانۂ سپند

۲۔ دی عشق نے حرارتِ سوزِ دروں تجھے — اور گل فروشِ اشکِ شفق گوں کیا مجھے

۳۔ ہو شمع بزمِ عیش کہ شمع مزار تو
ہر حال اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو

۴۔ یک بیں تری نظر صفتِ عاشقانِ راز — میری نگاہ مایۂ آشوبِ امتیاز

۵۔ کعبے میں بتکدے میں ہے یکساں تری ضیا — میں امتیازِ دیر و حرم میں پھنسا ہوا

۶۔ ہے نشانِ آہ کی ترے دودِ سیاہ میں
پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلوہ گاہ میں

۷۔ جلتی ہے آ کے برقِ تجلّی سے دور ہے — بیدرد تیرے سوز کو سمجھے کہ نور ہے
۸۔ تو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں — بینا ہے اور سوزِ دروں پہ نظر نہیں
۹۔ میں جوشِ اضطراب میں سیماب وار بھی — آگاہِ اضطرابِ دلِ بے قرار بھی

۱۰۔ تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

۱۱۔ یہ آگہی مری مجھے رکھتی ہے بے قرار — خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتشکدے ہزار
۱۲۔ یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے — گل میں مہک شراب میں مستی اسی سے ہے

۱۳۔ بستان و بلبل و گل و بو ہے یہ آگہی
اصلِ کشاکشِ من و تو ہے یہ آگہی

۱۴۔ صبحِ ازل جو حسن ہوا دلستانِ عشق — آوازِ کن ہوئی تپش آموزِ جانِ عشق
۱۵۔ یہ حکم تھا کہ گلشنِ کن کی بہار دیکھ — اک آنکھ لے کے خوابِ پریشاں ہزار دیکھ
۱۶۔ مجھ سے خبر نہ پوچھ حجابِ وجود کی — شامِ فراق صبح تھی میری نمود کی
۱۷۔ وہ دن گئے کہ قید سے میں آشنا نہ تھا — زیبِ درختِ طور مرا آشیانہ تھا
۱۸۔ قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں — غربت کے غمکدے کو وطن جانتا ہوں میں

۱۹۔ یادِ وطن فسردگیِ بے سبب بنی
شوقِ نظر کبھی کبھی ذوقِ طلب بنی

۲۰۔ اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ — مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ!
۲۱۔ مضموں فراق کا ہوں ثریا نشاں ہوں میں — آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں ہوں میں
۲۲۔ باندھا مجھے جو اس نے تو چاہی مری نمود — تحریر کر دیا سرِ دیوانِ ہست و بود
۲۳۔ گوہر کو مشتِ خاک میں رہنا پسند ہے — بندش اگرچہ سست ہے مضموں بلند ہے
۲۴۔ چشمِ غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے — عالم ظہورِ جلوۂ ذوقِ شعور ہے

یہ سلسلہ زمان و مکاں کا کمند ہے — طوقِ گلوئے حسن تماشا پسند ہے
منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں — اے شمع ! میں اسیرِ فریبِ نگاہ ہوں
صیاد آپ، حلقۂ دامِ ستم بھی آپ — بامِ حرم بھی، طائرِ بامِ حرم بھی آپ
میں حسن ہوں کہ عشقِ سراپا گداز ہوں — کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں

ہاں آشنائے لب ہو نہ رازِ کہن کہیں
پھر چھڑ نہ جائے قصۂ دار و رسن کہیں

۱۔ اے شمع ! میں بھی تیری طرح دنیا کی محفل میں درد مند ہوں اور حرمل کے دانوں کی طرح میری گرہ میں بھی فریاد نہاں ہے۔

۲۔ عشق نے تجھے دل کے سوز کی تپش عطا کی ہے اور خون کے آنسو بہانے کا فرض مجھے سونپا ہے۔

۳۔ تو عیش و نشاط کی محفل میں یا کسی قبر پہ جل رہی ہو دونوں صورتوں میں غم کے آنسو بہاتی رہتی ہے۔

۴۔ میری نگاہ تو تیرا اور غرق کے بکھیڑوں میں الجھی ہوئی ہے لیکن تیری نظر خدا کے شعلوں کی طرح ہر چیز کو ایک ہی رنگ میں دیکھتی ہے۔

۵۔ میں اگرچہ مندر مسجد کے امتیاز میں پھنسا ہوا ہوں لیکن تیری روشنی ان دونوں جگہوں کے لئے یکساں ہے۔

۶۔ تجھ سے جو سیاہ دھواں اٹھتا ہے اس میں آہ کی سی کیفیت ہے اور آہ تو دل ہی سے نکلتی ہے کیا تیری جلوہ گاہ میں بھی کوئی دل چھپا ہوا ہے۔

۷۔ تو تو خدائی جلوے سے جدا ہونے کی وجہ سے جل رہی ہے لیکن بے درد لوگ تیرے جلنے کو روشن خیال کرتے ہیں۔

۸۔ تو جل تو رہی ہے لیکن اس جلنے کی تجھے خبر نہیں ہے تیری آنکھیں تو ہیں لیکن تو اپنے دل کے سوز کو نہیں دیکھ سکتی۔

۹۔ میں اسی بے چینی کے جوش سے پارے کی طرح تڑپ رہا ہوں اور اپنے دل کی بے چینیوں سے واقف بھی ہوں۔

۱۰۔ یہ بھی کسی بے نیاز کی ایک ادا تھی کہ اس نے مجھے اپنے گداز کا احساس دیا۔

۱۱۔ یہی آگاہی اور یہی احساس ہی تو ہے جو مجھے بے چین رکھتی ہے۔ یہی تو وہ چنگاری ہے جس میں ہزاروں آتش کدے سوئے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ اسی آگہی اور احساس کی وجہ سے میں پستی اور بلندی میں امتیاز کرتا ہوں اور اسی کی وجہ سے پھول میں ہلاک اور شراب میں مستی ہے۔

۱۳۔ یہ باغ۔ یہ کلی۔ یہ پھول اور یہ خوشبو اسی آگہی کی پیداوار ہیں اور من و تو کی کھینچ تان کا اصل سبب بھی یہی آگہی ہے۔

۱۴۔ اس کائنات کی آفرینش کے وقت حسنِ مطلق نے جب عشق کا دل چھیا اور کُن کی آواز سے عشق کی جان میں تڑپ پیدا ہوئی۔

۱۵۔ تو عشق کو یہ حکم ہوا کہ جا اور کُن کے کہنے سے جو باغ پیدا کیا ہے اس کی بہار دیکھ اور ایک آنکھ سے ہزاروں پریشان خواب دیکھ۔

۱۶۔ مجھ سے میرے وجود کے پردے کے بارے میں کچھ نہ پوچھ۔ جس صبح کو میں پیدا ہوا وہی صبح میرے لئے جدائی کی شام بن گئی۔

۱۷۔ اب وہ دن کہاں جب میں آزاد تھا اور میرا گھونسلہ طور کے درخت کی زینت بنا ہوا تھا۔

۱۸۔ اب تو میں وجود کا قیدی ہوں اور جس پنجرے میں بند ہوں اسی کو باغ خیال کر رہا ہوں۔

۱۹۔ اب اسی وطن کی یاد میرے لئے بے وجہ اداسی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ کبھی وہ نظر کا ذوق بن جاتی ہے اور کبھی جستجو کا شوق۔

۲۰۔ اے شمع! مجھے دیکھ کہ اپنے خیالات کے دھوکے کی آخری منزل میں پہنچا ہوا ہوں ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ قدوسی اور فرشتے مجھے سجدہ کیا کرتے تھے۔

[illegible] دردناک انجام کو دیکھو۔

۲۱- [illegible] ہوا ہوں اگرچہ ثریا کا ہم رتبہ ہوں اور خداوند تعالیٰ کے ذہن کی تخلیق ہوں۔

۲۲- جب خدا نے میری تخلیق کی اور یہ چاہا کہ میری نمائش کرے تو اس نے مجھے کائنات میں سب سے اونچا درجہ دیا۔

۲۳- میں اگرچہ موتی ہوں لیکن مجھے مٹی ہی میں رہنا پسند ہے۔ میں بھی ایک ایسا شعر ہوں جس کی بندش اگرچہ چست نہیں لیکن جس کا مضمون بہت بلند ہے۔

۲۴- دنیا آگاہی کے شوق کی تجلی کا ظہور ہے اگر آنکھ کسی چیز کو بخوبی نہیں دیکھ سکتی اور اس کی حقیقت کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی تو یہ آنکھ کا قصور ہے اس میں حقیقت کی کوئی خطا نہیں۔

۲۵- یہ زمان و مکاں کا سلسلہ ایک تسمے کی طرح ہے جو حسن کی گردن میں طوق کی طرح پڑا ہوا ہے جس نے نظارہ بازی کے شوق میں یہ کائنات پیدا کی اور اسے اپنی تماشا پسندی کے لئے آئینہ بنایا۔

۲۶- مجھے اپنی منزل کا شوق ضرور ہے لیکن میں اپنا راستہ بھول چکا ہوں اے شمع میں اپنی نظر کے دھوکے میں قید ہوں۔

۲۷- شکار بھی آپ ہوں اور ظلم کے جال کا حلقہ بھی آپ ہی ہوں۔ کعبے کی چھت بھی وہی ہے اور اس چھت کا پرندہ بھی وہی۔

۲۸- مجھے پتہ نہیں چلتا کہ میں حسن ہوں یا وہ عشق ہوں جو سر سے پاؤں تک گداز ہی گداز ہے۔ مجھے ظاہر نہیں ہوتا کہ میں ناز ہوں یا نیاز۔

۲۹- لیکن یہ پرانا بھید اگر لبوں پر نہ آئے تو اچھا ہے لب پر آگیا تو کہیں پھر منصور کی طرح سولی اور رسے کا قصہ نیا نہ ہو جائے۔

ایک آواز

۱۔ دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

۲۔ شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

۳۔ مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری
دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

۴۔ آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں
دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

۵۔ لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشموں کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

۶۔ گل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا
ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

۷۔ ہو ہاتھ کا سرہانا سبزے کا ہو بچھونا
شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا ہو

۸۔ مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل
ننھے سے دل میں اس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

۹۔ صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں
ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

۱۰۔ ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

۱۱۔ آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ
پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

۱۲۔ پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

۱۳۔ مہندی لگائے سورج جب شام کی دلہن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

۱۴۔ راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم
امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

۱۵۔ بجلی چمک کے ان کو کٹیا مری دکھا دے
جب آسماں پہ ہر سو بادل گھرا ہوا ہو

۱۶۔ پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی موذن
میں اس کا ہمنوا ہوں وہ میری ہمنوا ہو

۱۷۔ کانوں پہ ہو نہ میرے دیر و حرم کا احساں
روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

۱۸۔ پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو نالہ مری دعا ہو

۱۹۔ اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے
تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو

۲۰۔ ہر درد مند دل کو رونا مرا رلا دے
بیہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

۱۔ اے خدا میں دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں جب دل ہی بجھ جائے تو انجمن میں بیٹھنے میں کیا مزا آسکتا ہے۔

۲۔ میں شور و غل سے تو دور بھاگتا ہوں میرا دل تو ایسی خاموشی کو تلاش کرتا ہے جس پر گفتگو بھی قربان ہو۔

۳۔ میں خاموشی پر جان دیتا ہوں اور میری خواہش تو یہ ہے کہ پہاڑ کے دامن میں میرا ایک چھوٹا سا جھونپڑا ہو۔

۴۔ وہاں میں غموں سے آزاد ہو کر تنہائی میں دن گزاروں اور دنیا کے ہر اک غم کا کانٹا میری روح سے نکل چکا ہے۔

۵۔ چڑیاں چہچہائیں تو مجھے نغمے کا سا مزا ملے اور پہاڑی چشمہ کا شور میرے لیے بجتے ہوئے باجے کا کام دے۔

۶۔ پھول کی کلی چٹک کر مجھے محبوب کا پیغام دے اور پھول کا چھوٹا سا پیالہ میرے لیے جام جہاں کا کام دے۔

۷۔ اس جھونپڑے میں میرے لئے ہاتھ کا سرہانا ہو اور سبزے کا بستر ہو اور اس کی تنہائی میں وہ کیفیت ہو جس کے سامنے ہر محفل ہیچ معلوم ہو۔

۸۔ بلبل میری صورت سے اتنی مانوس ہو جائے کہ اس کے ننھے سے دل میں میری طرف سے کوئی ڈر نہ رہے۔

۹۔ اور جھونپڑے کے سامنے دونوں طرف ہرے ہرے بوٹوں کی قطار ہو اور بیچ میں ایک ندی بہہ رہی ہو جس کے پانی میں بوٹوں کا عکس اس طرح دکھائی دے جیسے ندی کا پانی بوٹوں کی تصویر کھینچ رہا ہے۔

۱۰۔ پہاڑ کا نظارہ ایسا پیارا ہو کہ ندی کا پانی بھی اسے دیکھنے کے لئے لہر بن بن کر اٹھے۔

۱۱۔ اور پامال ہونے کے خوف سے بے نیاز ہو کر سبزہ زمین کی گود

میں سویا ہوا ہو اور چشموں کا پانی جھاڑیوں میں پھرتا ہوا جگ مگ جگ مگ کر رہا ہو۔

۱۲۔ اور پھولوں کی ٹہنی جھک جھک کر ندی کے پانی کو اس طرح چھو رہی ہو جیسے کوئی حسین آئینہ دیکھ رہا ہو۔

۱۳۔ سورج شام کی دلہن کو جب مہندی لگائے تو ہر پھول کا دامن سُرخی مائل سنہرا ہو جائے۔

۱۴۔ رات کے وقت مسافر جب چلتے چلتے تھک کر چور ہو جائیں تو میرا ٹوٹا ہوا دل ان کے دلمیں امید اور آرام کی جوت جلا دے۔

۱۵۔ اور جب آسمان پر ہر طرف بادل چھائے ہوئے ہوں تو ان مسافروں کو بجلی چمک کر میرے جھونپڑے کا رستہ دکھا دے۔

۱۶۔ رات کے پچھلے پہر کو جب کوئل صبح کی موذن بن کر بولے تو میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ مل کر گائے۔

۱۷۔ مندر اور مسجد کے ناقوس اور اذانوں کی آواز کا احسان میرے کانوں پر نہ ہو بلکہ میرے جھونپڑے کا سوراخ ہی مجھے صبح ہونے کی اطلاع دے۔

۱۸۔ صبح کے وقت جب شبنم پھولوں کو وضو کرانے کے لئے آئے تو میں رونا شروع کر دوں اور میرا رونا ہی میرا وضو ہو اور میرا نالہ میری دُعا بن جائے۔

۱۹۔ اور میرے یہ نالے اس خاموشی میں اتنے اونچے ہو جائیں کہ ستاروں کے قافلے کے لئے گھنٹی کی آواز بن جائیں۔

۲۰۔ میرا رونا ہر دردمندوں کو رُلا دے اور جو بے ہوش پڑے ہوئے ہیں کیا خبر انھیں جگا دے۔

آفتابِ صبح

۱۔ شورشِ میخانۂ انساں سے بالاتر ہے تو — زینتِ بزمِ فلک ہو جس سے وہ ساغر ہے تو

۲۔ ہو درِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تو — جس پہ سیمائے اُفق نازاں ہو وہ زیور ہے تو

۳۔ صفحۂ ایام سے داغِ مدادِ شب مٹا
آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب مٹا

۴۔ حسن تیرا جب ہوا بامِ فلک سے جلوہ گر — آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مے کا اثر

۵۔ نور سے معمور ہو جاتا ہے دامانِ نظر — کھولتی ہے چشمِ ظاہر کو ضیا تیری مگر

۶۔ ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے
چشمِ باطن جس سے کھل جائے وہ جلوا چاہیے

۷۔ شوقِ آزادی کے دنیا میں نہ نکلے حوصلے — زندگی بھر قیدِ زنجیرِ تعلق میں رہے

۸۔ زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کے لیے — آرزو ہے کچھ اسی چشمِ تماشا کی مجھے

۹۔ آنکھ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو
امتیازِ ملت و آئیں سے دل آزاد ہو

۱۰۔ بستۂ رنگِ خصوصیت نہ ہو میری زباں — نوعِ انساں قوم ہو میری، وطن میرا جہاں

۱۱۔ دیدۂ باطن پہ رازِ نظمِ قدرت ہو عیاں — ہو شناسائے فلک شمعِ تخیل کا دھواں

۱۲۔ عقدۂ اضداد کی کاوش نہ تڑپائے مجھے
حسنِ عشق انگیز ہر شے میں نظر آئے مجھے

۱۳۔ صدمہ آ جائے ہوا سے گل کی پتی کو اگر — اشک بن کر میری آنکھوں سے ٹپک جائے اثر

۱۴۔ دل میں ہو سوزِ محبت کا وہ چھوٹا سا شرر — نور سے جس کے ملے رازِ حقیقت کی خبر

۱۵۔ شاہدِ قدرت کا آئینہ ہو دل میرا نہ ہو
سر میں جز ہمدردیٔ انساں کوئی سودا نہ ہو

تو اگر زحمت کشِ ہنگامۂ عالم نہیں یہ فضیلت کا نشاں اے نیرِ اعظم نہیں

اپنے حسنِ عالم آرا سے جو تو محرم نہیں ہمسرِ یک ذرۂ خاکِ درِ آدم نہیں

نورِ مسجودِ ملک گرمِ تماشا ہی رہا
اور تو منت پذیرِ صبحِ فردا ہی رہا

آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے لیلیٔ ذوقِ طلب کا گھر اسی محمل میں ہے

کس قدر لذت کشودِ عقدۂ مشکل میں ہے لطفِ صد حاصل ہماری سعیِ بے حاصل میں ہے

دردِ استفہام سے واقف ترا پہلو نہیں
جستجوئے رازِ قدرت کا شناسا تو نہیں

۱۔ اے صبح کے سورج انسان کے شراب خانے میں جو شور و غل ہے تو اس سے بے تعلق ہے تو تو وہ پیالہ ہے جس سے آسمان کی انجمن سجتی ہے۔

۲۔ تو تو وہ گوہر ہے جو صبح کی دلہن کے کان میں آویزے کا موتی بن کر چمکتا ہے اور تو وہ زیور ہے جس پر افق کی پیشانی کو فخر ہے۔

۳۔ تو طلوع ہوا تو زمانے کے صفحے سے رات کے اندھیرے کا داغ مٹ گیا اور آسمان پر چمکتے ہوئے تارے نقشِ باطل کی طرح محو ہو گئے۔

۴۔ جب تیری خوبصورتی نے آسمان کی چھت سے اپنا جلوہ دکھائی ہے تو آنکھ سے نیند کی شراب کا اثر ایک دم اڑ جاتا ہے۔

۵۔ نظر کا دامن روشنی سے بھر جاتا ہے۔ تیری روشنی ظاہر کی آنکھ کو بیشک کھول دیتی ہے لیکن۔

۶۔ میری آنکھیں جس نظارے کو ڈھونڈتی ہیں وہ تیرے بس میں نہیں۔ مجھے تو وہ جلوا چاہیئے جس سے باطن کی آنکھ کھل جائے۔

۷۔ آزادی کا شوق اس دنیا میں پورا نہ ہوا۔ اور ہم زندگی بھر تعلقات کی زنجیروں میں جکڑے رہے۔

۸۔ لیکن تیری نگاہوں کو اونچ نیچ کی کوئی تمیز نہیں۔ میں بھی ایسی ہی دیکھنے والی آنکھ کا آرزومند ہوں۔

۹۔ کاش میری آنکھ دوسروں کے غم میں آنسوؤں کا گھر بن جائے اور مذہب اور قانون کے امتیازات کی قید سے میرا دل آزاد ہو۔

۱۰۔ کاش میری زبان خاص گروہ بندیوں سے بندھی ہوئی نہ ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تمام انسان میری قوم ہوں اور پوری دنیا کو میں اپنا وطن خیال کروں۔

۱۱۔ باطن کی آنکھ پر قدرت کے بھید کا انتظام ظاہر ہو اور میرے خیال کی شمع کا دھواں اتنا اونچا اڑ جائے کہ آسمان کی خبر لائے۔

۱۲۔ اس دنیا میں ایک دوسرے کے برعکس جو چیزیں نظر آرہی ہیں میں ان کی گتھی سلجھانے میں کیوں تڑپتا رہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہر چیز میں وہ حسن دکھائی دے جس سے دل میں عشق کی آگ روشن ہو۔

۱۳۔ اگر پھول کی پتی کو بھی صدمہ پہنچے تو مجھ پر ایسا اثر ہو کہ آنکھ سے آنسو بہنے لگیں۔

۱۴۔ میرے دل میں محبت کے سوز کی ایسی چھوٹی سی چنگاری پیدا ہو جائے جس کی روشنی میں حقیقت کا راز مجھ پر ظاہر ہو جائے۔

۱۵۔ میرا دل قدرت کے محبوب کا آئینہ بن جائے اور میرے سر میں انسانی ہمدردی کے سوا کوئی دوسرا سودا نہ ہو۔

۱۶۔ اے سورج! اگر تو دنیا کے ہنگاموں کی تکلیف نہیں اٹھا سکتا تو اے آسمان کے سب سے بڑے چمکنے والے ستارے یہ کوئی برتری کا نشان نہیں۔

۱۷۔ تجھے اگر پوری دنیا کو سجانے والے اپنے حسن سے آگاہی نہیں تو پھر تو انسان کے دروازے کی مٹی کے ایک ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔

۱۸۔ جس روشنی کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا یعنی انسان تو نظارے میں محو ہے۔

اور تو ہر ذرہ وزا ہے طلوع کے لئے آنے والی صبح کا محتاج ہے۔

۱۹۔ ہم انسانوں کے دلوں میں حقیقت کی روشنی کی آرزو ہے اور یہی محمل طلب کے شوق کی لیلیٰ کا گھر ہے۔

۲۰۔ تو کیا جانے کہ مشکل گتھی کو سلجھانے میں کتنا مزا ہے اور ہماری یہ بظاہر بے نتیجہ کوشش بے نتیجہ کے حاصل کرنے کا موجب ہے۔

۲۱۔ تیرا پہلو اس تڑپ سے واقف نہیں جو حقیقت کو معلوم کرنے میں حاصل ہوتی ہے۔ تو تو قدرت کے بھید ڈھونڈنے سے ناآشنا ہے۔

دردِ عشق

۱۔ اے دردِ عشق ہے گہر آبدار تو | نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو

۲۔ پنہاں تہِ نقاب تری جلوہ گاہ ہو | ظاہر پرست محفلِ نو کی نگاہ ہے

۳۔ آئی نئی ہوا چمنِ ہست و بود میں! | اے دردِ عشق اب نہیں لذت نمود میں

۴۔ ہاں خود نمائیوں کی تجھے جستجو نہ ہو! | منت پذیر نالۂ بلبل کا تو نہ ہو

۵۔ خالی شرابِ عشق سے لالے کا جام ہو | پانی کی بوند گریۂ شبنم کا نام ہو

۶۔ پنہاں درونِ سینہ کہیں راز ہو ترا | اشکِ جگر گداز نہ غمّاز ہو ترا

۷۔ گویا زبانِ شاعرِ رنگیں بیاں نہ ہو | آوازِ نے میں شکوۂ فرقت نہاں نہ ہو

۸۔ یہ دور نکتہ چیں ہے کہیں چھپ کے بیٹھ رہ
جس دل میں تو مکیں ہے وہیں چھپ کے بیٹھ رہ

۹۔ غافل ہے تجھ سے حیرتِ علم آفریدہ دیکھ | جویا نہیں تری نگہِ نارسیدہ دیکھ

۱۰۔ رہنے دے جستجو میں خیالِ بلند کو | حیرت میں چھوڑ دیدۂ حکمت پسند کو

۱۱۔ جس کی بہار تو ہو یہ ایسا چمن نہیں | قابل تری نمود کے یہ انجمن نہیں

۱۲۔ یہ انجمن ہے کشتۂ نظارۂ مجاز | مقصد تری نگاہ کا خلوت سرائے راز

۱۳۔ ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے | کچھ اور آجکل کے کلیموں کا طور ہے

۱۔ اے دردِ عشق تو ایک آبدار موتی ہے۔ تیری چمک دمک کا اندازہ بیگانوں کو نہیں ہو سکتا اس لئے تو ان کے سامنے آشکار نہ ہو۔

۲۔ تیرے جلوے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں اور نئے زمانے کی نگاہ ظاہر پرستی ہے۔ وہ پردے میں چھپے ہوئے حسن کا اندازہ نہیں کر سکتی۔

۳۔ زندگی کے باغ کی ہوا بدل گئی ہے۔ اب تو دکھاوے کا دور دورہ ہے۔ اور تو ہمیشہ دکھاوے سے دور رہا اس لئے اب اے دردِ عشق ظاہر ہونے میں کوئی مزا نہیں۔

۴۔ تجھے خود نمائی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ بلبل کی فریاد تک کا کبھی احسان نہ اٹھا کیونکہ اس سے بھی تیرا اظہار ہوتا ہے۔

۵۔ عشق کی شراب سے لالے کا پیالہ خالی ہونے دے اور اپنی عدم موجودگی سے شبنم کے آنسوؤں اور پانی کے قطروں میں کوئی فرق نہ رہنے دے۔

۶۔ تیرا بھید سینے کے اندر ہی چھپا رہنا چاہیئے۔ جگر کے کھلنے سے جو آنسو پیدا ہوتے ہیں وہ بھی آنکھوں میں آنے چاہیئں۔

۷۔ رنگین بیاں شاعر کی زبان بھی بند ہو جانی چاہیئے۔ بنسری کی آواز میں جدائی کا جو گلہ ہوتا ہے وہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔

۸۔ یہ نکتہ چینی اور عیب جوئی کا زمانہ ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ اے دردِ عشق تو کہیں چھپ کر بیٹھا رہ اور جس دل میں بھی تیرا مقام ہے وہیں چھپا رہ۔

۹۔ اس زمانہ کے علوم نے جو حیرت پیدا کر رکھی ہے وہ تیری حقیقت سے بے خبر ہے اور جو نگاہ حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی وہ تیری تلاش نہیں کر سکتی۔

۱۰۔ آج کل کے اونچے خیالات کو اس طرح اپنی تلاش میں مگن رہنے دے اور اس زمانے کے فلسفے اور حکمت کی آنکھ کو بھی اسی طرح حیرانی میں رہنے دے۔

۱۱۔ موجودہ دور کا باغ ایسا نہیں ہے جس کے لئے تو بہار بن سکے یہ دنیا کی انجمن اس قابل کہاں ہے کہ تو اپنے آپ کو ظاہر کرے۔

۱۲۔ اس دنیا کی انجمن تو ظاہر کے نظاروں پر مٹی ہوئی ہے لیکن تیری منزل مقصود تو وہ خلوت گاہ ہے جہاں حقیقت کا راز چھپا ہوا ہے۔

۱۳۔ لیکن آجکل تو ہر دل خیالی شراب کے نشے میں چور ہے۔ آج کل کے نام نہاد کلیموں کا طور بھی وہ طور نہیں جہاں کلیم اللہ کو حقیقت کی روشنی نظر آئی تھی۔

گل پژمردہ

۱۔ کس زباں سے اے گلِ پژمردہ تجھکو گل کہوں
کس طرح تجھ کو تمنائے دلِ بلبل کہوں

۲۔ تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جنباں ترا
نام تھا صحنِ گلستاں میں گلِ خنداں ترا

۳۔ تیرے احساں کا نسیمِ صبح کو اقرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطار تھا

۴۔ تجھ پہ برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا
ہے نہاں تیری اداسی میں دلِ ویراں مرا

۵۔ میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو
خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو

۶۔ ہمچو نے از نیستانِ خود حکایت می کنم
بشنو اے گل! از جدائیہا شکایت می کنم

۱۔ اے مرجھائے ہوئے پھول تجھے میں کس زبان سے پھول کہوں اور تجھے کسطرح بلبل کے دل کی آرزو سمجھوں۔

۲۔ کوئی وقت تھا جب ہوا کی لہر تیرے لئے جھولے کا کام دیتی تھی، اور باغ میں تجھے ہنسنے والے پھول کا نام دیا جاتا تھا۔

۳۔ صبح کو چلنے والی ہوا تیری خوشبو سے مہک اٹھتی تھی اور اسے تیرے اس احسان کا اقرار بھی تھا اور تیری وجہ سے اتنی خوشبو تھی کہ باغ عطر فروش کا صندوقچہ معلوم ہوتا تھا۔

۴۔ لیکن اب تو تیری حالت پر میری رونے والی آنکھ شبنم برساتی ہے اور تیری اور اسی میں مجھے اپنا اجڑا ہوا دل چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو میری بربادی کی ایک چھوٹی سی تصویر ہے۔ میری زندگی ایک خواب تھی اور تیری موجودہ حالت اس خواب کی تعبیر پیش کر رہی ہے۔

۶۔ میں نے بنسری کی طرح اپنے نیستان کی کہانی سناتا ہوں۔ اے پھول شمع میں بھی جدائی کا گلہ کرتا ہوں۔

سید کی لوحِ تربت

۱۔ اے کہ تیرا مرغِ جاں تارِ نفس میں ہے اسیر ‏ ‏ ‏ اے کہ تیری روح کا طائر قفس میں ہے اسیر

۲۔ اس چمن کے نغمہ پیراؤں کی آزادی تو دیکھ ‏ ‏ ‏ شہر جو اجڑا ہوا تھا اس کی آبادی تو دیکھ

۳۔ فکر رہتی تھی مجھے جس کی وہ محفل ہے یہی ‏ ‏ ‏ صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی

۴۔ سنگِ تربت ہے مرا گرویدۂ تقریر دیکھ
چشمِ باطن سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھ

۵۔ مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں ‏ ‏ ‏ ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں

۶۔ وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں ‏ ‏ ‏ چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

۷۔ وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے ‏ ‏ ‏ دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

۸۔ محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

۹۔ تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صدا ‏ ‏ ‏ ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصا

۱۰۔ عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے ‏ ‏ ‏ نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

۱۱۔ بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے — قوتِ فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

۱۲۔ ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم — شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم

۱۳۔ پاک رکھ اپنی زباں تلمیذِ رحمانی ہے تو — ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

۱۴۔ سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے
خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

۱۔ تیری بدن کا پرندہ سانس کے رشتے میں قید ہے اور تیری روح کا طائر پنجرے میں بند ہے یعنی تو بقیدِ حیات ہے۔

۲۔ اس باغ (علی گڑھ) میں بگانے والوں کی آزادی تو دیکھیے جو شہر اُجڑ گیا تھا دیکھ وہ از سرِ نو آباد ہو گیا ہے۔

۳۔ جس انجمن کی مجھے ہمیشہ فکر رہتی ہے وہ یہی علی گڑھ کا دار العلوم ہے میرے صبر اور استقلال کی کھیتی کا پھل یہی مقام ہے۔

۴۔ دیکھ میری قبر کا پتھر بھی بولنے کی طرف مائل ہے۔ باطن کی آنکھ کھول اور پڑھ میری قبر کے پتھر کی تختی پر کیا لکھا ہوا ہے۔

۵۔ لکھا ہے کہ اگر دنیا میں تیرا مقصد اپنی قوم کو دین کی تعلیم دینا ہے تو قوم کو دنیا کو چھوڑ دینے کی تعلیم نہ دینا۔

۶۔ فرقہ بندی کی کبھی تعلیم نہ دینا کیونکہ فرقہ بندی کے اندر قیامت کا ہنگامہ چھپا ہوا ہے۔

۷۔ تیری تحریر سے باہمی میل جول کے اسباب پیدا ہونے چاہییں۔ اور تیری بات چیت سے کسی کا دل آزاری نہ ہونی چاہیے۔

۸۔ نئے زمانے کی نئی محفل میں پرانے زمانے کے قصے نہ چھیڑ جو کہانیاں بے وقت کی راگنی ہیں انھیں نہ دہرا۔

۹۔ اگر تو کوئی سیاست والا ہے تو میری یہ بات سن کہ دلیری

ہی سیاستدانوں کے ہاتھ کا عصا ہے۔

۱۰۔ حق بات کہنے سے تجھے جھجکنا نہیں چاہیئے۔ جب تیری نیت نیک ہے تو تجھے کسی کی پرواکیوں ہو،

۱۱۔ ایماندار آدمی کا دل بے خوف ہوتا ہے۔ وہ حاکم کی طاقت کے سامنے بھی نڈر ہوتا ہے۔

۱۲۔ اور اگر تیرے ہاتھ میں جادو نگار قلم ہے اور تیرے دل کا شیشہ جمشید کے پیالے کی طرح ہے۔

۱۳۔ اپنی زبان کو پاک رکھ کیونکہ تو نے خدائے پاک سے فیض حاصل کیا ہے۔ اگر زبان پاک نہ ہوگی تو تیری آہ کی عزت مٹی میں مل جائیگی۔

۱۴۔ تو سونے والوں کو اپنے شعر کے جادو سے جگا دے اور اپنی آواز کے شعلے سے جھوٹ کا کھلیان پھونک دے

ماہِ نو

۱۔ ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقاب نیل — ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آب نیل

۲۔ طشتِ گردوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب — نشترِ قدرت نے کیا کھولی ہے فصدِ آفتاب

۳۔ چرخ نے بالی چرا لی ہے عروسِ شام کی
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی

۴۔ قافلہ تیرا رواں بے منت بانگِ درا — گوشِ انساں سن نہیں سکتا تری آوازِ پا

۵۔ گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دکھلاتا ہے تو — ہے وطن تیرا کدھر کس دیس کو جاتا ہے تو

۶۔ نور کا طالب ہوں گھبراتا ہوں اس بستی میں میں
طفلکِ سیماب پا ہوں مکتبِ ہستی میں میں

۱۔ سورج کی کشتی ٹوٹ کر نیل کے دریا میں ڈوب گئی۔ نیل کے پانی کی سطح

یہ ایک نکھارا گیت ہے جو تیرتا پھر رہا ہے۔

۲۔ آسمان کے تھال میں یہ شفق کا خالص لہو ٹپک رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قدرت کے نشتر نے سورج کی فصد کھول دی ہے۔

۳۔ یا آسمان نے شام کی دلہن کے کان کی بالی چرالی ہے یا نیل کے پانی میں چاندی کی مچھلی تیرتی پھر رہی ہے۔

۴۔ تیرا قافلہ چلا جا رہا ہے وہ گھنٹے کی آواز کا محتاج نہیں اور انسانی کان تیرے پاؤں کی آواز نہیں سن سکتے۔

۵۔ کبھی گھٹ کر اور کبھی بڑھ کر تو ہماری آنکھوں کو گھٹنے بڑھنے کا نظارہ دکھاتا ہے۔ نہ جانے تیرا وطن کہاں ہے اور تو کدھر کو جا رہا ہے۔

۶۔ میں روشنی کا طلب گار ہوں اس لئے اس دنیا کی اندھیری بستی سے گھبرا رہا ہوں۔ میں بھی ایک ایسا بچہ ہوں جو زندگی کے مدرسے میں ہر وقت بھاگ جانے کی سوچ رہا ہے۔

انسان اور بزم قدرت

۱۔ صبح خورشید درخشاں کو جو دیکھا میں نے
بزم معمورۂ ہستی سے یہ پوچھا میں نے

۲۔ پرتو مہر کے دم سے ہے اجالا تیرا
سیم سیال ہے پانی ترے دریاؤں کا

۳۔ مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے
تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے

۴۔ گل و گلزار ترے خلد کی تصویریں ہیں
یہ سبھی سورۂ والشمس کی تفسیریں ہیں

۵۔ سرخ پوشاک ہے پھولوں کی درختوں کی ہری
تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال پری

۶۔ ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر
بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو نظر

۷۔ کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
مئے گل رنگ خم شام میں تو نے ڈالی

۸۔ رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی ہے تیری
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری

۹۔ صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا
زیر خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

۱۰۔ میں بھی آ رہا ہوں اس نور کی بستی میں مگر
جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیوں کر

۱۱۔ نور سے دور ہوں ظلمت میں گرفتار رہوں میں
کیوں سیہ روز سیہ سخت سیہ کار رہوں میں

۱۲۔ میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی
بامِ گردوں سے و یا صحنِ زمیں سے آئی

۱۳۔ ہے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود
باغباں ہے تری ہستی پے گلزارِ وجود

۱۴۔ انجمن حسن کی ہے تو تری تصویر ہوں میں
عشق کا تو ہے صحیفہ تری تفسیر ہوں میں

۱۵۔ میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے
بار مجھ سے جو نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے

۱۶۔ نورِ خورشید کی محتاج ہے ہستی میری
اور بے منتِ خورشید چمکتی ہے تیری

۱۷۔ ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گلستاں میرا
منزلِ عیش کی جا نام ہو زنداں میرا

۱۸۔ آہ اے رازِ عیاں کے نہ سمجھنے والے
حلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے

۱۹۔ ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز
ناز زیبا تھا تجھے تو ہے مگر گرمِ نیاز

۲۰۔ تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

۱۔ صبح کے وقت چمکتے ہوئے سورج کو دیکھ کر میں نے دنیا کی محفل سے پوچھا۔

۲۔ سورج کی روشنی کی وجہ سے تیرا اجالا ہے اور اسی کے باعث تیرے دریاؤں کا پانی بہتی ہوئی چاندی معلوم ہوتا ہے۔

۳۔ سورج نے تجھے روشنی کا زیور پہنایا ہے۔ اور اسی سورج کی شمع نے تیری محفل کو چمکایا ہے۔

۴۔ یہ تیرے پھول اور باغ جنت کی تصویروں کی طرح ہیں۔ سورج ہی کی دین ہیں اس لئے اگر انھیں قرآن کی وہ سورت جو والشمس سے شروع ہوتی ہے اس کی تفسیر میں کہا جائے تو بجا ہوگا۔

۵۔ پھولوں نے سرخ اور درختوں نے سبز رنگ کا لباس پہن رکھا ہے

ان سے ایسا نظر آتا ہے کہ تیری انجمن میں کوئی لال پری ہے اور کوئی سبز پری۔

۶۔ اور افق پر چلال لال سی بدلیاں دکھائی دیتی ہیں وہ گویا آسمانی کے خیمے کی سبزی کو چھپا رہی ہے۔

۷۔ شفق کی لالی آنکھوں کو ایسی پیاری معلوم ہوتی ہے جیسے شام کے مٹکے میں گلابی شراب ڈال دی گئی ہو۔

۸۔ تیرا رتبہ بہت بلند اور تیری شان بڑی اونچی ہے اور تیری ہر چیز روشنی کے پردے میں لپٹی ہوئی ہے۔

۹۔ صبح تیری شان و شوکت کا ایک گیت ہے۔ سورج نکلتا ہے تو اندھیرے کا نشان تک نہیں رہتا۔

۱۰۔ میں بھی روشنی کی اس بستی میں رہتا ہوں لیکن میری قسمت کا ستارہ کیسے سیاہ ہو گیا۔

۱۱۔ میں روشنی سے دور ہوں اور اندھیرے میں قید ہوں آخر میرے دن اندھیرے میں کیوں گزر رہے ہیں اور میری قسمت اور میرے کاروبار پر اندھیرا کیوں چھایا ہوا ہے۔

۱۲۔ میں نے جب یہ کہا تو شعلے آسمان کی چھت سے یا زمین کے صحن سے یہ آواز آئی۔

۱۳۔ تیری ہی روشنی پر تو میرا ہونا یا نہ ہونا موقوف ہے اس دنیا کے باغ کی باغبانی کا فرض تو ہی سرانجام دے رہا ہے۔

۱۴۔ تو تو حسن کی محفل ہے اور میں تو محض تیری تصویر ہوں۔ تو تو عشق کی کتاب ہے اور میں تو اسے کھول کر بیان کرنے والی ہوں۔

۱۵۔ میرے بگڑے ہوئے کام تو نے سنوارے اور امانت کا جو بوجھ مجھ سے نہ اٹھ سکا وہ تو نے اٹھا لیا۔

۱۶۔ میری زندگی تو سورج کی روشنی کی محتاج ہے لیکن تیری چمک

کہ سورج کا احسان اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں۔

۱۷۔ اگر سورج نہ ہو تو میرا باغ اجڑ جائے اور مجھے عیش و عشرت کے گھر کی بجائے قید خانے کا انعام دیا جائے۔

۱۸۔ اے کھلے ہوئے بھید کو نہ سمجھنے والے اور اے خواہشوں کے جال میں پھنسے ہوئے انسان۔

۱۹۔ وائے افسوس کہ غفلت کی وجہ سے تیری آنکھ مجاز کے چکر میں الجھ کر رہ گئی ہے اور حقیقت کو تو نہ دیکھ سکا تجھے تو اپنے آپ پر فخر ہونا چاہیئے تھا لیکن تو سب کے آگے جھکا پھرتا ہے۔

۲۰۔ اگر تو اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے تو پھر نہ تیرے دن سیاہ رہیں اور نہ تیرے کاروبار اور تیری قسمت میں سیاہی ہو۔

پیام صبح

(ماخوذ از لانگ فیلو)

۱۔ اجالا جب ہوا رخصت جبین شب کی افشاں کا — نسیم زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا

۲۔ جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں — کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا

۳۔ طلسم ظلمت شب سورۂ والنور سے توڑا — اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شبستاں کا

۴۔ پڑھا خوابیدگان دیر پر افسون بیداری — برہمن کو دیا پیغام خورشید درخشاں کا

۵۔ ہوئی بام حرم پہ آ کے یوں گویا مؤذن سے — نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہر تاباں کا

۶۔ پکاری اس طرح دیوار گلشن پر کھڑی ہو کر — چٹک او غنچۂ گل! تو مؤذن ہے گلستاں کا

۷۔ دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو! — چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا

۸۔ سوئے گور غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے — تو یوں بولی نظارا دیکھ کر شہر خموشاں کا

۹۔ ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی — سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگا دوں گی

۱۔ جب رات کے ہاتھ سے آفتاب کی روشنی غائب ہو گئی یعنی ستارے غروب ہو گئے تو زندگی کی نسیم ہنستی ہوئی صبح کا پیغام لائی۔

۲۔ اور اسی نسیم نے گھونسلے میں رنگین گیت گانے والی بلبل کو اور کھیت کے کنارے سوئے ہوئے کسان کو جگا دیا۔

۳۔ صبح ہوئی تو رات کے اندھیرے کا جادو ٹوٹ گیا اور شبستانوں میں جو شمعیں جگمگا رہی تھیں ان کے سنہری تاج اڑا دیے گئے۔

۴۔ اسی نسیم نے مندر میں سوئے ہوئے لوگوں پر جاگنے کا منتر پڑھا اور برہمن نے چمکتے ہوئے سورج کے نکلنے کا پیغام دیا۔

۵۔ اور یہی نسیم کعبے کی چھت پر اذان دینے والے سے یہ کہنے لگی کہ سورج کے طلوع ہونے کی تجھے کیا کوئی فکر نہیں۔

۶۔ اور باغ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اس طرح پکاری کہ اے پھول کی کلی چٹک کیونکہ تو باغ کی موذن ہے اور تیرا چٹکنا ہی اذان کی آواز ہے۔

۷۔ اور جنگل میں آرام کرتے والے قافلے والوں کو یہ حکم دیا کہ اٹھو اور اپنے سفر کو شروع کرو کیونکہ صبح ہونے والی ہے اور جنگل کا ذرہ ذرہ جگنو بن کر چمکنے والا ہے۔

۸۔ اور جب زندہ لوگوں کی بستی سے قبرستان کی طرف گئی تو قبرستان کا نظارہ دیکھ کر یہ کہنے لگی۔

۹۔ تم لوگ فی الحال آرام سے سوئے رہو میں پھر بھی آؤں گی۔ اور قیامت کے دن جب یہ دنیا باقی نہ رہے گی تمہیں جگاؤں گی۔

عشق اور موت

(ماخوذ از ٹینیسن)

سہانی نمود جہاں کی گھڑی تھی ۔ تبسم فشاں زندگی کی کلی تھی

۲۔ کہیں مہر کو تاجِ زر مل رہا تھا! | عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

۳۔ سیہ پیرہن شام کو دے رہے تھے! | ستاروں کو تعلیمِ تابندگی تھی

۴۔ کہیں شاخِ ہستی کو لگتے تھے پتے! | کہیں زندگی کی کلی پھوٹتی تھی

۵۔ فرشتے سکھاتے تھے شبنم کو رونا! | ہنسی گل کو پہلے پہل آ رہی تھی

۶۔ عطا درد ہوتا تھا شاعر کے دل کو | خودی تشنہ کامِ مئے بے خودی تھی

۷۔ اٹھی اول اول گھٹا کالی کالی | کوئی حور چوٹی کو کھولے کھڑی تھی

۸۔ زمیں کو تھا دعویٰ کہ میں آسماں ہوں | مکاں کہہ رہا تھا کہ میں لامکاں ہوں

۹۔ غرض اس قدر یہ نظارہ تھا پیارا | کہ نظارگی ہو سراپا نظارا

۱۰۔ ملک آزماتے تھے پرواز اپنی | جبینوں سے نورِ ازل آشکارا

۱۱۔ فرشتہ تھا اک، عشق تھا نام جس کا | کہ تھی رہبری اس کی سب کا سہارا

۱۲۔ فرشتہ کہ پتلا تھا بے تابیوں کا | ملک کا ملک اور پارے کا پارا

۱۳۔ پئے سیرِ فردوس کو جا رہا تھا | قضا سے ملا راہ میں وہ قضا را

۱۴۔ یہ پوچھا ترا نام کیا؟ کام کیا ہے | نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا

۱۵۔ ہوا سن کے گویا قضا کا فرشتہ | اجل ہوں، مرا کام ہے آشکارا

۱۶۔ اڑاتی ہوں میں رختِ ہستی کے پرزے | بجھاتی ہوں میں زندگی کا شرارا

۱۷۔ مری آنکھ میں جادوئے نیستی ہے | پیامِ فنا ہے اسی کا اشارا

۱۸۔ مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی | وہ آتش ہے میں سامنے اس کے پارا

۱۹۔ شرر بن کے رہتی ہے انساں کے دل میں | وہ ہے نورِ مطلق کی آنکھوں کا تارا

۲۰۔ ٹپکتی ہے آنکھوں سے بن بن کے آنسو | وہ آنسو کہ ہو جن کی تلخی گوارا!

۲۱۔ سنی عشق نے گفتگو جب قضا کی | ہنسی اس کے لب پر ہوئی آشکارا

۲۲۔ گری اس تبسم کی بجلی اجل پر | اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا

۲۳۔ بقا کو جو دیکھا فنا ہو گئی وہ
قضا تھی شکارِ قضا ہو گئی وہ

۱۔ دنیا کی پیدائش کا سہانا سماں تھا۔ زندگی کی کلی چٹک رہی تھی۔

۲۔ سورج کو سونے کا تاج اور چاند کو چاندی مل رہی تھی۔

۳۔ شام سیاہ لباس دیا جا رہا تھا۔ اور ستاروں کو چمکنے کی تربیت دی جا رہی تھی۔

۴۔ زندگی کی ٹہنی ہری بھری ہو رہی تھی اور اس سے کلیاں پھوٹ رہی تھیں۔

۵۔ فرشتے شبنم کو رونا سکھا رہے تھے اور پھول کو پہلے پہل کھلنا آ رہا تھا۔

۶۔ شاعر کے دل کو درد بخشا جا رہا تھا کہ وہ ذات کو بھلا کر دوسروں کی بہتری میں اپنے آپ کو گم کر سکے۔

۷۔ کالی گھٹا جب پہلے پہل اٹھی تو ایسے لگی تھی جیسے کوئی حور اپنے بال کھولے کھڑی ہے۔

۸۔ اس وقت کائنات منظم نہیں ہوئی تھی اور مکاں لامکاں میں کوئی امتیاز قائم نہیں ہوا تھا۔

۹۔ غرض یہ نظارہ اتنا پیارا تھا کہ دیکھنے والا خود سر سے پاؤں تک نظارہ بن جائے۔

۱۰۔ فرشتے اپنے اڑنے کی طاقت کو آزما رہے تھے اور ان کے ہاتھوں سے مقدس روشنی ظاہر ہو رہی تھی۔

۱۱۔ ایک فرشتہ جس کا نام عشق تھا اس کی رہنمائی کا سہرا کو تمرا تھا۔

۱۲۔ وہ فرشتہ کیا تھا بے چینیوں کا پتلا تھا۔ فرشتے کا فرشتہ اور پارے کا پارا تھا۔

۱۳۔ وہ جنت کو سیر کرنے کے لئے جا رہا تھا کہ اتفاقاً راستے میں موت اسے ملی۔

۱۴۔ عشق کے فرشتے نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ تیری صورت تو بہت خوفناک ہے۔ تیرا کیا نام ہے اور تو کیا کام کرتی ہے۔

۱۵۔ موت یہ سن کر کہنے لگی کہ میرا نام موت ہے اور میرا کام سب پر ظاہر ہے۔

۱۶۔ میں زندگی کے لباس کے پردے اڑاتی ہوں اور زندگی کی چنگاری کو بجھاتی ہوں۔

۱۷۔ میری آنکھ میں قضا کا جادو ہے اس کا ایک اشارہ ہی سب کے لئے موت کا پیغام ہے۔

۱۸۔ لیکن دنیا میں ایک ایسی ہستی بھی ہے کہ وہ اگر آگ ہے تو میں پارہ ہوں جیسے پارہ آگ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا میں بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔

۱۹۔ وہی ہستی چنگاری بن کر انسان کے دل میں رہتی ہے اور وہ ہستی خدا کی آنکھ کا تارا ہے۔

۲۰۔ اگرچہ آنکھوں سے آنسوؤں کر ٹپکتی ہے لیکن ان آنسوؤں کی تلخی بھی خوش گوار معلوم ہوتی ہے۔

۲۱۔ عشق نے جب موت کی یہ بات سنی تو اس کے لب پر مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔

۲۲۔ اور یہ مسکراہٹ بجلی بن کر موت پر گری۔ روشنی میں بھلا اندھیرا کیا ٹھہرتا۔

۲۳۔ اگرچہ وہ خود موت تھی لیکن حقیقی زندگی کو دیکھ کر موت کا شکار ہو گئی۔

زہد اور رندی

۱۔ اک مولوی صاحب کی سناتا ہوں کہانی ۔۔۔ تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی

۲۔ شہرہ تھا بہت آپ کی صوفی منشی کا ۔۔۔ کرتے تھے ادب ان کا اعالی و ادانی

۳۔ کہتے تھے کہ پنہاں ہے تصوف میں شریعت ۔۔۔ جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہوں معانی

۴۔ لبریز مے زہد سے تھی دل کی صراحی ۔۔۔ تھی تہ میں کہیں درد خیال ہمہ دانی

۵۔ کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی ۔۔۔ منظور تھی تعداد مریدوں کی بڑھانی

۶۔ مدت سے رہا کرتے تھے ہمسائے میں میرے ۔۔۔ تھی رند سے زاہد کی ملاقات پرانی

۷۔ حضرت نے مرے ایک شناسا سے یہ پوچھا ۔۔۔ اقبال کہ ہے قمری شمشاد معانی

۸۔ پابندی احکام شریعت میں ہے کیسا ۔۔۔ گو شعر میں ہے رشک کلیم ہمدانی

۹۔ سنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا ۔۔۔ ہے ایسا عقیدہ اثر فلسفہ دانی

۱۔ ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
تفضیل علی ہم نے سنی اس کی زبانی

۲۔ سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اڑانی

۳۔ کچھ عار اسے حسن فروشوں سے نہیں ہے
عادت یہ ہمارے شعرا کی ہے پرانی

۴۔ گانا جو ہے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت
اس رمز کے اب تک نہ کھلے ہم پہ معانی

۵۔ لیکن یہ سنا اپنے مریدوں سے ہے میں نے
بے داغ ہے مانند سحر اس کی جوانی

۶۔ مجموعۂ اضداد ہے اقبال نہیں ہے
دل دفتر حکمت ہے طبیعت خفقانی

۷۔ رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف
پوچھو جو تصوف کی تو منصور کا ثانی

۸۔ اس شخص کی ہم پر تو حقیقت نہیں کھلتی
ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی

۹۔ القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے
تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی

۱۰۔ اس شہر میں جو بات ہو اڑ جاتی ہے سب میں
میں نے بھی سنی اپنے احبا کی زبانی

۱۱۔ اک دن جو سر راہ ملے حضرت زاہد
پھر چھڑ گئی باتوں میں وہی بات پرانی

۱۲۔ فرمایا شکایت وہ محبت کے سبب تھی
تھا فرض مرا راہ شریعت کی دکھانی

۱۳۔ میں نے یہ کہا کوئی گلہ مجھ کو نہیں ہے
یہ آپ کا حق تھا ز رہ قرب مکانی

۱۴۔ خم ہے سر تسلیم مرا آپ کے آگے
پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی

۱۵۔ گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت
پیدا نہیں کچھ اس سے قصور ہمہ دانی

۱۶۔ میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
گہرا ہے مرے بحر خیالات کا پانی

۱۷۔ مجھ کو بھی تمنا ہے کہ اقبال کو دیکھوں
کی اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی

۱۸۔ اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

۱۔ ایک مولوی صاحب کی کہانی سناتا ہوں لیکن اس سے مجھے اپنی شاعرانہ طبیعت کی جولانی کو دکھانا مقصود نہیں۔

۲۔ ان مولوی صاحب کی پارسائی کی بہت شہرت تھی اور بڑے چھوٹے سب ان کی عزت کرتے تھے۔

۳۔ اُن کا کہنا تھا کہ شریعت تصوف میں لفظوں میں معانی کی طرح چھپی ہوئی ہے

۴۔ ان کے دل کی صراحی اگرچہ زہد اور تقویٰ کی شراب سے بھری ہوئی تھی لیکن اس صراحی کی تہ میں کہیں سب کچھ جاننے کے غرور کی تلچھٹ بھی موجود تھی۔

۵۔ اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے وہ اپنی کرامتوں کا ذکر بھی کیا کرتے تھے۔

۶۔ چونکہ وہ میرے پڑوس میں رہتے تھے اس لئے مجھ شرابی سے اس پرہیزگار کی پرانی ملاقات تھی۔

۷۔ آں حضرت نے ایک دن میرے ایک واقف کار سے پوچھا کہ اقبال جو معنی کے شمشاد کی قمری ہے یعنی بڑے اونچے مرتبے کا شاعر ہے۔

۸۔ اس کی شاعری تو بے شک کلیم ہمدانی جیسے شاعر کے لئے بھی رشک کا باعث ہے لیکن شریعت کے احکام کی پابندی کے سلسلے میں کیسا ہے۔

۹۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہندو کو کافر ہی نہیں سمجھتا۔ اس کا یہ عقیدہ فلسفہ جاننے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ اس کے مزاج میں ذرا سا شیعہ پن بھی ہے اور سنا ہے وہ حضرت علی حضرت صدیق اکبر پر فضیلت دیتا ہے۔

۱۱۔ وہ راگ کو بھی عبادت الٰہی کا حصہ سمجھتا ہے۔ شاید اسے مذہب کی ہنسی اڑانا مقصود ہے۔

۱۲۔ اسے بازاری عورتوں سے ملتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی۔ ہمارے شاعروں کی یہ پرانی عادت ہے۔

۱۳۔ رات کو وہ گانا سنتا ہے تو صبح کو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اس کا یہ نکتہ ہماری سمجھ میں تو آتا نہیں۔

۱۴۔ لیکن اس کے متعلق مجھے میرے مریدوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی جوانی

صبح کے دامن کی طرح بے داغ ہے ۔

۱۵۔ یہ اقبال بھی عجیب و غریب عادتوں کا مجموعہ ہے ۔ ایک عادت دوسری علامت کی ضد ہے۔ اس کا دل تو حکمت اور دانائی کا دفتر ہے لیکن اس کی طبیعت سودائیوں جیسی ہے۔

۱۶۔ وہ رند بھی ہے اور شریعت کا پابند بھی اور تصوف کا ذکر چھیڑ جائے تو اپنے وقت کا منصور معلوم ہوتا ہے ۔

۱۷۔ اس شخص کی حقیقت کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ۔ کہیں یہ کسی دوسرے اسلام کی بنیاد تو نہیں ڈال رہا۔

۱۸۔ غرض مولوی صاحب نے بڑا لمبا چوڑا وعظ دیا اور دیر تک آپ کی خوش بیانی کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۹۔ میں جس شہر میں رہتا ہوں وہاں جو بھی بات ہو ہر جگہ پھیل جاتی ہے چنانچہ میں نے بھی اپنے دوستوں کی زبانی یہ قصہ سنا۔

۲۰۔ ایک روز یہی مولوی صاحب مجھے راستے میں مل گئے، اور باتوں ہی باتوں میں اس پرانی بات کا ذکر بھی چھڑ گیا۔

۲۱۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ آپ سے محبت کی وجہ سے مجھے یہ شکایت پیدا ہوئی تھی اور یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو شریعت کا راستہ دکھاتا۔

۲۲۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں، ایک پڑوسی ہونے کے ناتے مجھے نصیحت کرنا آپ کا حق تھا۔

۲۳۔ لیکن اگر آپ پر میری حقیقت نہیں کھلی تو اس میں آپ کے کم جاننے کی کوئی خطا نہیں ۔

۲۴۔ میں خود بھی اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہوں۔ میرے خیالات کے سمندر کا پانی بہت گہرا ہے اور مجھے بھی اس کی خبر نہیں ہے ۔

۲۵۔ خدا کی قسم یہ دل لگی نہیں بلکہ سچی بات ہے کہ اقبال بھی اقبال کو نہیں پہچانتا۔

شاعر

۱۔ قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم — منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم
۲۔ محفلِ نظمِ حکومت چہرۂ زیبائے قوم — شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم
۳۔ مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

۱۔ قوم ایک جسم ہے اور قوم کے لوگ اس جسم کے جوڑ بند ہیں۔ افراد ہی سے قوم کی تشکیل ہوتی ہے اور جو لوگ صنعت کار ہیں وہ قوم کے ہاتھ پاؤں ہیں۔

۲۔ اور جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت کا نظم و نسق ہے وہ قوم کا خوبصورت چہرہ ہیں اور رنگین جذبات شاعر قوم کی روشن آنکھ ہے۔

۳۔ جسم کے کسی عضو کو بھی تکلیف پہنچے تو آنکھ روتی ہے۔ آنکھ پورے جسم کی کتنی ہمدرد ہوتی ہے مطلب یہ کہ شاعر کے دل میں پوری قوم کا درد ہوتا ہے۔

دل

۱۔ قصۂ دار و رسن بازیٔ طفلانۂ دل! — التجائے ارنی سرخیٔ افسانۂ دل!
۲۔ یا رب اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی — جادۂ ملکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل!
۳۔ ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یا رب — جل گئی مزرعۂ ہستی تو اُگا دانۂ دل!
۴۔ حسن کا گنج گراں مایہ تجھے مل جاتا — تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل
۵۔ عرش کا ہے کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر — کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل
۶۔ اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا — دل کسی اور کا دیوانہ میں دیوانۂ دل
۷۔ تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں اس کو — رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل
۸۔ خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے — وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل

۱۔ عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

۱۔ منصور کو سولی پر چڑھانے کا قصہ دل کے لئے بچوں کا کھیل ہے۔ دل کی داستانِ حیات کا تو عنوان یہ ہے کہ وہ خدا سے التجا کرتا ہے کہ مجھے اپنا جلوہ ضرور دکھا۔

۲۔ جب دل کے پیالے کی تقدیر ہی ہمیشہ کی زندگی عطا کرتی ہے تو نہ جانے اس لبالب پیالے کی شراب کیا چیز ہوگی۔

۳۔ اے خدا یہ رحمت کا بادل تھا کہ عشق کی بجلی پیدا ہوئی۔ اس بجلی نے جب زندگی کو پھونک ڈالا تو دل کا دانہ وجود میں آیا۔

۴۔ اے فرہاد! تو شیریں کو حاصل کرنے کے لئے ناحق پہاڑ کھودے اگر تو اسے اپنے دل میں تلاش کرتا تو فوراً کامیاب ہو جاتا۔

۵۔ مجھے اپنے دل پر کبھی کعبے کا اور کبھی عرش کا گمان ہوتا ہے۔ اے خدا آخر میرا دل کس کا گھر ہے۔

۶۔ میں اور میرا دل دونوں اپنی اپنی جگہ کسی نہ کسی کا کھلونا ہیں۔ دل تو کسی اور کو یعنی خدا کا دیوانہ ہے اور میں دل کا دیوانہ ہوں۔

۷۔ اے ناسمجھ ناصح تو اس حقیقت کو نہیں سمجھتا ہے کہ دل کا ایک ٹوٹا پھوٹا ٹکڑا بھی سینکڑوں سجدوں سے بہتر ہے۔

۸۔ دل کا یہ دانہ جب راکھ ہو جاتا ہے تو اس راکھ میں بھی خاک کو اکسیر بنا دینے کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

۹۔ دل وہ پرندہ ہے کہ عشق کے جال میں پھنس کر اسے حقیقی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ یہ تو وہ درخت ہے کہ جب اس پر بجلی گرتی ہے تو یہ خاک ہونے کی بجائے ہرا ہوتا ہے۔

موجِ دریا

۱۔ مضطرب رکھتا ہے میرا دلِ بیتاب مجھے — عینِ ہستی ہے تڑپ صورتِ سیماب مجھے

۲۔ موج ہے نام مرا، بحر ہے پایاب مجھے — ہو نہ زنجیر کبھی حلقۂ گرداب مجھے

۳۔ آب میں مثلِ ہوا جاتا ہے توسن میرا
خارِ ماہی سے نہ اٹکا کبھی دامن میرا

۴۔ میں اچھلتی ہوں کبھی جذبِ مہِ کامل سے — جوش میں سر کو پٹکتی ہوں کبھی ساحل پر

۵۔ ہوں وہ رہرو کہ محبت ہے مجھے منزل سے — کیوں تڑپتی ہوں، یہ پوچھے کوئی میرے دل سے

۶۔ زحمتِ تنگیِ دریا سے گریزاں ہوں میں
وسعتِ بحر کی فرقت میں پریشاں ہوں میں

۱۔ میرا بے چین دل مجھے تڑپاتا رہتا ہے اور پارے کی طرح تڑپنا ہی میری زندگی کی حقیقت ہے۔

۲۔ میرا نام موج ہے اور میں سمندر سے پیدل گزر جاتی ہوں اور بھنور کا چکر کبھی میرے پاؤں کے لئے زنجیر نہیں بن سکتا۔

۳۔ پانی میں میرا گھوڑا ہوا کی طرح چلتا ہے اور میرا دامن کبھی مچھلی کے کانٹے میں نہیں اُلجھتا۔

۴۔ میں کبھی چودھویں رات کے چاند کی کشش سے اوپر کو اچھلتی ہوں اور کبھی جوش میں کنارے سے اپنا سر ٹکراتی ہوں۔

۵۔ میں وہ مسافر ہوں جسے اپنی منزل سے محبت ہے اور یہ کوئی میرے دل سے پوچھے کہ میں کیوں تڑپتی ہوں۔

۶۔ اس لئے تڑپتی ہوں کہ میں دریا کی تنگی کی تکلیف سے دور بھاگتی ہوں اور سمندر کی فراخی کی جدائی میں پریشان ہوں۔

رخصت اے بزم جہاں

(ماخوذ از ایمرسن)

۱۔ رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں
آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں

۲۔ بسکہ میں افسردہ دل ہوں درخورِ محفل نہیں
تو مرے قابل نہیں ہے میں ترے قابل نہیں

۳۔ قید ہے دربارِ سلطان و شبستانِ وزیر
توڑ کر نکلے گا زنجیرِ طلائی کا اسیر

۴۔ گو بڑی لذت تری ہنگامہ آرائی میں ہے
اجنبیت سی مگر تیری شناسائی میں ہے

۵۔ مدتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا
مدتوں بے تاب موجِ بحر کی صورت رہا

۶۔ مدتوں بیٹھا ترے ہنگامۂ عشرت میں میں
روشنی کی جستجو کرتا رہا ظلمت میں میں

۷۔ مدتوں ڈھونڈا کیا نظارۂ گل خار میں!
آہ وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

۸۔ چشمِ حیراں ڈھونڈتی اب اور نظارے کو ہے
آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے

۹۔ چھوڑ کر مانندِ بو تیرا چمن جاتا ہوں میں!
رخصت اے بزمِ جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

۱۰۔ گھر بنایا ہے سکوتِ دامنِ کہسار میں!!

آہ یہ لذت نہاں موسیقیٔ گفتار میں ہو

۱۱۔ ہم نشینِ نرگسِ شہلا رفیقِ گل ہوں میں مکرر
ہے چمن میرا وطن ہمسایۂ بلبل ہوں میں

۱۲۔ شام کو آواز چشموں کی سلاتی ہے مجھے :
صبح فرشِ سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے

۱۳۔ بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دلِ شاعر کو لیکن کنجِ تنہائی پسند

۱۴۔ ہے جنوں مجھ کو کہ گھبراتا ہوں آبادی میں میں
ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں میں

۱۵ شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھراتا ہے مجھے
اور چشموں کے کناروں پر سلاتا ہے مجھے

۱۶۔ طعنہ زن ہے تو کہ شیدا کنجِ عزلت کا ہوں میں
دیکھ اے غافل پیامی بزمِ قدرت کا ہوں میں

۱۷ ہم وطن شمشاد کا قمری کا میں ہمراز ہوں
اس چمن کی خامشی میں گوش بر آواز ہوں

۱۸۔ کچھ جو سنتا ہوں تو اوروں کو سنانے کیلئے
دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کیلئے

۱۹۔ عاشقِ عزلت ہے دل نازاں ہوں اپنے گھر پہ میں
خندہ زن ہوں مسندِ دارا و اسکندر پہ میں

۲۰۔ لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر :
شام کے تارے پہ جب پڑتی ہو رہ رہ کر نظر

۲۱۔ علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود
گل کی پتی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

۱۔ اے دُنیا کی محفل تجھ سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی وطن کی طرف جا رہا ہوں۔ تیری بظاہر آباد لیکن حقیقتاً ویران محفل سے میں گھبرا چکا ہوں۔

۲۔ میرا دل اتنا بجھ چکا ہے کہ میں تیری محفل کے قابل ہی نہیں رہا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تو میرے قابل نہیں اور میں تیرے قابل نہیں۔

۳۔ یہاں بادشاہوں کے دربار اور وزیروں کی عشرت گاہیں ایسی سنہری زنجیریں ہیں جنہوں نے انسان کو قید کر رکھا ہے لیکن میں ان زنجیروں کو توڑ کر نکل جاؤں گا۔

۴۔ اگرچہ تیرے ہنگاموں میں بظاہر بڑا مزا ہے لیکن دراصل تیری دنیا میں محبت اور خلوص کی کمی ہے۔

۵۔ میں تیرے تک تیرے خود پسند لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا رہا لیکن اس دوران میں بھی سمندر کی لہر کی بے قرار رہا۔

۶۔ میں مدتوں تک تیری خوشیوں کے ہنگاموں میں شریک رہا اور اندھیرے میں روشنی کو ڈھونڈتا رہا۔

۷۔ میں مدتوں تک تیرے فنکاری اور وضع دار لوگوں کے کانوں میں محبت اور خلوص کے پھول کی تلاش کرتا رہا لیکن افسوس یہ یوسف تیرے بازار میں ہاتھ نہ لگا۔

۸۔ میری حیران آنکھ اب کسی اور نظارے کی تلاش میں ہے اور مجھ طوفان کے تھپیڑوں کے مارے ہوئے کو کنارے کی جستجو ہے۔

۹۔ اس لئے میں تیرے باغ سے خوشبو کی طرح نکل رہا ہوں اور اے دنیا کی محفل خدا حافظ کیونکہ تجھے چھوڑ کر میں اپنے وطن میں جا رہا ہوں۔

۱۰۔ اب تو میں نے پہاڑ کے دامن کی خاموشی میں اپنا گھر بنا لیا ہے اور اس خاموشی میں جو مزہ ہے وہ گفتگو کے نغموں میں کہاں۔

۱۱۔ اب تو میں کالی نرگس کے پاس بیٹھتا ہوں پھول میرے ساتھی

ہیں باغ میرا وطن ہے اور بلبل کا میں پڑوسی ہوں۔

۱۲۔ چشموں کی آواز رات کو لوریاں دے دے کر مجھے سُلاتی ہے اور صبح کو کوئل کی کوک مجھے سبزے کے بستر سے جگاتی ہے۔

۱۳۔ دنیا میں ہر شخص کو ہنگامے اور جھمیلے پسند ہیں لیکن شاعر کے دل کو تنہائی کا گوشہ ہی اچھا لگتا ہے۔

۱۴۔ میں وہ سودائی ہوں جو آبادی سے گھبراتا ہے اور نہ جانے پہاڑ کی وادی میں کسے ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔

۱۵۔ نہ جانے کس کا عشق مجھے سبزہ زاروں میں گھما رہا ہے اور مجھے چشموں کے کناروں پر سلا رہا ہے۔

۱۶۔ تو مجھے طعنہ دیتا ہے کہ میں تنہائی کے گوشے کا گردیدہ ہوں لیکن اے غافل غور سے دیکھ تو تجھے معلوم ہو کہ میں تو قدرت کی محفل کا پیغام پہنچانے والا ہوں۔

۱۷۔ میں شمشاد کا ہم وطن اور قمری کا رازدار ہوں اور اس ہر چمن کی خاموشی میں ہر آواز پر کان لگائے بیٹھا ہوں۔

۱۸۔ یہاں میں جو سنتا ہوں وہ دوسروں کو سنا دیتا ہوں اور یہاں جو دیکھتا ہوں وہ اوروں کو دکھا دیتا ہوں۔

۱۹۔ میرا دل تنہائی کا عاشق ہے اور میں اپنے اس تنہائی کے گھر پر فخر کرتا ہوں بلکہ اس میں رہ کر میں دارا اور اسکندر جیسے بادشاہوں کے تخت کی بھی ہنسی اڑاتا ہوں۔

۲۰۔ درخت کے نیچے لیٹے لیٹے جب شام کے ستارے پر رہ رہ کر نظر پڑتی ہے تو یہ کیفیت جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔

۲۱۔ علم — جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ حیرانی کے سوا کیا ہے اور حیرانی میں ایسی کیفیت کہاں یہاں تو پھول کی ایک پتی میں بھی کائنات

کا بھید کھلا ہوا نظر آتا ہے۔

طفلِ شیر خوار

۱۔ میں نے چاقو تجھ سے چھینا ہے تو چلاتا ہے تو
مہرباں ہوں میں تجھے نامہرباں سمجھا ہے تو؟

۲۔ پھر پڑا رہ جائے گا اے تو وارد اقلیم غم
ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے دیکھنا باریک ہے نوکِ قلم!

۳۔ آہ! کیوں دکھ دینے والی شے سے تجھ کو پیار ہے
کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آزار ہے

۴۔ گیند ہے تیری کہاں چینی کی بلی ہے کدھر
وہ ذرا سا جانور ٹوٹا ہوا ہے جس کا سر

۵۔ تیرا آئینہ تھا آزادِ غبارِ آرزو
آنکھ کھلتے ہی چمک اٹھا شرارِ آرزو

۶۔ ہاتھ کی جنبش میں طرزِ دید میں پوشیدہ ہے
تیری صورت آرزو بھی تیری نوزائیدہ ہے

۷۔ زندگانی ہے تری آزادِ قیدِ امتیاز
تیری آنکھوں پر ہویدا ہے مگر قدرت کا راز

۸۔ جب کسی شے پر بگڑ کر مجھ سے چلاتا ہے تو
کیا تماشا ہے ردی کاغذ سے من جاتا ہے تو

۹۔ آہ اس عادت میں ہم آہنگ ہوں میں بھی ترا
تو تلوں آشنا میں بھی تلون آشنا؟

۱۰۔ عارضی لذت کا شیدائی ہوں، چلاتا ہوں میں
جلد آجاتا ہے غصہ جلد من جاتا ہوں میں

میری آنکھوں کو لبھالیتا ہے حُسنِ ظاہری!
کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی مری
تیری صورت گاہ گریاں گاہ خنداں میں بھی ہوں
دیکھنے کو نوجواں ہوں، طفلِ نادانی میں بھی ہوں

۱۔ میں نے تجھ سے چاقو چھینا ہے تو تو نے چلانا شروع کر دیا ہے میں نے تجھ سے ہمدردی کا جتائی لیکن تو نے سمجھا کہ میں نے تجھے دکھ پہنچایا ہے۔

۲۔ اے غنچوں کی ولایت میں نئے نئے آنے والے جب قلم کی باریک نوک ہاتھ میں چبھ جائے گی تو پھر روئے گا۔

۳۔ افسوس دُکھ دینے والی چیزیں تجھے کیوں پیاری لگتی ہیں تو اس کاغذ کے ٹکڑے سے کیوں نہیں کھیلتا جس سے تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔

۴۔ اے تیری گیند کہاں ہے اور وہ چینی کی بلی کدھر ہے چھوٹی سی بلی کدھر ہے جس کا سر ٹوٹا ہوا ہے۔

۵۔ تیرے دل کا آئینہ تو کسی بھی خواہش کی گرد سے پاک تھا لیکن جونہی تیری آنکھ کھلی خواہش کی خواہش کی گرد سے پاک تھا لیکن جونہی تیری آنکھ کھلی خواہش کی چنگاری بھڑک اٹھی۔

۵۔ تیرے دل کا آئینہ تو کسی بھی خواہش کی گرد سے پاک تھا لیکن جونہی تیری آنکھ کھلی خواہش کی چنگاری بھڑک اٹھی۔

۶۔ تیری خواہش تیرے ہاتھ کی حرکت اور تیرے دیکھنے کے طریقے میں چھپی ہوئی ہے تیری طرح تیری ہر خواہش بھی ابھی ابھی پیدا ہوئی ہے۔

۷۔ تیری زندگی ہر قسم کے امتیاز کی قید سے آزاد ہے۔ شاید تیری آنکھوں پر قدرت کا بھید ظاہر ہے۔

۸۔ جب کسی چیز کے لیے بگڑ کر تو مجھ سے ناراض ہو جاتا اور چیخنے چلانے

لگتا ہے تو عجیب تماشا ہے کہ ایک رنگین کاغذ کے ٹکڑے کو لے کر تو راضی ہو جاتا ہے۔

۹۔ آہ میں بھی تیرا ہم مزاج ہوں میں بھی جلد بگڑ کر آسانی سے راضی ہو جاتا ہوں اور میرا مزاج کھلبلاتا رہتا ہے اور ایک حالت پہ قائم نہیں رہتا۔

۱۰۔ میں بھی وقت لذت کا گم دیدہ ہوں وہ نہ ملے تو مجھے جلد غصہ آجاتا ہے اور میں چلانے لگتا ہوں لیکن پھر جلد ہی راضی ہو جاتا ہوں۔

۱۱۔ میری آنکھوں کو بھی ظاہری خوبصورتی اچھی لگتی ہے اور میری ناسمجھی بھی تیری ناسمجھی سے کم تو نہیں۔

۱۲۔ میں بھی تیری طرح کبھی روتا ہوں اور کبھی ہنستا ہوں۔ اگرچہ دیکھنے میں نوجوان دکھائی دیتا ہوں لیکن ہوں تیری طرح ہی ناسمجھ بچہ۔

تصویرِ درد

۱۔ نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

۲۔ یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

۳۔ اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

۴۔ ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

۵۔ الٰہی پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا

حیاتِ جاوداں میری نہ مرگِ ناگہاں میری

۶۔ مرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا
وہ گل ہوں میں خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری

۷۔ "دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
زفیضِ دل طپیدن با خروشِ بے نفس دارم"

۸۔ ریاضِ دہر میں نا آشنائے بزمِ عشرت ہوں
خوشی روتی ہے جس کو میں وہ محرومِ مسرت ہوں

۹۔ مری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی
میں حرفِ زیرِ لب شرمندۂ گوشِ سماعت ہوں

۱۰۔ پریشاں ہوں میں مشتِ خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا
سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں

۱۱۔ یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قدرت کا
سراپا نور ہو جس کی حقیقت، میں وہ ظلمت ہوں

۱۲۔ خزینہ ہوں چھپایا مجھ کو مشتِ خاکِ صحرا نے
کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں

۱۳۔ نظر میری نہیں ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی
میں وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں

۱۴۔ نہ صہبا ہوں، نہ ساقی ہوں نہ مستی ہوں نہ پیمانہ
میں اس میخانۂ ہستی میں ہر شئے کی حقیقت ہوں

۱۵۔ مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

۱۶۔ عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا رنگیں بیانوں میں
کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہم زبانوں میں

۴۹۰۹

۱۷۔ اثر یہ بھی ہے اک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا
مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں

۱۸۔ رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھکو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

۱۹۔ دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا
لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں

۲۰۔ نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گلچیں
تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

۲۱۔ چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

۲۲۔ سُن اے غافل صدا میری یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

۲۳۔ وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

۲۴۔ ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں

۲۵۔ یہ خاموشی کہاں تک لذتِ فریاد پیدا کر
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

۲۶۔ نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

۲۷۔ یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن محبوبِ فطرت ہے

۲۸۔ ہویدا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑونگا

لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کرکے چھوڑوں گا

۲۹۔ جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں چراغاں کرکے چھوڑونگا

۳۰۔ مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ درد آشنا پیدا
چمن میں مشتِ خاک اپنی پریشاں کرکے چھوڑونگا

۳۱۔ پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کرکے چھوڑونگا

۳۲۔ مجھے اے ہمنشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں
کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کرکے چھوڑونگا

۳۳۔ دکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کرکے چھوڑونگا

۳۴۔ جو ہے پردوں میں پنہاں چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

۳۵۔ کیا رفعت کی لذت سے نہ دل کو آشنا تونے
گزاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تونے

۳۶۔ رہا دل بستۂ محفل مگر اپنی نگاہوں کو
کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تونے

۳۷۔ فدا کرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینہ میں اپنی ادا تونے

۳۸۔ تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تونے

۳۹۔ سراپا نالۂ بیدادِ سوزِ زندگی ہو جا!
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تونے

۴۰۔ صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے
کفِ آئینہ پہ باندھی ہے او ناداں حنا تو نے

۴۱۔ زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے !
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے

۴۲۔ زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

۴۳۔ کنوئیں میں تو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل ! جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے

۴۴۔ ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

۴۵۔ دکھا وہ حسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پرنم کو !
جو تڑپاتا ہے پروانے کو رلواتا ہے شبنم کو

۴۶۔ نرا نظارہ ہی اے بوالہوس مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

۴۷۔ اگر دیکھا بھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو

۴۸۔ شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

۴۹۔ نہ اٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگِ گل تک بھی
یہ رفعت کی تمنا ہے کہ لے اڑتی ہے شبنم کو

۵۰۔ پھرا کرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں میں !!
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

۵۱۔ محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے

ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

۵۲۔ دوا ہر دکھ کی ہے مجروح تیغ آرزو رہنا
علاج زخم ہے آزاد احسان رفو رہنا

۵۳۔ شراب بے خودی سے تا فلک پرواز ہے میری
شکست رنگ سے سیکھا ہے میں نے بن کے بو رہنا

۵۴۔ تھے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں!
عبادت چشم شاعر کی ہے ہر دم با وضو رہنا

۵۵۔ بنائیں کیا سمجھ کر شاخ گل پر آشیاں اپنا!
چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

۵۶۔ جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلامی ہے اسیر امتیاز ما و تو رہنا

۵۷۔ یہ استغنا ہے پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو
تجھے بھی چاہیے مثل حباب آب جو رہنا

۵۸۔ نہ رہ اپنوں سے بے پروا اسی میں خیر ہے تیری
اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو رہنا

۵۹۔ شراب روح پرور ہے محبت نوع انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا

۶۰۔ محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

۶۱۔ بیابان محبت دشت غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے

۶۲۔ محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے

۹۳۔ مرض کہتے ہیں سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کہن بھی ہے

۹۴۔ جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے

۹۵۔ وہی اک حسن ہے، لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا بے ستوں بھی کوہ کن بھی ہے

۹۶۔ اُجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے

۹۷۔ سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

۹۸۔ "نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم"

۱۔ میری دردناک کہانی کو سننے کی کسی میں تاب نہیں اس لئے میری خموشی ہی میری گفتگو اور میری بے زبانی ہی میری زبان ہے۔

۲۔ اس محفل میں زبان بند رکھنے کا کیا فائدہ ہے یہاں تو بات تک کرنے کو میری زبان ترستی ہے۔

۳۔ میری کہانی کی کتاب کا شیرازہ بکھر گیا اور اس کے کچھ ورق نرگس نے کچھ کرلے لئے اور کچھ گلاب کے پھول نے اٹھا لیے۔ اس طرح باغ میں ہر طرف میری کہانی کے اجزا بکھرے پڑے ہیں۔

۴۔ سر سے پاؤں تک وہ درد ہی درد ہوں اور میری کہانی اتنی درد بھری ہے کہ شمع کو سنا دوں تو وہ آنسو بن کر پروانے کی آنکھوں سے ٹپک رہے۔

۵۔ خدایا جب مجھے ہمیشہ کی زندگی نصیب ہے اور نہ جب میں چاہوں تا

مر سکتا ہوں تو پھر یہاں دنیا میں رہنے کا مزا ہی کیا ہے۔

۶۔ میرا رونا صرف میرا نہیں پودے باغ کا رونا ہے میں وہ پھول ہوں کہ ہر پھول کی خزاں گویا میری ہی خزاں ہے۔

۷۔ اس حسرت بھرے مقام میں ایک مدت سے چہچہاتا بیٹھا ہوں لیکن دل کی تڑپ کی وجہ سے میری آواز باہر نہیں نکلتی۔

۸۔ میں زندگی کے باغ میں خوشی کی محفل سے کبھی آشنا نہیں ہوا ہوں ایسا بدقسمت ہوں کہ خوشی کو بھی میری حالت پر رونا آتا ہے۔

۹۔ گویائی بھی میری بگڑی ہوئی قسمت پر روتی ہے کیونکہ میں ایک ویسی آہستہ کہی گئی بات ہوں جو کان تک نہ پہنچ سکے۔

۱۰۔ ہر طرف پریشان بکھری ہوئی مٹی کی ایک مٹھی ہوں۔ پھر پتہ نہیں چلتا کہ میں سکندر ہوا کہ آئینہ ہوں یا کدورت کی گرد ہوں۔

۱۱۔ پھر بھی میری ہستی قدرت کا مدعا ہے۔ اگرچہ اندھیرا ہوں لیکن سر سے پاؤں تک جس کی حقیقت روشنی ہی روشنی ہے۔

۱۲۔ میں وہ خزانہ ہوں جسے صحرا کی مٹی نے چھپا رکھا ہے کون جانتا ہے کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں اور کس کی دولت ہوں۔

۱۳۔ میری نگاہ دنیا کی سیر کا احسان نہیں اٹھاتی کیونکہ میں اپنے آپ ہی ایک چھوٹی سی دنیا اور اپنی ولایت ہوں۔

۱۴۔ میں نہ شراب ہوں نہ ساقی۔ نہ شراب کی مستی اور نہ شراب کا ساغر ہوں تو زندگی کے اس شراب خانے میں ہر چیز کی اصل ہوں۔

۱۵۔ میرے دل کا شیشہ مجھے دونوں دنیاؤں کا بھید بتاتا ہے اور جو میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے میں وہی کہتا ہوں۔

۱۶۔ رنگین بیاں شاعروں میں مجھے ایسا بیان نصیب ہوا ہے کہ عرش کی چھت کے پرندے بھی میرے ہم نوا ہیں۔

۱۷۔ امت تکی میری فتنہ اٹھانے والی دیوانگی کا کرشمہ ہے کہ میرے دل کا آئینہ قضا کا رازداں بن گیا ہے۔

۱۸۔ اے ہندوستان! تیرا نظارہ مجھے رلاتا ہے کیونکہ تیری کہانی سب کہانیوں سے زیادہ عبرت دلانے والی ہے۔

۱۹۔ قدرت کے قلم نے مجھے تیرا ہی بنا دیا لیکن یہ بنا کر گویا قدرت نے مجھے سب کچھ دے دیا کیونکہ تیری عادت پر رونا بھی بہت بڑی بخشش ہے۔

۲۰۔ اے پھول چننے والے تو نے اس باغ میں کسی پھول کی پتی تک کا نشان باقی نہیں رہنے دیا تیری قسمت اچھی ہے کہ باغ کے رکھوالے آپس ہی میں لڑنے جھگڑنے میں مصروف ہیں۔

۲۱۔ آسمان نے اپنی آستین میں بجلیاں چھپا رکھی ہیں۔ باغ کی بلبلوں کو اپنے گھونسلوں سے غافل نہ رہنا چاہیئے کیونکہ بجلیاں کسی وقت بھی گھونسلوں پر گر سکتی ہیں۔

۲۲۔ اے غافل میری فریاد غور سے سن کیونکہ یہ تو ایسی چیز ہے جسے باغوں کے پرندوں نے بھی اپنا وظیفہ بنا رکھا ہے۔

۲۳۔ اے ناسمجھ! اپنے وطن کی فکر کر مصیبت آنے والی ہے اور آسمانوں میں تیری تباہیوں کے مشورے ہو رہے ہیں۔

۲۴۔ پرانے وقتوں کی کہانیوں کو دہرانے سے کچھ فائدہ نہیں اب تو ذرا یہ دیکھ کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے اور آنے والے وقت میں کیا ہونے والا ہے۔

۲۵۔ کب تک چپ بیٹھا رہے گا تجھ پر جو ظلم ٹوٹ رہے ہیں ان کے خلاف اس زور سے فریاد بلند کر کہ اگرچہ زمین ہی پر ہو لیکن آسمانوں میں گونج پیدا ہو جائے۔

۲۶۔ ہندوستانیو! اگر تم سوچ سمجھ سے کام نہیں لو گے یاد رکھو کہ مٹ کر

رہ جاؤ گے اور تاریخ میں تمہارا نام تک باقی نہیں رہے گا۔

۲۷۔ قدرت کا قاعدہ اور فطرت کا دستور یہی ہے کہ جو عمل کی راہ پر چلتا ہے وہی فطرت کا چہیتا بن جاتا ہے۔

۲۸۔ اپنے چھپے ہوئے زخموں کو آج سب پر ظاہر کر کے اور خون رو رو کر ساری محفل کو ایک باغ بنا کر چھوڑوں گا۔

۲۹۔ اپنی چھپی ہوئی جلن سے ہر ایک دل کی شمع کو جلا دینا چاہتا ہوں اور اس طرح اے ہندوستان تیری اندھیری راتوں میں چراغاں کا سماں پیدا کر دوں گا۔

۳۰۔ اپنی مٹھی بھر مٹی باغ میں بکھیر دینا چاہتا ہوں شاید اس طرح سے مٹی سے کلیوں کی صورت میں درد مند دل پیدا ہو جائیں۔

۳۱۔ اگرچہ ان بکھرے ہوئے دانوں کو ایک ہی تسبیح میں پرونا بہت مشکل ہے لیکن میں اس مشکل کو آسان کر کے ہی دم لوں گا۔

۳۲۔ اے دوست مجھے تڑپنے اور غم کھانے دے کیونکہ میں محبت کے داغوں کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہوں گا اور انھیں ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ میں اسی طرح تڑپتا اور غم کھاتا رہوں۔

۳۳۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے وہ ساری دنیا کو دکھا کر رہوں گا اور اے دوست وہ سب دیکھ کر تو بھی آئینے کی طرح حیران رہ جائیگا۔

۳۴۔ دیکھنے والی آنکھ تو پردوں میں چھپی ہوئی ہر چیز کو دیکھ لیتی ہے اور زمانے کے طور طریقے دیکھ کر ہی آئندہ واقعات کا اندازہ کر لیتی ہے۔

۳۵۔ تو نے بلندی کے مزے سے اپنے دل کو واقف نہ کیا اور پاؤں کے نشان کی طرح تو نے اپنی زندگی پستی میں ہی بسر کی۔

۳۶۔ تو صرف اپنی محفل ہی میں دل لگائے بیٹھا رہا اور تو نے محفل کے باہر کی حالت نہ دیکھیں ورنہ حیران رہ جاتا۔

۳۷۔ تو حسینوں کی اداؤں پر تو اپنا دل نچھاور کرتا رہا لیکن تو نے دل کے آئینے میں اپنی ادا نہ دیکھی۔

۳۸۔ اے ناسمجھ تعصب کو چھوڑ دنیا کے اس آئینہ خانہ میں تجھے جو تصویریں نظر آرہی ہیں اور جنہیں تو برا سمجھ رہا ہے وہ در اصل تیری اپنی ہی تصویریں ہیں۔

۳۹۔ تو نے تو حرمل کے دانے کی طرح اپنی فریاد اپنی گرہ میں باندھ رکھی ہے حالانکہ تجھے تو زندگی کے ظلم کے خلاف سر سے پاؤں تک ایک فریاد بن جانا چاہیئے۔

۴۰۔ دل کی صفائی کو تعلقات کے زنگ کی سجاوٹ سے کیا لینا۔ اے ناسمجھ تو نے تو آئینے کی ہتھیلی پہ مہندی لگا رکھی ہے۔

۴۱۔ زمین تو زمین آسمان بھی تیری غلط بینی پر روتا ہے غضب تو یہ ہے کہ تو نے قرآن کی آیات کو صلیب بنا دیا ہے۔

۴۲۔ زبان سے اگر خدا کے ایک ہونے کا دعویٰ تو نے کیا تو اس سے کیا حاصل جبکہ تو نے اپنے تصور کے بت کو خدا بنا رکھا ہے۔

۴۳۔ اگر تو نے حضرت یوسف کو کنوئیں میں بند دیکھا بھی تو کیا دیکھا کیونکہ یوسف تو دنیا بھر کے لئے ہدایت کی روشنی تھے اس طرح تو تو نے عالمگیر توحید کو جو مطلق تھی مقید کر دیا۔

۴۴۔ منبر پہ چڑھ کر تجھے بڑے رنگین انداز میں وعظ کہنے کی تمنا ہے لیکن تیری زبان پر جو نصیحت آتی ہے وہ بھی ایک افسانہ ہوتی ہے۔

۴۵۔ اپنی غمناک آنکھوں کو وہ حسن دکھا جو دنیا کے دل میں عشق کی جلن پیدا کرتا ہے پروانے کو تڑپاتا اور شبنم کو رلاتا ہے۔

۴۶۔ بنانے والے نے آدمی کی آنکھ کچھ سوچ سمجھ کر ہی بنائی ہے۔ اے خواہشات کے غلام انسان اس کا مقصد محض یہ نہیں کہ جو چیز جس صورت میں نظر آتی ہے اسے دیکھ لے۔

۴۷۔ جمشید کے پیالے نے اگر پوری دنیا کو دیکھ لیا تو کیا دیکھا جمشید کو اپنی حقیقت تو اس میں نظر نہ آئی۔

۴۸۔ فرقہ بندی ایک درخت ہے اور تعصب اس کا پھل اور یہی وہ پھل ہے جو آدم کو جنت سے نکلواتا ہے۔

۴۹۔ سورج کی کشش سے تو پھول کی ایک پتی تک نہ اٹھ سکی وہ شبنم کو کیا اٹھاتی شبنم تو خود اوپر اٹھنے کی آرزو میں اڑ جاتی ہے۔

۵۰۔ محبت کے زخمی علاج کی فکر میں مارے مارے نہیں پھرا کرتے وہ تو اپنا مرہم آپ پیدا کر لیتے ہیں۔

۵۱۔ جس دل میں محبت کی چنگاری ہوتی ہے وہ سراپا روشنی ہوتا ہے محبت تو ذرا سے بیج کو کوہ طور کا باغ بنا دیتی ہے۔

۵۲۔ ہر دکھ کی دوا یہی ہے کہ انسان آرزو کی تلوار کا زخمی رہے اور زخم کا علاج یہی ہے کہ اسے سلوانے کا احسان نہ لیا جائے۔

۵۳۔ بیخودی کی شراب پی کر میں آسمان تک اڑتا ہوں۔ میں نے رنگ کی قید اٹھا دی ہے اور میں خوشبو بن کر رہتا ہوں۔

۵۴۔ وطن کے حال پر نوحہ پڑھنے میں میرے آنسو کس طرح تھمیں کیونکہ ہر دم آنسو بہانا ہی تو شاعر کی آنکھ کی عبادت ہے۔

۵۵۔ پھول کی ٹہنی پر ہم اپنا گھونسلہ کیا بنائیں اس باغ میں رہنا بھی کوئی رہنا ہے جہاں بے عزت ہو کر رہنا پڑے۔

۵۶۔ اگر تو سمجھ والا ہو تو تجھے یہ اندازہ ہو جائے کہ حقیقی آزادی تو محبت میں چھپی ہوئی ہے اور اپنے پرائے کے فرق میں قید رہنا ہی غلامی ہے۔

۵۷۔ تجھے بھی بلبلے کی سی بے نیازی اختیار کرنی چاہیے جو ندی کے پانی میں بھی اپنا پیالا الٹا رکھتا ہے۔

۵۸۔ لیکن اپنوں سے بے پروا نہ رہنے ہی میں تیری بھلائی ہے کیونکہ اے بیگانگی کے عادی اس دنیا میں رہنے کا یہی طریقہ ہے۔

۵۹۔ انسانی محبت ہی روح کی نشوونما کرنے والی شراب ہے اور اسی شراب ہی نے مجھے پیالے اور مٹکے کے بغیر مست رہنا سکھایا ہے۔

۶۰۔ بیمار قومیں محبت ہی سے صحت یاب ہوئی ہیں اور محبت ہی سے انہوں نے اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگایا ہے۔

۶۱۔ محبت کا بیاباں بے وطنی کا جنگل بھی اور وطن بھی ہے یہی ویرانہ پنجرا بھی ہے گھونسلہ بھی اور باغ بھی۔

۶۲۔ محبت جادہ منزلِ مقصود ہے جو اپنی جگہ منزل بھی، جنگل بھی گھنٹی بھی، قافلہ بھی، رہنما بھی اور ڈاکو بھی ہے۔

۶۳۔ اگرچہ محبت کو سب بیماری کہتے ہیں لیکن یہ ایسی بیماری ہے جس میں آسمان کے الٹ پھیر کا علاج بھی چھپا ہوا ہے۔

۶۴۔ محبت میں اپنے دل کو جلانا گویا سر سے پاؤں تک روشنی بن جاتا ہے۔ محبت کا تنکا اگر جلنے لگے تو محفل کو روشن کرنے کے لیے شمع بن جاتا ہے۔

۶۵۔ حسن ایک ہی ہے لیکن اس کا جلوہ ہر چیز میں علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے۔ شیریں۔ بے ستون پہاڑ اور فرہاد در اصل ایک ہی حسن کے مختلف مظاہر ہیں۔

۶۶۔ اے میرے ہم وطنوں تمہیں اپنے وطن کی بھی فکر ہے کہ نہیں اور کیا تم نہیں جانتے کہ مذہب اور شریعت کے اختلافات نے تو قوموں کو برباد کر ڈالا ہے۔

۶۷۔ یہ دردناک کہانی بہت لمبی ہے اس لیے خاموشی ہی مناسب ہے حالانکہ منہ میں زبان بھی اور زبان میں بات کہنے کی طاقت بھی ہے۔

۶۸۔ یہ درد بھری کہانی بے انتہا لمبی ہے ختم ہی ہونے میں نہیں آتی اسی لئے میں چپ ہوگیا اور اسے خاموشی کے ذریعہ ہی سے بیان کرنا مناسب

خیال کیا۔

نالۂ فراق

(آرنلڈ کی یاد میں)

۱۔ جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں ۔۔۔ آہ مشرق کی پسند آئی نہ اس کو سرزمیں

۲۔ آ گیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں ۔۔۔ ظلمتِ شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

۳۔ نازِ آغوشِ وداعش داغِ حیرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ بہ چشمم نگہ خوابیدہ است

۴۔ کشتۂ عزلت ہوں آبادی میں گھبراتا ہوں میں ۔۔۔ شہر سے سودا کی شدت میں نکل جاتا ہوں میں

۵۔ یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں ۔۔۔ بہرِ تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

۶۔ آنکھ گو مانوس ہے تیرے در و دیوار سے
اجنبیت ہے مگر پیدا مری رفتار سے

۷۔ ذرہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا ۔۔۔ آئینہ ٹوٹا ہوا عالم نما ہونے کو تھا

۸۔ نخل میری آرزوؤں کا ہرا ہونے کو تھا ۔۔۔ آہ کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونے کو تھا

۹۔ ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

۱۰۔ تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم ۔۔۔ تھی تری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم

۱۱۔ اب کہاں وہ شوقِ رہ پیمائی صحرائے علم ۔۔۔ تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

۱۲۔ شورِ لیلیٰ کو کہ باز آرائشِ سودا کند
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ صحرا کند۔

۱۳۔ کھول دے گا دشتِ وحشت عقدۂ تقدیر کو ۔۔۔ توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو

۱۴۔ دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو ۔۔۔ کیا تسلی ہو مگر گرویدۂ تقریر کو

۱۵۔ تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا ۔۔۔ خامشی کہتے ہیں جس کا ہے سخن تصویر کا

۱۔ اے مکان تجھ میں رہنے والا آخر مغرب میں جا کر چلا بسا افسوس کہ مشرق کی سرزمین اسے پسند نہ آئی۔

۲۔ آج میرے دل نے اس سچائی کو مان لیا کہ جدائی کے دن کا اُجالا بھی رات کے اندھیرے سے کم نہیں۔

۳۔ جب سے میری نگاہ نے اس کی آغوش وداع سے حیرانی کے داغ چنے ہیں وہ میری آنکھ میں بجھی ہوئی شمع کی طرح سو گئے ہیں، یعنی انہیں دیکھنے کی قوت باقی نہیں رہی۔

۴۔ میں تنہائی کا مارا ہوا ہوں اور آبادی سے گھبراتا ہوں اور دیوانگی کے جوش میں شہر سے نکل جاتا ہوں۔

۵۔ پرانے دنوں کی یاد سے اپنے دل کو تڑپاتا ہوں پھر تسکین حاصل کرنے کے لئے تیری جانب دوڑتا آتا ہوں۔

۶۔ تیرے در و دیوار یوں تو میرے جانے پہچانے ہو گئے ہیں لیکن تیرے طور طریقوں سے اجنبیت ظاہر ہو رہی ہے۔

۷۔ میرے دل کا ذرہ سورج کے فیض سے چمکنے والا تھا اور میرے اس ٹوٹے ہوئے آئینے میں پوری دنیا نظر آنے والی تھی۔

۸۔ میری خواہشوں کا پودا ہرا ہونے والا تھا اور نہ جانے میں کیا سے کیا بن جانے والا تھا۔

۹۔ رحمت کے بادل نے میرے باغ سے دامن سمیٹا اور چلا گیا تھوڑی سی دیر کے لئے میری آرزو کی کلیوں پہ برسا اور چھٹ گیا۔

۱۰۔ اے علم کی پیاڑی کی چوٹی کے سلیم تو کہاں ہے تیری سانس کی ہر لہر تو علم کی خوشی بڑھانے والی ہوا تھی۔

۱۱۔ اب علم کے جنگل میں وہ پیدا چلنے کا شوق کہاں ہے تیری ہی وجہ سے ہمارے سر میں علم حاصل کرنے کا جنون تھا۔

۱۲۔ اب لیلیٰ کے حسن کا وہ چرچا کہاں کہ دیوانگی پیدا کرے اور مجنوں کی مٹی کو دل کے صحرا کا غبار بنائے۔

۱۳۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری وحشت کا ہاتھ میری قسمت کی گتھی کو سلجھا دے گا اور میں پنجاب کی زنجیر توڑ کر تیرے پاس پہنچوں گا۔

۱۴۔ میری حیران آنکھ تیری تصویر کو دیکھتی ہے لیکن اس سے میرے دل کو کیا تسلی ہو سکتی ہے جو کہ تیری باتوں کا مشتاق ہے۔

۱۵۔ تصویر تو باتیں کر نہیں سکتی اور تصویر کی زبان تو صرف خاموشی ہے

چاند

۱۔ میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن

۲۔ قصد کس محفل کا ہے؟ آتا ہے کس محفل سے تو
زرد رو شاید ہوا رنجِ رہِ منزل سے تو

۳۔ آفرینش میں سراپا نور تو، ظلمت ہوں میں
اس سیہ روزی پہ لیکن تیرا ہم قسمت ہوں میں

۴۔ آہ! میں جلتا ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے
تو سراپا سوز داغِ منتِ خورشید سے

۵۔ ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے
میری گردش بھی مثالِ گردشِ پرکار ہے

۶۔ زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تو، حیراں ہوں میں
تو فروزاں محفلِ ہستی میں ہے، سوزاں ہوں میں

۷۔ میں رہِ منزل میں ہوں، تو بھی رہِ منزل میں ہے
تیری محفل میں جو خاموشی ہے، میرے دل میں ہے

۹۔ تو طلب خو ہے، تو میرا بھی یہی دستور ہے
چاندنی ہے نور تیرا عشق میرا نور ہے

۱۰۔ انجمن ہے ایک میری بھی جہاں رہتا ہوں میں
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تو، تنہا ہوں میں

۱۱۔ مہر کا پرتو ہے تیرے حق میں پیغامِ اجل
محو کر دیتا ہے مجھکو جلوۂ حُسنِ ازل

۱۲۔ پھر بھی اے ماہِ مبیں! میں اور ہوں تو اور ہے
درد جس پہلو میں اُٹھتا ہے وہ پہلو اور ہے

۱۳۔ گرچہ میں ظلمت سراپا ہوں سراپا نور تو
سینکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو

۱۴۔ جو مری ہستی کا مقصد ہے مجھے معلوم ہے
یہ چمک وہ ہے جبیں جس سے تری محروم ہے

۱۔ اے چاند تیرا وطن یوں تو میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے لیکن تیری ہی کشش کی وجہ سے میرے دل میں جذبات کی جوار بھاٹا اٹھتی ہے۔

۲۔ تو کس انجمن سے آیا ہے اور کس انجمن میں جا رہا ہے۔ غالباً لمبے سفر کی تکلیف اٹھانے کی وجہ ہی سے تیرے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔

۳۔ پیدائش کے اعتبار سے اگرچہ تو نوری ہے اور میں خاکی ہوں لیکن اس سیاہ بختی کے باوجود میری تقدیر تیری تقدیر سے ملتی جلتی ہے۔

۴۔ میں شوقِ دیدار کی جلن میں جل رہا ہوں اور تو سورج کے احسان کا داغ اٹھانے کے باعث مجسم جلن بنا ہوا ہے۔

۵۔ تیری رفتار اگر ایک حلقے پر قائم ہے تو میں بھی پرکار کی گردش

کی طرح ایک ہی حلقے میں گھوم رہا ہوں۔

۶۔ زندگی کے رستے میں اگر تو سرگرداں ہے تو میں حیران ہوں۔ زندگی کی محفل میں تو چمک رہا ہے تو میں جل رہا ہوں۔

۷۔ ہم دونوں منزلِ مقصود کے راستے میں ہیں۔ تیری محفل پر جو خاموشی ہے وہ میرے دل پر بھی چھائی ہوئی ہے۔

۸۔ تو بھی جستجو میں ہے اور میں بھی تلاش میں ہوں۔ تیرا نور چاند کی ہے اور میرا نور عشق ہے۔

۹۔ اگرچہ میرے اردگرد انسانوں کی کمی نہیں لیکن تیری طرح میں بھی اپنی محفل میں اکیلا ہوں۔

۱۰۔ سورج کی روشنی تیرے لئے موت کا پیغام ہے اور مجھے حسنِ ازل کا جلوہ مٹا دیتا ہے۔

۱۱۔ اے روشن چاند ان یکسانیوں کے باوجود مجھ میں اور تجھ میں فرق ہے۔ کیونکہ جس پہلو سے درد اٹھتا ہے وہ اور ہوتا ہے جو تجھے نہیں لیکن مجھے نصیب ہے۔

۱۲۔ اگرچہ میں مجسم اندھیرا اور تو مجسم روشنی ہے لیکن پھر بھی تو آگہی کے ذوق سے سینکڑوں منزل دور ہے۔

۱۳۔ میری زندگی کا جو مقصد ہے وہ مجھے معلوم ہے لیکن آگہی کی اس چمک سے تیری پیشانی محروم ہے۔

ہلال

۱۔ چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

۲۔ ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

۳۔ وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

۴۔ جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

۵۔ نظر تھی صورتِ سلماں ادا شناس تری — شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
۶۔ تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا — اویس طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
۷۔ مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
۸۔ تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید — خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید
۹۔ گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر — کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

۱۰۔ تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
چہ برقِ جلوہ بہ خاشاکِ حاصلِ تو زدند

۱۱۔ ادائے دید سراپا نیاز تھی تری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تری!
۱۲۔ اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی — نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۱۳۔ خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

۱۔ تیری قسمت کا ستارہ چمکا تو تجھے حبش سے اٹھا کر حجاز میں لے آیا۔
۲۔ اسی سے تیرا غم کدہ آباد ہوا اور تیری غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان۔
۳۔ رسولِ پاک کی چوکھٹ سے تو ایک پل کے لئے بھی جدا نہ ہوا۔ اسی عشق کی وجہ سے تو مخالفوں کے مظالم میں بھی لطف اٹھاتا رہا۔
۴۔ عشق میں جو ظلم ہوتے ہیں انھیں ظلم نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اگر ظلم نہ ہوں تو محبت میں مزہ ہی کیا ہے۔
۵۔ تیری نظر بھی سلمان کی طرح ادا پہچاننے والی تھی تو دیدار کی جتنی شراب پیتا تھا تیری پیاس اور بھڑکتی تھی۔

۶۔ تجھے موسیٰ کی طرح رسول اللہ کے نظارے کے کوہِ طور کو دیکھنے کا سودا تھا۔ لیکن اویس کو رسول اللہ کو دیکھنے کی طاقت نصیب نہ تھی۔

۷۔ مدینہ تیری آنکھوں کے لئے روشنی کا سامان تھا۔ تیرے لئے تو مدینے کا صحرا ہی طور کا پہاڑ بن گیا۔

۸۔ تیری نظر رسول اللہ کو دیکھتی رہی پھر بھی دیکھنے کی حسرت برقرار رہی۔ مبارک ہے وہ دل جو تڑپتا رہا اور ایک لمحے کے لئے اسے سکون نصیب نہ ہوا۔

۹۔ تیری بے تاب جان پر ایسی تجلی گری کہ تیرا سیاہ چہرہ موسیٰ کے ہاتھ پر خندہ زن ہو گیا۔

۱۰۔ عشقِ رسول کی بجلی نے جلا کر تجھے یہ اونچا مرتبہ دے دیا۔

۱۱۔ رسول اللہ کو تیرے دیکھنے کا اندازہ بالکل نیا زکھتا اور ان کا دیدار ہی تیری نماز تھی۔

۱۲۔ اذانِ ازلی کے روز سے تیرے عشق کا پکرت بن گئی اور تیری نماز درحقیقت رسول کے دیدار کا ایک بہانہ تھی۔

۱۳۔ کتنا مبارک وقت تھا جب تو مدینہ میں مقیم تھا اور کتنا اچھا وقت تھا اس ذاتِ پاک کا دیدار عام تھا۔

سرگزشتِ آدم

۱۔ سنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے ۔۔۔ بھلایا قصۂ پیمانِ اولیں میں نے
۲۔ لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں ۔۔۔ پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے
۳۔ رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو ۔۔۔ دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے
۴۔ ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا ۔۔۔ کیا قرار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے
۵۔ نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی ۔۔۔ کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے

۶۔ کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا — چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

۷۔ کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا — کیا فلک کو سفر چھوڑ کر زمیں میں نے

۸۔ کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں — دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے

۹۔ سنایا ہند میں آکر سرودِ ربانی — پسند کی کبھی یوناں کی سرزمیں میں نے

۱۰۔ دیارِ ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی — بسایا خطۂ جاپان و ملکِ چیں میں نے

۱۱۔ بنایا ذروں کی ترکیب سے کبھی عالم — خلافِ معنیٔ تعلیمِ اہلِ دیں میں نے

۱۲۔ لہو سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو — جہاں میں چھیڑ کے پیکارِ عقل و دیں میں نے

۱۳۔ سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی — اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے

۱۴۔ ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں — سکھایا مسئلۂ گردشِ زمیں میں نے

۱۵۔ کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر — لگا کے آئنۂ عقلِ دوربیں میں نے

۱۶۔ کیا اسیر شعاعوں کو برقِ مضطر کو — بنا دی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے

۱۷۔ مگر خبر نہ ملی آہ! رازِ ہستی کی — کیا خرد سے جہاں کو تہِ نگیں میں نے

۱۸۔ ہوئی جو چشمِ مظاہر پرست وا آخر — تو پایا خانۂ دل میں اسے مکیں میں نے

۱۔ میری مسافری کی کہانی کوئی مجھ سے سنے۔ میں نے دنیا میں آکر خدا سے کیے گئے اس وعدے کو بھلا دیا کہ تیرے سوا کسی کو اپنا معبود نہیں بناؤں گا۔

۲۔ جب میرے اندر شعورِ ذاتی پیدا ہوا تو میرا دل جنت کے باغ سے اچاٹ ہو گیا۔

۳۔ میرے اندر دنیا کی حقیقت کی تلاش کا جذبہ پیدا ہو گیا اور میں نے اپنے تخیلات کی بلندی کا ثبوت دینا شروع کیا۔

۴۔ مجھے کچھ ایسا انقلاب پسند مزاج ملا تھا کہ میں نے آسمان کے نیچے کہیں قرار نہ پایا۔

۵۔ کبھی میں نے کعبے سے پتھر کی مورتیوں کو نکالا اور کبھی میں نے کعبے کو بت خانہ بنا دیا۔

۶۔ کبھی میں خدا سے ہم کلام ہونے کی آرزو میں کوہِ طور پر گیا اور میں نے اپنی آستین کے نیچے نورِ ازل کو چھپا لیا۔

۷۔ کبھی مجھے اپنوں نے مصلوب کر دیا اور میں زمین کو چھوڑ کر آسمان پر چلا گیا۔

۸۔ کبھی میں سالہا سال تک غارِ حرا میں چھپا رہا۔ اور دنیا کو دینِ حق کا آخری پیالا پلایا۔

۹۔ کبھی میں نے ہندوستان میں آکر توحید کا نعرہ سنایا اور کبھی میں نے توحیدِ الٰہی کا درس دینے کے لیے یونان کی سرزمین کو پسند کیا۔

۱۰۔ جس وقت ہندوستان والوں نے میری آواز نہ سُنی تو میں نے چین اور جاپان میں جا کر اپنے پیغام کا پرچار کیا۔

۱۱۔ کبھی میں نے یہ ثابت کیا کہ دنیا ذرّوں کے باہم مل جانے سے بنی ہے اور میری یہ بات دین داروں کی تعلیم کے مقصد کے خلاف تھی۔

۱۲۔ کبھی میں نے عقل اور دین کی لڑائی چھیڑ کر سینکڑوں سر پھرے ذہنوں کو انسان کے لہو سے سُرخ کیا۔

۱۳۔ جب اجرامِ فلکی کی حقیقت میری سمجھ میں نہ آئی تو میں نے غور و فکر کرتے ہوئے کئی کئی راتیں گزار دیں۔

۱۴۔ میں نے "زمین کی گردش" کا مسئلہ دنیا کو سکھایا اور مسیحی پادریوں کی تلواریں بھی مجھے نہ ڈرا سکیں۔

۱۵۔ کبھی میں نے عقل کی دوربین لگا کر "کشش ثقل" کا قانون دنیا پر ظاہر کیا۔

۱۶۔ میں نے سورج کی شعاعوں کو قید کیا۔ تڑپنے والی بجلی کو قابو میں لایا۔ اور اس کی مدد سے زمین کو بہشت کے لئے قابلِ رشک بنادیا۔

۱۷۔ اگرچہ عقل کی بدولت میں نے قوائے فطرت کو مسخر کر لیا لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ اس کائنات کو بنانے والا کون ہے۔

۱۸۔ لیکن جب میری ظاہری آنکھیں روشن ہوگئیں تو مجھے معلوم ہوگیا کہ میرا اور اس کائنات کا خالق تو میرے دل میں موجود ہے۔

ترانۂ ہندی

۱۔ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

۲۔ غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

۳۔ پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا وہ پاسباں ہمارا

۴۔ گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

۵۔ اے آبِ رودِ گنگا! وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

۶۔ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

۷۔ یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا!

۸۔ کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری

صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
۹۔ اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

۱۔ ہمارا ہندوستان ساری دنیا سے اچھا ہے۔ یہ ہمارا باغ ہے اور ہم اس کی بلبلیں ہیں۔

۲۔ اگر ہم پردیس میں بھی ہوں تو ہمارا دل وطن ہی کو یاد کرتا رہتا ہے اور جہاں ہمارا دل موجود ہو ہمیں بھی وہیں سمجھ لو۔

۳۔ دنیا میں سب سے اونچا پہاڑ ہمالہ جو اتنا بلند ہے کہ آسمان کا ہمسایہ معلوم ہوتا ہے وہ ہمارا پہرے دار اور ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔

۴۔ ہمالیہ کی گود میں ہزاروں ندیاں بہہ رہی ہیں جن کے سیراب کرنے کی وجہ سے ہمارا باغ بہشت کے لئے بھی رشک کا باعث ہے۔

۵۔ اے گنگا کے دریا کیا تجھے وہ دن یاد ہیں جب ہمارا قافلہ تیرے کنارے اترا تھا۔

۶۔ مذہب ایک دوسرے سے دشمنی کرنا نہیں سکھاتا۔ اختلاف مذاہب کے باوجود ہم سب ہندوستانی ہیں اور ہمارا وطن ہندوستان ہے۔

۷۔ یونان، مصر اور روما کی پرانی سلطنتیں دنیا سے مٹ گئیں۔ لیکن ہمارا نام و نشان ابھی تک موجود ہے۔

۸۔ زمانے کی گردش اگرچہ سینکڑوں سالوں سے ہماری دشمن رہی ہے لیکن اس میں کوئی نہ کوئی تو بھید ہے کہ ہماری ہستی ابھی تک قائم ہے۔

۹۔ اے اقبال دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو ہمارے دل کے بھید جانتا ہو اس لئے کسی کو ہمارے چھپے ہوئے دکھ درد کا حال کیا معلوم ہو سکتا ہے۔

جگنو

۱۔ جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

۲۔ آیا ہے آسماں سے اڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

۳۔ یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا
غربت میں آ کے چمکا گمنام تھا وطن میں

۴۔ تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں

۵۔ حسن قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی
لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں

۶۔ چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

۷۔ پروانہ اک پتنگا جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا

•

۸۔ ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
پروانہ کو تپش دی جگنو کو روشنی دی

۹۔ رنگیں نوا بنایا مرغان بے زباں کو
گل کو زبان دے کر تعلیم خامشی دی

۱۰۔ نظارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی
چمکا کے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

۱۱۔ رنگیں کیا سحر کو بانکی دلہن کی صورت
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

۱۲۔ سایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو
پانی کو دی روانی موجوں کو بے کلی دی

۱۳۔ یہ امتیاز لیکن اک بات ہے ہماری
جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

۱۴۔ حسن ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
انساں میں وہ سخن ہے غنچے میں وہ چٹک ہے

۱۵۔ یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

۱۶۔ انداز گفتگو نے دھوکے دیئے ہیں ورنہ
نغمہ ہے بوئے بلبل بو پھول کی چہک ہے

۱۷۔ کثرت میں ہو گیا ہے وحدت راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

۱۸۔ یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر گل میں جبکہ پنہاں خاموشئ ازل ہو

۱۔ باغ کے صحن میں جگنو چمک رہا ہے یا پھولوں کی محفل میں شمع جل رہی ہے۔

۲۔ یا آسمان سے کوئی ستارہ باغ میں آگیا ہے یا چاند کی کرن میں زندگی پیدا ہوگئی ہے۔

۳۔ یا رات کی سلطنت میں دن کا ایلچی آیا ہے جو اپنے دیس میں گمنام تھا اور یہاں پردیس میں آکر چمکنے لگا ہے۔

۴۔ یا چاند کی قبا کا کوئی بٹن گر پڑا ہے یا سورج کا لباس پہن کر کوئی ذرہ جگمگا رہا ہے۔

۵۔ یا یہ خدا کے حسن کی ایک جھلک تھی جسے خدا کی قدرت عالم بالا کی خلوت سے دنیا کی انجمن میں لے آئی۔

۶۔ یہ جگنو گویا ایک چھوٹا سا چاند ہے جس میں اندھیرا بھی ہے اور اجالا بھی۔ کبھی اسے گہن لگ جاتا ہے اور کبھی یہ گہن سے نکل آتا ہے۔

۷۔ یوں دیکھنے میں تو پروانہ اور جگنو دونوں پتنگے ہیں لیکن خدا کی قدرت ہے کہ پروانہ روشنی کا طالب ہے اور جگنو خود روشنی ہے۔

۸۔ اللہ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خاصیت رکھ دی ہے جیسے پروانے کو شمع کے عشق کی تڑپ بخشی ہے تو جگنو کو روشنی دی ہے۔

۹۔ بے زبان پرندوں کو بڑی سریلی آواز عطا کی تو پھول کو زبان دے کر بھی چپ رہنا سکھایا۔

۱۰۔ شفق کے نظارے کی خوبی اسی میں ہے کہ وہ جلد غائب ہوجاتا ہے اسی لئے اس پری کو بہت تھوڑی عمر دی ہے۔

۱۱۔ صبح کو خوبصورت دلہن کی طرح رنگین بنایا اور اسے سرخ لباس پہنا کر شبنم کی آرسی دے دی۔

۱۲۔ درخت کو سایہ دیا ہوا کو اڑان دی۔ پانی کو چلنا سکھایا اور موج کو بے چینی بخشی۔

۱۳۔ یہ فرق اور اختلاف ہمیں نے قائم کئے ہیں۔ جب ہماری رات ہوتی ہے تو جگنو کا دن ہوتا ہے۔

۱۴۔ دنیا کی ہر چیز میں خدا کے جلوے کی جھلک ہے جو چیز انسان میں گویائی ہے وہی غنچے میں چٹک ہے۔

۱۵۔ چاند کی چاندنی میں اس کی قدرت کا جو کرشمہ نظر آتا ہے وہی شاعر کے دل میں کسک بن کر ظاہر ہوتا ہے۔

۱۶۔ ہماری بات چیت کے طریقے نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے ورنہ بلبل کی فریاد خوشبو ہے اور پھول کی خوشبو چہک ہے۔

۱۷۔ وحدت کا بھید کثرت میں چھپ گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جو نور جگنو میں چمک بنا ہوا ہے اس نے پھول میں خوشبو کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔

۱۸۔ جب حقیقت ایک ہے اور ہر چیز میں ازل کی خاموشی چھپی ہوئی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اختلاف کو شور و غوغا کا مقام کیوں بنا لیا گیا۔

صبح کا ستارہ

۱۔ لطف ہمسائیگی شمس و قمر کو چھوڑوں ‎ اور اس خدمت پیغام سحر کو چھوڑ دوں

۲۔ میرے حق میں تو نہیں تاروں کی بستی اچھی ‎ اس بلندی سے زمیں والوں کی پستی اچھی

۳۔ آسماں کیا عدم آباد وطن ہے میرا ‎ صبح کا دامن صد چاک کفن ہے میرا

۴۔ میری قسمت میں ہر روز کا مرنا جینا ‎ ساقی موت کے ہاتھوں سے صبوحی پینا

۵۔ نہ یہ خدمت۔ نہ یہ عزت نہ یہ رفعت اچھی ‎ اس گھڑی بھر کے چمکنے سے یہ ظلمت اچھی

۶۔ میری قدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا
قعر دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا

۷۔ واں بھی موجوں کی کشاکش سے جو دل گھبراتا ‎ چھوڑ کر بحر کہیں زیب گلو ہو جاتا

۸۔ ہے جھکنے میں مزا حسن کا زیور بن کر | زینتِ تاجِ سرِ بانوئے قیصر بن کر
۹۔ ایک پتھر کے جو ٹکڑے کا نصیبہ جاگا | خاتمِ دستِ سلیماں کا نگیں بن کے رہا
۱۰۔ ایسی چیزوں کا مگر دہر میں ہے کام شکست | ہے گہر ہائے گراں مایہ کا انجام شکست
۱۱۔ زندگی وہ ہے کہ جو ہو نہ شناسائے اجل | کیا وہ جینا ہے کہ ہو جس میں تقاضائے اجل

۱۲۔ ہے یہ انجام اگر زینتِ عالم ہو کر
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر

۱۳۔ کسی پیشانی کے افشاں کے ستاروں میں رہوں | کسی مظلوم کی آہوں کے شراروں میں رہوں
۱۴۔ اشک بن کر سرِ مژگاں سے اٹک جاؤں میں | کیوں نہ اس بیوی کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں میں
۱۵۔ جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور | سوئے میدانِ وغا حبِّ وطن سے مجبور
۱۶۔ یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو | جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرماتی ہو
۱۷۔ جس کو شوہر کی رضا تابِ شکیبائی دے | اور نگاہوں کو حیا طاقتِ گویائی دے
۱۸۔ زرد رخصت کی گھڑی عارضِ گلگوں ہو جائے | کششِ حسن غمِ ہجر سے افزوں ہو جائے
۱۹۔ لاکھ وہ ضبط کرے پر میں ٹپک ہی جاؤں | ساغرِ دیدۂ پرنم سے چھلک ہی جاؤں

۲۰۔ خاک میں مل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں
عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں

۱۔ میرا جی چاہتا ہے کہ چاند اور سورج کے پڑوس کا لطف چھوڑ دیں اور صبح کے نمودار ہونے کا پیغام دینا ترک کر دوں۔

۲۔ تاروں کی یہ بستی میرے لئے اچھی نہیں اس بلندی سے تو مجھے زمین والوں کی پستی اچھی معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ میرا وطن آسمان کیا بلکہ عدم ہے اور صبح کا سورج جاگا جالا دامن میرا کفن بن جاتا ہے۔

۴۔ میری تقدیر میں ہر روز جینا اور مرنا لکھا ہے اور موت کا ساقی اپنے

ہاتھ سے مجھے صبح کی شراب پلاتا ہے۔

۵۔ یہ خدمت۔ یہ عزت اور یہ بلندی بالکل اچھی نہیں ہے اس پل بھر کے چمکنے سے تو اندھیرا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۶۔ میرے بس میں ہوتا تو میں کبھی ستارہ نہ بنتا بلکہ سمندر کی تہ میں چمکتا ہوا موتی بن جاتا۔

۷۔ اور اگر وہاں بھی موجوں کی کھینچ تان سے دل گھبراتا تو کسی حسین کے گلے کی زینت بن جاتا۔

۸۔ قیصر کی ملک کے تاج کی زینت بڑھانے اور حسن کا زیور بننے ہی میں چمکنے کا مزا ہے۔

۹۔ پتھر کے ایک ٹکڑے کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ حضرت سلیمان کے ہاتھ کی انگوٹھی میں نگینہ بن گیا۔

۱۰۔ لیکن ایسی چیزوں کو بھی زمانہ آخر توڑ ہی دیتا ہے۔ بیش قیمت موتیوں کا انجام بھی ٹوٹنے کے سوا کچھ نہیں۔

۱۱۔ اصل زندگی وہی ہے جو موت سے ناواقف ہو وہ جینا بھی کیا جینا ہے جس میں موت کا کھٹکا ہی لگا رہے۔

۱۲۔ اگر دنیا کی زینت کا نتیجہ یہی ہے تو کیا ہی اچھا ہو شبنم بن کر کسی پھول پر گر جاؤں۔

۱۳۔ اس سے تو بہتر ہے کہ کسی حسین کی پیشانی پر چھپی ہوئی افشاں کے ستاروں میں شامل ہو جاؤں یا ظلم کے کسی مارے ہوئے کی آہوں کی چنگاریوں میں مل جاؤں۔

۱۴۔ یا آنسو بن کر پلکوں کے سرے پر لٹک جاؤں اور اس بیوی کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں تو اور بھی اچھا ہے۔

۱۵۔ جس کا شوہر وطن کی محبت سے مجبور ہو کر زرہ میں ڈوبا ہوا لڑائی کے میدان کی طرف روانہ ہو۔

۱۶۔ اور یوی امید اور نا امیدی کی تصویر بنی ہوئی ہو اور جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرما رہی ہو۔

۱۷۔ شوہر کی رضامندی اس میں صبر کی طاقت پیدا کر دے۔ حیا کی وجہ سے خود تو چپ رہے لیکن اس کی نگاہیں بول رہی ہوں۔

۱۸۔ شوہر کی روانگی کے وقت اس کے پھول جیسے رخسار پیلے ہو جائیں اور جدائی کے غم سے اس کے حسن کی کشش اور بڑھ جائے۔

۱۹۔ وہ لاکھ ضبط کرے لیکن میں ٹپک ہی جاؤں اور اس کی آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھ کے کٹورے سے چھلک ہی پڑوں۔

۲۰۔ آنکھ سے ٹپکتے ہی مٹی میں مل جاؤں اور مٹی میں مل کر ہمیشگی کی زندگی پالوں اور پھر دنیا مجھ سے عشق کی جلن کا سبق لیتی رہے۔

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ؔ

۱۔ چشتی نے جس زمیں پہ پیغام حق سنایا نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا

۲۔ تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا

۱۔ میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

۳۔ یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا

۴۔ مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا

۲۔ میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے

۵۔ ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے پھر تاب دے کے جس نے چمکائے آسماں سے

۶۔ وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

۳۔ میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

۷۔ بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا ! نوح نبی کا آکر ٹھیرا جہاں سفینا

۸۔ رفعت ہے جس زمیں کی بام فلک کا زینا ۔ جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا

میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے

۱۔ جس سرزمین پر معین الدین چشتی نے خدا کا پیغام سنایا اور جس باغ میں نانک نے خدا کے ایک ہونے کا گیت گایا۔

۲۔ تاتاریوں نے جسے فتح کرنے کے بعد اپنا وطن بنایا اور جہاں اہل عرب عرب کے جنگلوں کو چھوڑ کر آئے میرا وطن وہی ہے۔

۳۔ جہاں کے علم و فلسفہ نے یونانیوں تک کو حیران کر دیا تھا اور جس نے پوری دنیا کو علم اور ہنر سکھایا تھا۔

۴۔ جس کی مٹی کو خدا نے سونے کی تاثیر بخشی تھی اور جس نے ترکوں کا دامن ہیروں سے بھر کر انھیں مالامال کر دیا تھا میرا وطن وہی ہے۔

۵۔ ایران سے جو بڑے بڑے پارسی آئے تھے اور جس سرزمین نے انھیں چمک دمک دیکر آسمان کے ستاروں کی طرح چمکا دیا تھا۔

۶۔ جس جگہ سے دنیا نے خدا کے ایک ہونے کا نغمہ سنا اور جہاں سے رسول اللہ کو ٹھنڈی ہوائیں آئیں میرا وہی وطن ہے۔

۷۔ جہاں کے باشندے موتیوں کے برابر ہیں اور جہاں کے پہاڑ کوہ طور ہیں کشتیٔ نوح جہاں آ کر ٹھہری تھی۔

۸۔ جس زمین کی بلندی آسمان کی چھت کا زینہ ہے اور جہاں کی زندگی گزارنا جنت میں زندگی گزارنے کے برابر ہے میرا وہی وطن ہے۔

نیا شوالہ

۱۔ سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے — تیرے صنم کدوں کے بت ہوگئے پرانے
۲۔ اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا — جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
۳۔ تنگ آ کے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا — واعظ کا وعظ چھوڑا چھوڑے ترے فسانے

۴۔ پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھکو ہر ذرہ دیوتا ہے

۵۔ آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں

۶۔ سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں

۷۔ دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں

۸۔ ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں

۹۔ شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

۱۔ اے برہمن! اگر تو برا نہ مانے تو یہ بات سچ سچ کہہ دوں کہ تیرے مندر کے بت پرانے ہو گئے ہیں۔

۲۔ اپنوں سے دشمنی کرنا تو نے بتوں سے سیکھا ہے۔ واعظ کو بھی خدا نے لڑنے جھگڑنے کا طریقہ سکھا دیا ہے۔

۳۔ آخر تنگ آ کر میں نے مسجد مندر دونوں چھوڑ دیے۔ واعظ کا وعظ اور تیرے مذہبی قصے سننے چھوڑ دیئے۔

۴۔ تو سمجھتا ہے کہ خدا پتھر کی مورتوں میں ہے لیکن میرے لئے وطن کی مٹی کا ذرہ ذرہ دیوتا ہے۔

۵۔ آ ایک بار پھر بے گانگی کے پردے اٹھا دیں۔ جدائی اور دوری کے نقش مٹا کر بچھڑے ہوؤں کو آپس میں ملا دیں۔

۶۔ ایک مدت سے دل کی بستی سونی پڑی ہوئی ہے۔ آ اس وطن میں ایک نیا عبادت خانہ تعمیر کر دیں۔

۷۔ دنیا بھر کے تیرتھوں سے اپنا تیرتھ اونچا ہو اور اس کے گنبد کی کلسی کو ہم آسمان سے ملا دیں۔

۸۔ ہر روز صبح کو ہم میٹھے میٹھے منتر گائیں اور سارے پجاریوں کو محبت

کی شراب پلادیں۔

۹۔ پجاریوں کے گیت دل کو طاقت اور سکون بخشنے والے ہیں اور زمین پر رہنے والے صرف محبت ہی کی وجہ سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

داغ

۱۔ عظمت غالب ہے اک مدت سے پیوندِ زمیں
مہدیٔ مجروح ہے شہرِ خموشاں کا مکیں!

۲۔ توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیر
چشمِ محفل میں ہے اب تک کیفِ صہبائے امیر

۳۔ آج لیکن ہم نوا سارا چمن ماتم میں ہے!
شمعِ روشن بجھ گئی بزمِ سخن ماتم میں ہے

۴۔ بلبلِ دلی نے باندھا اس چمن میں آشیاں
ہم نوا ہیں سب عنادل باغِ ہستی کے جہاں

۵۔ چل بسا داغ آہ میت اس کی زیبِ دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

۶۔ اب کہاں وہ بانکپن وہ شوخیٔ طرزِ بیاں
آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں

۷۔ تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے
لیلیٔ معنی وہاں بے پردہ یاں محمل میں ہے

۸۔ اب صبا سے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز
کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بلبل کا راز

۹۔ تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں!
آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں!

۱۰۔ اور دکھلائیں گے مضموں کی ہمیں باریکیاں
اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں

۱۱۔ تلخیٔ دوراں کے نقشے کھینچ کر رلوائیں گے
یا تخیل کی نئی دنیا ہمیں دکھلائیں گے

۱۲۔ اس چمن میں ہوں گے پیدا بلبلِ شیراز بھی
سینکڑوں ساحر بھی ہوں گے صاحبِ اعجاز بھی

۱۳۔ اٹھیں گے آذر ہزاروں شعر کے بت خانے سے
مے پلائیں گے نئے ساقی نئے پیمانے سے

۱۴۔ لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت
ہوں گی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

۱۵۔ ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون

۱۶۔ اشک کے دانے زمینِ شعر میں بوتا ہوں میں
تو بھی رو اے خاکِ دلی داغ کو روتا ہوں میں

۱۷۔ اے جہاں آباد اے سرمایۂ بزمِ سخن
ہو گیا پھر آج پامالِ خزاں تیرا چمن

۱۸۔ وہ گلِ رنگیں ترا رخصت مثالِ بو ہوا !
آہ خالی داغ سے کاشانۂ اردو ہوا

۱۹۔ تھی نہ شاید کچھ کشش ایسی وطن کی خاک میں
وہ مہِ کامل ہوا پنہاں دکن کی خاک میں

۲۰۔ اٹھ گئے ساقی جو تھے مے خانہ خالی رہ گیا
یادگارِ بزمِ دلی ایک حالی رہ گیا

۲۱۔ آرزو کو خون رلواتی ہے بیدادِ اجل

مارتا ہے تیر تاریکی میں صیادِ اجل

۲۲۔ کھل نہیں سکتی شکایت کے لئے لیکن زباں
ہے خزاں کا رنگ بھی وجہِ قیامِ گلستاں

۲۳۔ ایک ہی قانونِ عالمگیر کے ہیں سب اثر
بوئے گل کا باغ سے گلچیں کا دنیا سے سفر

۱۔ غالبؔ کو وفات پائے ایک زمانہ گزر چکا ہے اور میر مہدی مجروحؔ بھی قبرستان میں مقیم ہے۔

۲۔ اگرچہ اہلِ محفل کی آنکھوں میں امیر مینائیؔ کی شراب کا اثر ابھی تک باقی ہے لیکن موت نے امیرؔ کی صراحی بھی پردیس میں توڑ ڈالی۔

۳۔ اے ہم نوا آج سارا باغ ماتم میں ہے۔ روشن شمع کے بجھ جانے سے شاعری کی انجمن پر بھی ماتم چھا گیا۔

۴۔ دلی کے بلبل داغؔ نے اب اس باغ میں اپنا گھونسلا بنا لیا جہاں باغِ ہستی کے تمام بلبل اس کے ہم نوا ہیں۔

۵۔ افسوس داغؔ کا انتقال ہو گیا اور اس کی میت کندھوں کی زینت بن گئی۔ شاہ جہاں آباد کے آخری شاعر نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

۶۔ اب وہ بانکپن اور طرزِ بیاں کی وہ شوخی کہاں داغؔ کے بڑھاپے کے کافور میں بھی جوانی کی آگ چھپی ہوئی تھی۔

۷۔ وہ خواہش جو دوسروں کے دل میں ہوتی تھی داغؔ اپنے شعروں کی زبان میں کہہ دیتا تھا عشق کی سیلی کے لئے لوگوں کے دل اگرچہ محمل کی حیثیت رکھتے تھے لیکن داغؔ کی زبان پر وہ لیلیٰ جیسے پردے سے باہر نکل آئی تھی۔

۸۔ اب پھول کی خاموشی کا بھید بادِ صبا سے کون دریافت کرے گا اور اب باغ میں بلبل کے نالے کا راز کون سمجھے گا۔

۹۔ شعر کہتے وقت اس کی فکر کی بلند پروازی حقیقت سے غافل نہ ہوتی تھی۔ پرندہ گھونسلے سے اڑ کر بھی اپنی نظریں گھونسلے پر ہی جمائے رکھتا تھا۔

۱۰۔ یوں تو بہت سے ایسے شاعر بھی ہوں گے جو ہمیں اپنے مضامین کی باریکیاں دکھائیں گے اور اپنے فکر کی بلند پروازیوں سے بڑے بڑے نازک نکتے پیدا کریں گے۔

۱۱۔ زمانے کی تلخیوں کی تصویریں کھینچ کر ہمیں رلائیں گے اور ہمیں خیالوں کی نئی دنیا دکھائیں گے۔

۱۲۔ اس شعر و شاعری کے باغ میں حافظ شیرازی جیسے بلبل بھی پیدا ہوں گے۔ اور سینکڑوں جادوگر بھی ہوں گے۔

۱۳۔ شعر و شاعری کے بت خانے سے ہزاروں بت تراش بھی اٹھیں گے۔ نئے نئے پیالوں میں نئے نئے ساقی شراب پلائیں گے۔

۱۴۔ دل کی کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی جائیں گی اور جوانی کے خواب کی کئی تعبیریں بھی بیان کی جائیں گی۔

۱۵۔ لیکن عشق کی تصویر ہو بہو کون کھینچے گا۔ داغ ایسا تیرانداز چل بسا اب دل پر تیر کون چلائے گا۔

۱۶۔ میں شعر کی زمین میں آنسوؤں کے دانے بو رہا ہوں۔ اے دلی کی لڑکی تو بھی رو کیونکہ میں داغ کو رو رہا ہوں۔

۱۷۔ اے دہلی اور اے شاعری کی محفل کے سرمائے تیرا باغ آج پھر خزاں نے روند ڈالا۔

۱۸۔ تیرا وہ رنگین پھول خوشبو کی طرح اڑ گیا اور اردو کا گھر داغ

سے خالی ہو گیا۔

۱۹۔ دہلی کی مٹی میں شاید اس کے لئے کچھ زیادہ کشش نہ تھی ورنہ وہ چودھویں کا چاند یعنی داغ دکن کی مٹی میں دفن نہ ہوتا۔

۲۰۔ شراب پلانے والوں کے اٹھ جانے سے شراب خانہ خالی رہ گیا اب تو محفل کی یادگار کے طور پر صرف حالی باقی ہے۔

۲۱۔ موت کا شکاری اندھیرے میں تیر چلاتا ہے اور موت کا نکلنا آرزو کو خون دلواتا ہے۔

۲۲۔ پھر بھی شکایت کے لئے زبان نہیں کھل سکتی کیونکہ خزاں بھی باغ کے قائم رہنے کی ایک وجہ ہے۔

۲۳۔ پھول کی خوشبو کا باغ سے اور پھول توڑنے والے کا دنیا سے سفر کرنا ایک ہی عالمگیر قانون کے اثر ہیں یعنی موت سب کے لئے ناگزیر ہے۔

ابر

۱۔ اٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا

سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سربن کا!

۲۔ نہاں ہوا جو رخ مہر زیر دامن ابر

ہوائے سرد بھی آئی سوار توسن ابر

۳۔ گرج کا شور نہیں ہے خموش ہے یہ گھٹا

عجیب میکدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا

۴۔ چمن میں حکم نشاط مدام لائی ہے

قبائے گل میں گہر ٹانکنے کو آئی ہے

۵۔ وہ پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے جو

زمیں کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے اٹھے

۶۔ ہوا کے زور سے اُبھرا، بڑھا، اُڑا بادل
اُٹھی وہ اور گھٹا لو برس پڑا بادل

۷۔ عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا

۱۔ آج پھر مشرق سے کیا کالی گھٹا اٹھی اور پھر سرین کے پہاڑ نے سیاہ لباس پہن لیا۔

۲۔ بادل کے دامن کے نیچے جب سورج کا چہرہ چھپا تو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ابھی بادل کے گھوڑے پر سوار ہو کر آ گئی۔

۳۔ گرج کا کوئی شور نہیں اور گھٹا بالکل خاموش ہے گھٹا کیا ہے ایک عجیب و غریب شراب خانہ ہے جس میں مطلقاً شور نہیں ہے۔

۴۔ یہ گھٹا باغ میں ہمیشہ قائم رہنے والی خوشی کا پیغام لائی ہے برسے گی تو پھولوں کے لباس میں موتی ٹانک دے گی۔

۵۔ جو پھول سورج کی گرمی سے مرجھا رہے تھے پھر شاداب ہو گئے۔ جو زمین کی گود میں سو چکے تھے۔ جاگ اُٹھے یعنی دوبارہ کھل اٹھے۔

۶۔ بادل ہوا کے زور سے پہلے اُبھرا۔ پھر بڑھا اور پھر اڑنے لگا۔ لو وہ اور گھٹا اُٹھی اور بادل برسنا شروع ہو گیا۔

۷۔ پہاڑ کے درختوں نے بھی عجیب خیمہ بنا رکھا ہے۔ وادی میں سیر کرنے والوں کو اسی خیمے میں قیام کرنا چاہیئے۔

ایک پرندہ اور جگنو

۱۔ سرِ شام ایک مرغِ نغمہ پیرا کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا
۲۔ چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر اُڑا طائر اُسے جگنو سمجھ کر

۳۔ کہا جگنو نے او مرغِ نواریز　　نہ کر بے کس پہ منقارِ ہوس تیز
۴۔ تجھے جس نے چہک گل کو مہک دی　　اُسی اللہ نے مجھ کو چمک دی
۵۔ لباسِ نور میں مستور ہوں میں　　پتنگوں کے جہاں کا طور ہوں میں
۶۔ چہک تیری بہشتِ گوش اگر ہے　　چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے
۷۔ پروں کو میرے قدرت نے ضیا دی　　تجھے اُس نے صدائے دل ربا دی
۸۔ تری منقار کو گانا سکھایا　　مجھے گلزار کی مشعل بنایا
۹۔ چمک بخشی مجھے آواز تجھ کو　　دیا ہے سوز مجھ کو، ساز تجھ کو
۱۰۔ مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز　　جہاں میں ساز کا ہے ہم نشیں سوز
۱۱۔ قیامِ بزمِ ہستی ہے انھی سے　　ظہورِ اوج و پستی ہے انھی سے
۱۲۔ ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

۱۔ شام کے وقت ایک گانے والا پرندہ کسی ٹہنی پہ بیٹھا ہوا گا رہا تھا۔

۲۔ اس نے زمین پر ایک چمکتی ہوئی چیز دیکھی۔ اسے جگنو سمجھ کر وہ پرندہ اپنی ٹہنی پر سے اڑا اور اس کے پاس جا بیٹھا۔

۳۔ جگنو نے کہا کہ اے گانے والے پرندے مجھ بے سہارا پر اپنے لالچ کی چونچ تیز نہ کر۔

۴۔ جس خدا نے تجھے چہکنے اور پھول کو مہکنے کی نعمت دی ہے اسی نے مجھے بھی چمکنے کی طاقت بخشی ہے۔

۵۔ میں نے روشنی کے کپڑے پہن رکھے ہیں اور میں کیڑوں کی دنیا میں طور کے پہاڑ کا درجہ رکھتا ہوں۔

۶۔ تیرا گانا اگر کانوں کے لیے جنت ہے تو میری روشنی بھی

آنکھوں کے لئے بہشت ہے۔

۷۔ قدرت نے تیرے پروں کو روشنی اور مجھے دل کو موہ لینے والی آواز دی۔

۸۔ تیری چونچ کو اس نے اگر گانا سنایا ہے تو مجھے بھی باغ کا چراغ بنایا ہے۔

۹۔ مجھے چمک عطا ہوئی اور تجھے آواز۔ مجھے جلن دی گئی اور تجھے نغمہ۔

۱۰۔ لیکن جلن نغمے کی مخالف نہیں ہوتی دنیا میں جلن اور نغمے کا ساتھ ہے۔

۱۱۔ دنیا کی رعنائی اور تمام کمالی و زوال کے مظاہر ان دونوں کی وجہ ہی سے ہیں۔

۱۲۔ دنیا کی محفل کا اتحاد اور دنیا کے باغ کی بہار انھیں دونوں کے دم سے ہے۔

بچہ اور شمع

۱۔ کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلکِ پروانہ خو
شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو

۲۔ یہ مری آغوش میں بیٹھے ہوئے جنبش ہے کیا
روشنی سے کیا بغلگیری ہے تیرا مدعا

۳۔ اس نظارے سے ترا ننھا سا دل حیران ہے
یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے

۴۔ شمع اک شعلہ ہے لیکن تو سراپا نور ہے
آہ! اس محفل میں یہ عریاں ہے تو مستور ہے

۵۔ دستِ قدرت نے اسے کیا جانے کیوں ویراں کیا
تجھ کو خاکِ تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا

۶۔ نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی!
ہے غبارِ دیدۂ بینا حجابِ آگہی

۷۔ زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے غفلت ہے سرمستی ہے بیہوشی ہے یہ

۸۔ محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حسن
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن

۹۔ حسن کوہستاں کی ہیبتناک خاموشی میں ہے!
مہر کی ضو گستری شب کی سیہ پوشی میں ہے

۱۰۔ آسمانِ صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ!
شام کی ظلمت شفق کی گل فروشی میں ہے یہ

۱۱۔ عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار میں!
طفلکِ ناآشنا کی کوششِ گفتار میں

۱۲۔ ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے!
ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے

۱۳۔ چشمۂ کہسار میں دریا کی آزادی میں حسن!
شہر میں صحرا میں ویرانے میں آبادی میں حسن

۱۴۔ روح کو لیکن کسی گم گشتہ شے کی ہے ہوس
ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس

۱۵۔ حسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بیتاب ہے
زندگی اس کی مثالِ ماہیِ بے آب ہے

۱۔ اے پروانے کی خصلت رکھنے والے چھوٹے سے بچے ! کیا بات ہے تو شمع کو حیران ہو کر گھڑیوں کیوں دیکھتا رہتا ہے۔
۲۔ شمع کو دیکھتے ہی میری گود میں کیوں ہلنا جلنا شروع کرتا ہے۔ کیا تو روشنی سے بغلگیر ہونا چاہتا ہے۔
۳۔ شمع کو دیکھ کر تیرا ننھا سا دل حیران ہو گیا ہے۔ شاید یہ روشنی تو نے پہلے کبھی کہیں دیکھی ہوئی ہے اور اب اسے تو پہچان رہا ہے۔
۴۔ شمع ایک شعلہ ہے لیکن تو سراپا روشنی ہے لیکن دنیا کی انجمن میں شمع تو بے لباس ہے لیکن تو چھپا ہوا ہے۔
۵۔ قدرت کے ہاتھ نے نہ جانے شمع کو کیوں بے پردہ کیا اور تیری روشنی کو سیاہ مٹی کے فانوس میں چھپا دیا۔
۶۔ تیری روشنی احساس وجود کے پردے میں چھپ گئی۔ آگاہی کا پردہ دیکھنے والی آنکھ کے لیے حجاب ہے۔
۷۔ ہم جسے کہتے ہیں وہ ایک خواب ہے۔ غفلت ہے۔ سرمستی ہے اور بے ہوشی ہے اور اپنی حقیقت سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔
۸۔ قدرت کی محفل حسن کا ایک اتھاہ دریا ہے اگر آنکھ دیکھ سکے تو ہر قطرے میں حسن کا طوفان دکھائی دے۔
۹۔ پہاڑوں کی ڈراؤنی خاموشی میں سورج کی روشنی پھیلانے میں اور رات کے اندھیرے کا سیاہ لباس پہن لینے میں خوب صورتی ہے۔
۱۰۔ صبح کے وقت آسمان کے آئینے کی طرح شفاف اور شام کی سیاہی اور شفق کے پھول بکھیرنے میں بھی خوب صورتی ہے۔
۱۱۔ گزرے ہوئے زمانوں کے مٹتے ہوئے نشانوں اور بات چیت سے ناواقف بچے کے بولنے کی کوشش میں بھی خوب صورتی ہے۔
۱۲۔ باغ کے صحن میں رہنے والوں کے اکٹھے مل کر گانے اور

ننھے منے پرندوں کے گھونسلے بنانے میں بھی خوبصورتی ہے ۔

۱۳۔ پہاڑ کے چشمے دریا کی آزادی ۔ شہر جنگل ویرانے اور آبادی میں بھی خوب صورتی ہے ۔

۱۴۔ لیکن انسان کی روح کو کسی ایسی چیز کی تلاش ہے جو گم ہو چکی ہے ورنہ وہ اس دنیا کے جنگل میں قافلے کے گھنٹے کی طرح فریادی کیوں ہو ۔

۱۵۔ انسانی روح تو خوب صورتی کے اس خام جلوے میں بھی بے چین ہے اور اس کی بے چینی اس تجلی کی سی ہے جو پیمانے سے باہر ہو ۔

کنارِ راوی

۱۔ سکوتِ شام میں محوِ سرود ہے راوی
نہ پوچھ مجھ سے جو کیفیت ہے مرے دل کی

۲۔ پیامِ سجدہ کا یہ زیر و بم ہوا مجھ کو
جہاں تمام سوادِ حرم ہوا مجھ کو

۳۔ سرِ کنارۂ آبِ رواں کھڑا ہوں میں
خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں

۴۔ شرابِ سرخ سے رنگین ہوا ہے دامنِ شام
لئے ہے پیرِ فلک دستِ رعشہ دار میں جام

۵۔ عدم کو قافلۂ روز تیز گام چلا !!
شفق نہیں ہے، یہ سورج کے پھول ہیں گویا

۶۔ کھڑے ہیں دور وہ عظمت فزائے تنہائی
منارِ خواب گہِ شہسوارِ چغتائی !

۷۔ فسانۂ ستمِ انقلاب ہے یہ محل !
کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل

۸۔ مقام کیا ہے، سرود خموش ہے گویا
شجر یہ انجمن بے خروش ہے گویا

۹۔ رواں ہے سینۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز
ہوا ہے موج سے ملاح جس کا گرم ستیز

۱۰۔ سبک روی میں ہے مثلِ نگاہ یہ کشتی
نکل کے حلقۂ حدِ نظر سے دور گئی

۱۱۔ جہازِ زندگیٔ آدمی رواں ہے یونہیں
ابد کے بحر میں پیدا یونہیں نہاں ہو یونہیں

۱۲۔ شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

۱۔ شام کی خاموشی میں دریائے راوی گا رہا ہے اور اس وقت جو میرے دل کی حالت ہے مجھ سے نہ پوچھ۔

۲۔ گانے کے اونچے نیچے سُر مجھے پیغام دیتے ہیں کہ ساری دنیا تیرے لئے کعبے کے آس پاس کی زمین بن گئی ہے اس لئے سجدے میں گر جا۔

۳۔ اگرچہ میں چلتے ہوئے پانی کے کنارے کھڑا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ مجھے کچھ محسوس نہیں ہوتا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔

۴۔ شام کا دامن سُرخ شراب سے رنگین ہو چکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھا آسمان کانپتے ہوئے ہاتھوں میں شراب کا جام لئے ہوئے ہے۔

۵۔ تیز چلنے والے دن کا قافلہ عدم کو روانہ ہو گیا۔ شفق شفق نہیں سورج کے پھول معلوم ہوتے ہیں۔

۶۔ دورِ چغتائی شہنشاہ جہانگیر کے مقبرے کے مینار دکھائی دے رہے ہیں انہوں نے تنہائی کے اس نظارے کی عظمت بڑھا دی ہے۔

۷۔ یہ مقام زمانے کی گردش کے ظلم و ستم کی کہانی معلوم ہوتا ہے۔ اور گزرے ہوئے زمانے کے واقعات کی ایک کتاب کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

۸۔ مقام کیا یہ تو ایک خاموش گیت ہے جسے آس پاس کے درخت چپ چاپ سن رہے ہیں۔

۹۔ دریا کے ایک سینے پر یک کشتی تیزی سے چلی جا رہی ہے جس کے ملاح نے دریا کی لہروں سے زور آزمائی شروع کر رکھی ہے۔

۱۰۔ کشتی نگاہ کی طرح سبک رو ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظر کی حد کے حلقے سے دور نکل گئی۔

۱۱۔ انسانی زندگی کا جہاز بھی اسی طرح چل رہا ہے کبھی ابد کے سمندر میں ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی چھپ جاتا ہے

۱۲۔ اگرچہ یہ آنکھ سے اوجھل ہو جاتا ہے لیکن کبھی فنا نہیں ہوتا۔ کبھی ٹوٹتا یا ڈوبتا نہیں۔

التجائے مسافر

(بہ درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ دہلی)

۱۔ فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

۲۔ ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

۳۔ تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

۴۔ نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

۵۔ اگر سیاہ دلم، داغ لالہ زار توام
دگر کشادہ جبینم، گلِ بہار توام

۶۔ چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گل — ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو
۷۔ چلی ہے لیکے وطن کے نگار خانے سے — شرابِ عشق کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
۸۔ نظر ہے ابرِ کرم پر درختِ صحرا ہوں — کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو
۹۔ فلک نشیں صفتِ مہر ہوں زمانے میں — تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو
۱۰۔ مقام ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے — کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو
۱۱۔ مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے — کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ کو
۱۲۔ دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر — تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو
۱۳۔ بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے — چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجھ کو
۱۴۔ پھر آرکھوں قدم مادرِ پدر پہ جبیں — کیا جنھوں نے محبت کا رازداں مجھ کو
۱۵۔ وہ شمع بارگہِ خاندانِ مرتضوی — رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
۱۶۔ نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی — بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
۱۷۔ دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں — کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو
۱۸۔ وہ میرا یوسفِ ثانی وہ شمعِ محفلِ عشق — ہوئی ہے جس کی اخوت قرارِ جاں مجھ کو
۱۹۔ جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و تو — ہوائے عیش میں پالا کیا جواں مجھ کو
۲۰۔ ریاضِ دہر میں مانندِ گل رہے خنداں — کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھ کو

۲۱۔ شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

۱۔ فرشتے جس کا ورد کرتے ہیں وہ تیرا ہی نام ہے۔ تیری بارگاہ بہت اونچی ہے اور تیرا نشیمن بام ہے۔

۲۔ تیرا نظام بھی نظامِ شمسی کی طرح ہے اور ان عشق کے ستاروں کو

تیری کشش ہی نے قائم رکھا ہے۔

۳۔ تیری قبر کی زیارت سے دل کو زندگی ملتی ہے۔ تیرا مرتبہ مسیح اور خضر سے بھی بلند ہے۔

۴۔ تیری محبت میں محبوبا کا رنگ چھپا ہوا ہے تیری شان اور عزت بہت بڑی ہے۔

۵۔ اگر میرا دل سیاہ ہے تو میں تیرے لالہ زار کا داغ ہوں اور اگر میری پیشانی ہنس مکھ ہے تو میں تیری بہار کا پھول ہوں۔

۶۔ میں وطن کے باغ کو پھول کی خوشبو کی طرح چھوڑ کر نکلا ہوں اور مجھے اپنے صبر کا امتحان مقصود ہے۔

۷۔ عشق کی شراب کی لذت مجھے کھینچتی ہوئی وطن کے نگار خانے سے باہر لے چلی ہے۔

۸۔ میری نظر رحمت کے بادل پر ہے میں جنگل کا درخت ہوں۔ خدا نے مجھے باغبان کا محتاج نہیں کیا۔

۹۔ میرے لئے دعا کر کہ مجھے وہ زینہ عطا ہو کہ آسمان پر بیٹھ کر سورج کی طرح دنیا کے لئے روشنی کا سامان بن جاؤں۔

۱۰۔ میں اپنے ساتھیوں سے اس قدر آگے نکل جاؤں کہ قافلہ مجھے اپنی منزل مقصود سمجھنے لگے۔

۱۱۔ میرے قلم کی زبان سے کسی کا دل نہ دکھے اور آسمان کے نیچے مجھے کسی سے شکایت نہ ہو۔

۱۲۔ خدا کرے تیری بارگاہ سے مجھے فریاد کا ایسا طریقہ ملے جس کا اثر لوگوں کے دلوں کو شانے کی طرح چاک کر ڈالے۔

۱۳۔ باغ میں گھاس پھوس چن چن کر میں نے جو گھونسلا بنایا تھا وہ مجھے پھر دکھائی دے۔

۱۴۔ میں پھر اپنے ماں باپ کے قدموں پر اپنی پیشانی رکھ دوں جنہوں نے مجھے محبت کا سبق سکھایا۔

۱۵۔ حضرت علیؓ کی وہ شمع بارگاہ جس کا آستانہ میرے لئے کعبے کی طرح قابلِ تعظیم رہے گا۔

۱۶۔ جس کے دم سے میری آرزو کی کلی کھلی اور جس کے احسان نے مجھے نکتہ داں بنایا۔

۱۷۔ میرے حق میں یہ دعا کر کہ خدا مجھے پھر اس کی زیادت سے خوش بخشے۔

۱۸۔ وہ میرا یوسفِ ثانی اور وہ عشق کی محفل کا چراغ جس کی محبت میرے بیان کے لئے قرار کا باعث ہے۔

۱۹۔ جس کی محبت نے دوئی کے امتیاز کو مٹا کر مجھے عیش کی فضا میں پالا اور جوان کیا۔

۲۰۔ وہ زمانے کے باغ میں پھول کی طرح ہنستا رہے کیونکہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر پیارا ہے۔

۲۱۔ خدا کرے میرے دل کی کلی کھل کر پھول بن جائے اور اس مسافر کی یہ درخواست قبول ہو جائے۔

غزلیات

۱۔ گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

۲۔ آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ دم دے نہ جائے ہستیِ ناپائدار دیکھ

۳۔ مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں تو میرا شوق دیکھ مرا انتظار دیکھ

۴۔ کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گذر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

۵۔ نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

۶۔ تمہارے پیامی نے سب راز کھولا — خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی
۷۔ بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا — تری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی
۸۔ تامل تو تھا اُن کو آنے میں قاصد — مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی
۹۔ کھینچے خود بخود جانبِ طور موسیٰؑ — کشش تیری اے ذوقِ دیدار کیا تھی

۱۰۔ کہیں ذکر رہتا ہے اقبالؔ تیرا
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی

۱۱۔ عجب واعظ کی دینداری ہے یارب — عداوت ہے اسے سارے جہاں سے
۱۲۔ کوئی اب تک نہیں سمجھا کہ انساں — کہاں جاتا ہے آتا ہے کہاں سے
۱۳۔ وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے — چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے
۱۴۔ ہم اپنی دردمندی کا فسانہ — سُنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے

۱۵۔ بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

۱۶۔ لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لیے — بجلیاں بیتاب ہوں جن کو جلانے کے لیے
۱۷۔ وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے — میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے
۱۸۔ آنکھ ملاتی ہے ہفتاد و ملت سے تری — ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کے لیے
۱۹۔ دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں — لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لیے
۲۰۔ جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تو — آ ہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لیے
۲۱۔ پاس تھا ناکامیِ صیاد کا اے ہم صفیر! — ورنہ میں اور اُڑ کے آتا ایک دانے کے لیے

۲۲۔ اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
آہ! یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے

۲۳۔ کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا — اور اسیرِ حلقۂ دامِ ہوا کیونکر ہوا
۲۴۔ جائے حیرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں میں — مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا
۲۵۔ کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر — کیا خبر تجھ کو اے دل فیصلہ کیونکر ہوا

۲۶۔ ہے طلب بے مدعا ہونے کی بھی اک مدعا
مرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا

۲۷۔ دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے
پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا

۲۸۔ حسنِ کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب
وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خودنما کیونکر ہوا

۲۹۔ موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق
چارہ گر دیوانہ ہے میں لا دوا کیونکر ہوا

۳۰۔ پرسشِ اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ کیا ہوا کیونکر ہوا

۳۱۔ تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گل
ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا

۳۲۔ میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا

۳۳۔ جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں، زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

۳۴۔ حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

۳۵۔ اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جا ملتا جبینوں میں

۳۶۔ کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

۳۷۔ مہینے وصل کی گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے تھے
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

۳۸۔ مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہے ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

۳۹۔ چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے !

۴۰۔ جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

۴۱۔ تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

۴۲۔ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

۴۳۔ ترستی ہے نگاہِ نارسا جن کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

۴۴۔ کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

۴۵۔ محبت کے لیے ڈھونڈھو کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

۴۶۔ سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

۴۷۔ پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

۴۸۔ نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا!
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

۴۹۔ خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا!
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

۵۰۔ برا سمجھوں انہیں مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبالؔ اپنے نکتہ چینوں میں

۵۱۔ ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں — مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

۵۲۔ ستم ہو کہ وعدہ بے حجابی — کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں

۵۳۔ یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو — کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

۵۴۔ ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا — وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

۵۵۔ کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہل محفل — چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

۵۶۔ بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

۵۷۔ کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے — نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

۵۸۔ بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ — خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

۵۹۔ مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی — جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

۶۰۔ مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا — جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے

۶۱۔ کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے — جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

۶۲۔ سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے — یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

۶۳۔ تمیز لالہ و گل سے ہے نالۂ بلبل — جہاں میں وا نہ کوئی چشم امتیاز کرے

۶۴۔ غرور زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو — کہ بندگان خدا پر زباں دراز کرے

۶۵۔ ہوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبال
اڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

۱۔ اس دنیا کو غیروں کی طرح نہ دیکھ۔ یہ دیکھنے کی چیز ہے اسے بار بار غور سے دیکھو۔

۲۔ تیری عمر کی مدت بہت تھوڑی ہے۔ دیکھ تیری یہ زندگی کہیں تجھے دھوکا نہ دے جائے۔

۳۔ اے خدا میں مانتا ہوں کہ میں ناچیز اس قابل نہیں ہوں کہ تیری

تجلی دیکھ سکوں لیکن تو میری پاکیزہ محبت اور سچی لگن کو تو دیکھ۔

۴۔ اگر تو غور و فکر سے کام لے تو ہر چیز میں تجھے خدا کا جلوہ دکھائی دے سکتا ہے۔

۵۔ اگر آپ آنا نہیں چاہتے تھے تو نہ آتے اس میں جھگڑے کی کیا بات تھی لیکن کم از کم آنے کا وعدہ تو کر لیتے۔

۶۔ تمہارے پیغام لانے والے نے عشق کا سارا بھید کھول دیا اس میں عفو، میری تو کوئی غلطی نہیں۔

۷۔ تیری آنکھ مست ہونے کے باوجود کیسی ہوشیار تھی کہ اس نے بھری محفل میں اپنے چاہنے والے کو تاڑ لیا۔

۸۔ اے قاصد! یہ تو ظاہر ہے کہ وہ یہاں آنے میں ہچکچا رہے تھے لیکن یہ تو بتا ان کے انکار کرنے کا طریقہ کیا تھا۔

۹۔ موسیٰ اپنے آپ ہی طور کے پہاڑ کی طرف کھنچتے گئے اے محبوب کے جلوہ دیکھنے کے شوق! تجھ میں بھی کیسی کشش تھی۔

۱۰۔ اے اقبال کسی کی محفل میں تیرا ذکر ہوتا رہتا ہے تیری باتیں کیا تھیں بالکل جادو تھا۔

۱۱۔ خدایا واعظ کی دینداری بھی عجیب ہے اسے ساری دنیا سے دشمنی ہے۔

۱۲۔ کوئی شخص یہ حقیقت نہیں جان سکا کہ آدمی آخر کس جگہ سے آتا ہے اور کہاں چلا جاتا ہے۔

۱۳۔ جس خدا کی طرف سے ستارے کو روشنی ملی ہے اس نے رات کو اندھیرا بھی عطا کیا ہے۔

۱۴۔ جو شخص ہماری محبت کے سب بھید جانتا ہے ہم اس کی زبان سے اپنے دکھوں کی کہانی سنا کرتے ہیں۔

۱۵- واعظ کی چالیں بڑی باریک ہیں اپنی پرہیزگاری کے دکھاوے کے لئے وہ اذان کی آواز سن کر بھی کانپ جاتا ہے۔

۱۶- اپنے گھونسلے کے لئے میں وہ تنکے کہاں سے لاؤں جن میں بجلیوں سے جل جانے کی صلاحیت موجود ہو۔

۱۷- میری ناکامی کتنی افسوسناک ہے کہ میں نے جس ٹہنی پر بھی گھونسلہ بنانا چاہا آسمان نے اسے توڑ کر نیچے پھینک دیا۔

۱۸- مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے تیری آنکھ مل جاتی ہے اور تیرا ایک پیمانہ سارے زمانے کے لئے ہے۔

۱۹- اپنے دل میں کوئی اس طرح کی خواہش پیدا کر دوں کہ آسمان میرے مٹانے کے لئے بے چین ہو جائے۔

۲۰- تو پہلے دانے چن کر تنکے کا ڈھیر تو جمع کر لے کوئی نہ کوئی بجلی اسے پھونکنے کے لئے آ ہی جائے گی۔

۲۱- اے ہمدم! اگر میں پھندے میں پھنس گیا تو اس لئے نہیں کہ میں دانے کا بھوکا تھا بلکہ مجھے صیاد کی خاطر منظور تھی

۲۲- اس باغ میں دل کے پنچھی کو آزادی سے گیت نہیں گانے چاہئیں کیونکہ اس باغ کی فضا ان کے لئے مناسب نہیں۔

۲۳- کیا بتاؤں کہ میں اپنے باغ سے کس طرح نکلا اور کیسے ہوس اور طمع کے جال میں پھنس گیا۔

۲۴- حیرانی کی بات ہے کہ میں جو سارے زمانے سے برا ہوں سب مجھے اشرف المخلوقات ہونے کی عزت کس طرح بخشی گئی۔

۲۵- خدا اور موسیٰ کا معاملہ اتنا ہے کہ دیکھنے اور دکھانے کا تقاضا ہو رہا تھا اے دل تو کیا جانے کہ اس قصے کا فیصلہ کس بنا پر ہوا۔

۲۶- انسان کا دل کسی حال میں بھی طلب کے جذبے سے خالی

نہیں ہوسکتا اگر وہ یہ دعا کرے کہ خدایا میرے دل کو طلب سے پاک کردے تو یہ بھی درپردہ طلب ہے اس لئے انسانی دل تمنا کے جال سے نکل نہیں سکتا

۲۷۔ جو لوگ تیرے سچے عاشق ہیں وہ تجھے اس دنیا میں بھی دیکھ لیتے ہیں اس لئے ان کے واسطے قیامت کے دن دیدار کا وعدہ تکلیف دہ نہیں ہوسکتا۔

۲۸۔ نورِ مطلق تو پردوں میں چھپا ہوا تھا پھر اس نے اپنے آپ کو ظاہر کیوں کر دیا۔ کہیں اس بے پردگی کی وجہ یہ تو نہیں کہ حسن جب کمال تک پہنچ جائے تو چھپا رہ ہی نہیں سکتا۔

۲۹۔ معالج اگر یہ کہتا ہے کہ جدائی کا درد لادوا ہے تو وہ دیوانہ ہے کیونکہ اگر تمام علاج بے کار بھی ہوجائیں تو موت کا نسخہ تو استعمال ہوسکتا ہے۔

۳۰۔ جب اس دنیا میں سب کچھ خدا کے حکم سے ہوتا ہے تو پھر کیا مجھے بدنام کرنے کی غرض ہی سے میرے اعمال کا حساب لیا گیا۔

۳۱۔ اے سبق حاصل کرنے والی آنکھ تو نے کبھی اس پر غور کیا کہ پھول نے مٹی سے پیدا ہوکر رنگین لباس کیسے حاصل کرلیا۔

۳۲۔ اب یہ کیا کہوں کہ میرا اپنے محبوب سے سامنا کس طرح ہوا۔ سامنا ہوتے ہی میں مٹ گیا لیکن میرے یہ مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھا۔

۳۳۔ جنھیں میں آسمانوں اور زمینوں میں تلاش کررہا تھا وہ تو میرے دل کے اندھیرے گھر کے رہنے والوں میں نکلے۔

۳۴۔ جب حقیقت ظاہر ہوگئی تو محبوب حقیقی دل کے مکان ہی میں رونق افروز نکلا۔

۳۵۔ اگر کعبے کی چوکھٹ کا پتھر سجدہ کرنے کی لذت کو جانتا ہے

کہ تو خود کبھی لیلیٰ کی طرح کجاوے کی رونق ہے۔

۳۸۔ اے ملاح تو مجھے ڈوبنے سے کس طرح بچالے گا کیونکہ جن کو ڈوبنا ہے وہ تو کشتیوں میں بیٹھے بیٹھے بھی ڈوب جاتے ہیں۔

۳۹۔ جس نے اپنے حسن کو موسیٰ سے چھپائے رکھا اسی حسین کا جلوہ نازنینوں میں ظاہر ہو رہا ہے۔

۴۰۔ خدایا ان دل والوں کے سینے میں آخر کیا چیز چھپی ہوتی ہے کہ ان کی سانس کی لہر سے بجھی ہوئی شمع بھی روشن ہو جاتی ہے۔

۴۱۔ اگر تجھے دل کے درد کی خواہش ہے تو فقیر دل کی خدمت کر کیونکہ دردِ دل کا یہ موتی بادشاہوں کے خزانوں میں کبھی نہیں ملتا۔

۴۲۔ ان گدڑی پہننے والوں کا حال نہ پوچھ اگر ان سے تجھے عقیدت ہے تو اپنے دل کی آنکھ سے انھیں دیکھ تو دیکھے گا کہ وہ موسیٰ کی طرح اپنی آستینوں میں ید بیضا کا معجزہ لئے ہوئے ہیں۔

۴۳۔ جس حسن کا نظارہ کرنے کے لئے مادہ پرستوں کی نگاہیں ترس رہی ہیں اس کا جلوہ انھیں تنہائی میں بیٹھنے والوں میں نظر آسکتا ہے۔

۴۴۔ کسی ایسے گنہگار رند سے اپنے دل کا کھلیان جلادے کہ قیامت کے دن چمکنے والا سورج بھی تجھ سے گرمی مانگے

۴۵۔ محبت کے لئے کوئی ٹوٹنے والا دل تلاش کر کیونکہ یہ تو وہ شراب ہے جسے نازک شیشوں ہی میں رکھا جاتا ہے۔

۴۶۔ اے دل بھلا دنیا کے حسینوں میں کوئی حسین ایسا بھی ہے کہ جس کے حسن کا عاشق سر سے پاؤں تک خود حسن بن جائے۔

۴۷۔ جب رسول اللہ نے کہا کہ ہم نے تجھے اس طرح نہ پہچانا جیسے پہچاننے کا حق تھا تو اللہ اس ادا پر پھڑک اٹھا اور آپ کا مرتبہ

سب حسینوں سے بلند کر دیا۔

۴۸۔ فلسفی اور حکیم جیسے باریک بین ایک مدت سے تیرے چرچا کر رہے ہیں کبھی ظاہر ہو کر انہیں اپنے حسن کی جھلک دکھا۔

۴۹۔ اے دل چپ ہو جا بھری محفل میں شور کرنا مناسب نہیں۔ عشق کے سلیقوں میں ادب پہلی شرط ہے۔

۵۰۔ اے اقبال میں اپنے نکتہ چینیوں کو برا سمجھوں مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں تو خود بھی اپنے اوپر نکتہ چینی کرتا رہتا ہوں۔

۵۱۔ میں تیرے عشق کی انتہا دیکھنا چاہتا ہوں ذرا میرا بھولپن تو دیکھو میں کیا دیکھنا چاہتا ہوں۔

۵۲۔ مجھ پر ظلم کر یا چہرے سے نقاب اٹھنے کا وعدہ ۔ کیا تو کوئی ایسی بات چاہتا ہوں جس سے میرے صبر کی آزمائش ہو سکے۔

۵۳۔ زاہدوں کی طرح مجھے جنت کی ضرورت نہیں۔ یہ زاہدوں ہی کو مبارک ہو میں تو تیرا دیدار کرنا چاہتا ہوں۔

۵۴۔ اگرچہ میں ننھا سا دل ہوں لیکن ایسا شوخ ہوں کہ تیری زبان سے وہی تو مجھے نہ دیکھ سکے گا سننا چاہتا ہوں جو تو نے موسیٰ کو اے خدا مجھے اپنا جلوہ دکھا کے جواب میں کہا تھا۔

۵۵ محفل والوں میں تو چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔ صبح کے چراغ کی طرح جلد ہی بجھنے والا ہوں۔

۵۶۔ میں نے بھری محفل میں تیری محبت کا چھپا ہوا بھید کھول دیا۔ مجھے میری اس گستاخی کی سزا ملنی چاہیے۔

۵۷۔ جب خدا بندہ دل پر کرم کی طرف مائل ہو تو پھر بندہ اپنی عاجزی پر کیوں نہ فخر کرے۔

۵۸۔ اے واعظ تو نے خدا کو عرش پر بٹھا رکھا ہے آخر ایسا بھی

خدا کیا چاہتا ہے بندوں سے پرہیز کرے۔

۵۹۔ اے ساقی! میں تو اس شراب نوشی کو شراب نوشی ہی خیال نہیں کرتا جو ہوشیاری اور مستی میں فرق کرے۔

۶۰۔ اپنے کان ہمیشہ اپنے دل پر لگائے رکھ کیونکہ یہ ایسا ساز ہے کہ اگر ٹوٹ جائے تو اس سے راز کے نغمے نکلتے ہیں۔

۶۱۔ کوئی واعظ سے پوچھے کہ اگر وہ بے نیاز (خدا) بے عملوں کو بھی اپنی رحمت کے پردے میں چھپا دے تو اس کا کیا نقصان ہوتا ہے

۶۲۔ خدایا شاعری میں سوز کہاں سے آتا ہے یہ تو ایسی چیز ہے کہ پتھر کو بھی پگھلا دے۔

۶۳۔ بلبل کے نالوں کی وجہ یہ ہے کہ وہ لالہ اور گلاب کے پھولوں میں امتیاز کرتی ہے اسے صرف گلاب کے پھول سے محبت ہے اس دنیا میں جو آنکھ بھی بلبل کی طرح امتیاز میں مبتلا ہوگی اسے چین نہیں مل سکے گا۔

۶۴۔ واعظ کو اپنی پرہیزگاری پر غرور ہے اور اسی غرور کی وجہ سے وہ خدا کے بندوں کے خلاف زبان درازی کرتا ہے۔

۶۵۔ کاش ہندوستان سے کوئی ایسی ہوا چلے جو اے اقبال مجھے اڑا کر حجاز کے رستے کا غبار بنا دے۔

حصّہ دوئم

محبت

۱۔ عروس شب کی زلفیں تھیں ابھی نا آشنا خم سے

ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذّتِ رم سے

۱۔ قمر اپنے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا!
نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلم سے

۲۔ ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا
مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

۴۔ کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتدا گویا
ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشمِ خاتم سے

۵۔ سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا!
صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے

۶۔ لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ
چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے

۷۔ نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی
وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے

۸۔ بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب
تمنائے دلی بر آئی آخر سعیِ پیہم سے

۹۔ پھرایا فکرِ اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں
چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہِ حق کے محرم سے

۱۰۔ چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے

۱۱۔ تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی!
حرارت لی نفس ہائے مسیحِ ابنِ مریم سے

۱۲۔ ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی
ملک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے

۱۳۔ پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں
مرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے
۱۴۔ مہوس نے یہ پانی ہستی ناچیز پر چھڑکا
گرہ کھولی ہنر نے اس کے گویا کارِ عالم سے
۱۵۔ ہوئی جنبش عیاں ذروں نے لطفِ خواب کو چھوڑا
گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے
۱۶۔ خرامِ ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

۱۔ رات کی دلہن کی زلفیں ابھی پیچ و خم سے ناواقف تھیں اور ستاروں کی گردش ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔
۲۔ چاند اپنے نئے لباس میں اجنبی سا دکھائی دیتا تھا اور ابھی اسے گردش کا قانون معلوم نہیں ہوا تھا۔
۳۔ ابھی دنیا وجود کے اندھیرے گھر سے نئی نئی پیدا ہوئی تھی اور ابھی دنیا کی وسعت میں زندہ رہنے کا شوق چھپا ہوا تھا۔
۴۔ ہستی کے نظم کا کمال ابھی شروع ہو رہا تھا اور انگوٹھی کی آنکھ سے ابھی نگینے کی خواہش تڑپ رہی تھی۔
۵۔ سنا ہے کہ عالم بالا میں ایک کیمیاگر رہتا تھا جس کے پاؤں کی مٹی کی پاکیزگی جمشید کے پیالے سے بڑھ کر تھی۔
۶۔ عرش کے پائے پر اکسیر کا ایک نسخہ لکھا ہوا تھا جسے فرشتے آدمی کی روح کی آنکھ سے چھپائے ہوئے تھے۔
۷۔ عالم بالا کا کیمیاگر اسی نسخے کی تاک میں لگا ہوا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ نسخہ اپنی تاثیر کے لحاظ سے اسم اعظم سے بھی بڑھ کر ہے۔

۸۔ آخر وہ تسبیح کرنے کے پیمانے عرش کی طرف بڑھا اور مسلسل کوشش کے بعد اس کے دل کی مراد پوری ہو گئی اور اسے وہ نسخہ معلوم ہو گیا۔

۹۔ نسخے کے اجزا کی جستجو میں وہ دنیا کے کونے کونے میں پھرا۔ وہ تو خدا کی بارگاہ کا راز داں تھا پھر اس کی نظروں سے کوئی چیز کس طرح چھپی رہ سکتی تھی۔

۱۰۔ اس نے ان اجزا کو اکٹھا کرنے کے لیے ستارے سے چمک مانگی۔ چاند سے جگر کا داغ لیا۔ اور رات کی بکھری ہوئی زلف سے تھوڑی سی سیاہی اڑائی۔

۱۱۔ اس نے بجلی سے تڑپ۔ حور سے پاکیزگی اور عیسیٰ کے سانس سے گرمی حاصل کی۔

۱۲۔ اس کے بعد اس نے خدا سے تھوڑی سی بے نیازی کی شان۔ شبنم سے عاجزی اور شبنم کی قسمت سے افتادگی مانگ لی۔

۱۳۔ پھر اس نے تمام اجزا کو امرت میں گھولا اور عرشِ اعظم کی طرف سے اس مرکب کو محبت کا نام دیا گیا۔

۱۴۔ کیمیا گری پیمانی اس کائنات پر چھڑکا جو ابھی ابھی پیدا ہوئی تھی اور اس کی اس کاریگری سے دنیا کی مشکلات دور ہو گئیں۔

۱۵۔ ایک حرکت سی پیدا ہوئی اور سوئے ہوئے ذرے جاگ اٹھے اور سب اپنے اپنے دوستوں سے گلے ملنے لگے۔

۱۶۔ سورج اور ستاروں نے بانکپن سے چلنا شروع کر دیا۔ غنچے چٹکنے لگے۔ اور لالے کے پھولوں کے داغ ظاہر ہو گئے۔

حقیقتِ حسن

۱۔ خدا نے حسن سے اک روز سوال کیا جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا

۱۔ ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا — شب دراز عدم کا فسانہ ہے دنیا
۲۔ ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی — وہی حسین ہے حقیقت زوال ہے جس کی
۴۔ کہیں قریب تھا یہ گفتگو قمر نے سنی — فلک پہ عام ہوئی اختر سحر نے سنی
۵۔ سحر نے تارے سے سنکر سنائی شبنم کو — فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو
۶۔ بھر آئے پھول کے آنسو پیام شبنم سے — کلی کا ننھا سا دل خون ہو گیا غم سے

۷۔ چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

۱۔ ایک دن حسن نے خدا سے سوال کیا کہ تو نے دنیا میں مجھے غیر فانی کیوں نہ بنایا۔

۲۔ خدا کی طرف سے جواب ملا کہ یہ دنیا تو تصویروں کا ایک گھر ہے اور یہ دنیا دراصل فنا کی لمبی رات کی ایک کہانی ہے۔

۳۔ چونکہ اس دنیا کی ہر چیز ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اس لئے یہاں وہی حسین ہے جو فنا ہو جائے۔

۴۔ چاند بھی کہیں قریب ہی تھا اس نے یہ بات چیت سن لی اور اس طرح یہ بات آسمان پہ عام ہو گئی اور صبح کے ستارے کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔

۵۔ صبح نے ستارے سے سن کر یہ بات شبنم کو بتا دی اس طرح آسمان کی بات زمین کے محرم تک پہنچ گئی۔

۶۔ اور جب شبنم نے یہ بات پھول سے بیان کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بیچاری کلی کا چھوٹا سا دل تو یہ سن کر غم سے خون ہو گیا۔

۷۔ بہار کا موسم باغ سے روتا ہوا چلا گیا۔ جوانی سیر کی غرض

آئی تھی لیکن اسے بھی ماتم کرتے ہوئے واپس جانا پڑا۔

پیام

۱. عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تپش سے آشنا — بزم کو مثلِ شمعِ بزم حاصلِ سوز و ساز دے

۲. شانِ کرم پہ ہے مدار عشقِ گرہ کشائے کا — دیر و حرم کی قید کیا جسکو وہ بے نیاز دے

۳. صورتِ شمعِ نور کی ملتی نہیں قبا اسے
جس کو خدا نہ دہر میں گریۂ جانگداز دے

۴. تارے میں وہ، قمر میں وہ، جلوہ گہِ سحر میں وہ — چشمِ نظارہ میں نہ تو سرمۂ امتیاز دے

۵. عشق بلند بال ہے رسم و رہِ نیاز سے — حسن ہے مستِ ناز اگر تو بھی جوابِ ناز دے

۶. پیرِ مغانِ فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیفِ غم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز دے

تجھ کو خبر نہیں ہے کیا؟ بزم کہن بدل گئی — اب نہ خدا کے واسطے ان کو مئے مجاز دے

۱۔ عشق نے تیرے دل میں سوز و تپش کا ذوق پیدا کر دیا ہے تو تجھے محفل کی شمع کی طرح محفل کو بھی سوز و گداز دینا چاہیے۔

۲۔ مشکلات کی گتھی سلجھانے والا عشق شانِ کریمی کا نتیجہ ہے۔ اس کے لئے مندر مسجد کی کوئی تخصیص نہیں۔ وہ بے نیاز (خدا) اسے جسے چاہے بخش دے۔

۳۔ شمع جیسا روشن لباس اسے نصیب نہیں ہوتا جسے خدا جان کو پگھلانے والی گریہ و زاری نہ دے۔

۴۔ اے دیکھنے والے تو اپنی آنکھ میں امتیاز کا سرمہ نہ لگا کیونکہ ستارے، چاند اور صبح کی جلوہ گاہ میں اسی ایک خدا کی روشنی ہے۔

۵۔ اگر حسن اپنے ناز میں مست ہے اور تو عاشق ہے تو تجھے بھی

حسن کو نازہی کی شکل میں جواب دینا چاہیئے۔

۶۔ اے پیر مغاں! فرنگی شراب سرور تو بے شک پیدا کرتی ہے لیکن جو مجھے درکار ہے اس میں وہ غم کی لذت نہیں ہے اس لیۓ مجھے تو گھر کی بنی ہوئی شراب ہی دے۔

۷۔ کیا تو نہیں جانتا کہ پرانی محفل بدل گئی ہے اور اب لوگوں کو مجازی نہیں حقیقی شراب کی ضرورت ہے۔ اس لیۓ انھیں وہی دے۔

سوامی رام تیرتھ

۱۔ ہم لغل دریا سے ہوا ہے قطرۂ بیتاب تو ‏ پہلے گوہر تھا اب گوہر نایاب تو

۲۔ آہ کھولا کس ادا سے تو نے راز رنگ و بو ‏ میں ابھی تک ہوں اسیر امتیاز رنگ و بو

۳۔ مٹ کے غوغا زندگی کا فتنۂ محشر بنا ‏ یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آذر بنا

۴۔ نفیس ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا ‏ لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الا اللہ کا

۵۔ چشم نابینا سے مخفی معنئ انجام ہے ‏ تھم گئی جس دم تڑپ سیماب سیم خام ہے

۶۔ توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

۱۔ اے بے چین قطرے تو دریا سے ہم آغوش ہو گیا ہے۔ جیتے جی تو موتی تو تھا ہی لیکن مر کر اب ایسا موتی بن گیا ہے جو کہیں نہیں مل سکتا۔

۲۔ آہ تو نے کس خوبی سے ظاہری فرق وامتیاز کا بھید کھولا لیکن میں ابھی تک رنگ و بو کے امتیاز میں قید ہوں۔

۳۔ زندگی کا شور ختم ہو کر قیامت کا شور بن گیا اور یہ چنگاری بجھ گئی تو اس سے آذر کا آتش کدہ پیدا ہو گیا۔

۴۔ جو لوگ اپنے آپ کو فنا کر دینے کے لیۓ آمادہ ہوں وہی خدا سے

ل سکتے ہیں۔

۵۔ جو آنکھ حقیقت کو نہ دیکھ سکے اس پر اپنے انجام کا بھید نہیں کھل سکتا۔ پارے کی تڑپ اور بے قراری ختم ہو جائے تو وہ خالص [illegible] رہ جائے گا۔

۶۔ زندگی کو مٹا دینا ابراہیم کے بت کو توڑنے کی طرح آسان ہے۔ تسنیمِ عشق کی مستی ہوش کی دوا ہے۔

طلبائے علی گڑھ کالج کے نام

۱۔ اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے — عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

۲۔ طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سن چکے ہو تم — یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

۳۔ آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں — کہتا تھا مورِ ناتواں لطفِ خرام اور ہے

۴۔ جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا — اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے

۵۔ موت ہے عیشِ جاوداں ذوقِ طلب اگر نہ ہو — گردشِ آدمی ہے اور گردشِ جام اور ہے

۶۔ شمعِ سحر یہ کہہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز — غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے

۷۔ بادہ ہے نیم رس ابھی شوق ہے نارسا ابھی
رہنے دو خم کے سر پہ تم خشتِ کلیسیا ابھی

۱۔ دوسروں سے میرا پیغام اگر مختلف ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں عشق کا دردمند ہوں۔

۲۔ جال میں پھنسے ہوئے پنچھیوں کی فریاد تو تم سن چکے ہو۔ چھت کی منڈیر پہ بیٹھے ہوئے پرندے کی فریاد بھی سنو کیونکہ اس کا اسلوب علیحدہ ہے۔

۳۔ پہاڑ سے یہ آواز آرہی تھی کہ زندگی کا بھید ایک جگہ ٹھہرا رہنے میں ہے لیکن مگر ود چیونٹی کا کہنا تھا کہ چلنے کا مزا ہی اور ہے۔

۴۔ حجاز کی انجمن کی رونق کعبے کی کشش کی وجہ سے ہے۔ دوسری قوموں کے مقام اور نظام سے ملت اسلامیہ کا مقام اور نظام مختلف ہے۔

۵۔ اگر تلاش کی خواہش نہ ہو تو ہمیشہ کا عیش بھی موت کے برابر ہے گردش میں پیالہ اور آدمی اگرچہ ایک ہیں لیکن دونوں کا مدعا الگ الگ ہے۔

۶۔ صبح کا چراغ بجھتے بجھتے یہ کہہ گیا کہ جلنے ہی سے زندگی بنتی ہے۔ یہ دنیا دکھاوے کا ایک غم خانہ ہے اور یہاں ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے لئے جلنا۔ تلاش اور طلب شرط ہے۔

۷۔ ابھی شراب میں نشہ کی کیفیت ادھوری ہے اور شوق کو ابھی پختگی کا انتہائی مقام نہیں ملا اس لئے بہتر یہی ہے کہ ابھی شراب کے منہ پر گرجے کی اینٹ رکھی رہنے دو یعنی فرنگی سرکار کے خلاف ابھی اقدام کرنے کا وقت نہیں آیا۔

اخترِ صبح

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا ملی نگاہ مگر فرصتِ نظر نہ ملی
ہوئی ہے زندہ دمِ آفتاب سے ہر شے اماں مجھی کو تہِ دامنِ سحر نہ ملی

بساط کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی
نفس حباب کا تابندگی شرارے کی

کہا یہ میں نے کہ اے زیورِ جبینِ سحر غمِ فنا ہے تجھے گنبدِ فلک سے اتر
ٹپک بلندیٔ گردوں سے ہمرہِ شبنم مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جاں پرور

میں باغباں ہوں محبت بہار ہے اس کی
بنا مثالِ ابد پائدار ہے اس کی

۱۔ صبح کا ستارہ رو رہا تھا کہ مجھے نگاہ تو ملی لیکن اس سے کام لینے کی فرصت نہ ملی۔

۲۔ سورج کے نکلنے سے ہر چیز زندہ ہو گئی ایک صرف مجھی کو صبح کے دامن کے نیچے پناہ نہ مل سکی۔

۳۔ بھلا صبح کے ستارے کی حیثیت ہی کیا ہے وہ تو بس بلبلے کی سانس یا چنگاری کی چمک ہے۔

۴۔ یہ سن کر کہا کہ اے صبح کے ماتھے کے زیور تجھے موت کا غم ستا رہا ہے تو آسمان کے گنبد سے ذرا نیچے اتر۔

۵۔ شبنم کے ساتھ آسمان کی بلندی سے ٹپک کر میرے شعر کے باغ میں آ جا جس کی فضا جان کو پالنے والی ہے۔

۶۔ یہ باغ کبھی ویران نہ ہوگا اور اس میں آ کر تجھے موت کے غم سے نجات مل جائے گی۔

کلی

۱۔ جب کھاتی ہے سحر عارضِ رنگیں اپنا — کھول دیتی ہے کلی سینۂ زریں اپنا

۲۔ جلوہ آشام ہے یہ صبح کے میخانے میں — زندگی اس کی ہے خورشید کے پیمانے میں

۳ — سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے

۴۔ مرے خورشید کبھی تو بھی اٹھا اپنی نقاب — بہر نظارہ تڑپتی ہے نگاہِ بیتاب

۵۔ تیرے جلوے کا نشیمن ہو مرے سینے میں — عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں

۶۔ زندگی ہو ترا نظارہ مرے دل کے لیے — روشنی ہو تری گہوارہ مرے دل کے لیے

۷۔ ذرہ ذرہ ہو مرا پھر طرب اندوزِ حیات — ہو عیاں جوہرِ اندیشہ میں پھر سوزِ حیات

۸۔ اپنے خورشید کا نظارہ کروں دور سے میں — صفتِ غنچہ ہم آغوش رہوں نور سے میں

۹۔ جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کر دوں!
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عریاں کر دوں

۱۔ جب صبح اپنا گلابی رخسار دکھلاتی ہے تو کلی اپنا سنہری سینہ کھول دیتی ہے۔

۲۔ یہ صبح کے شراب خانے میں جلووں کی شراب پینے لگتی ہے۔ اس کی زندگی سورج کے پیمانے پر موقوف ہے۔

۳۔ یہ سورج کے سامنے اپنا دل چیر کر رکھ دیتی ہے (کھل جاتی ہے) اور خوب سینہ چیرنے کے مزے لیتی ہے۔

۴۔ میرے سورج کبھی تو کبھی اپنے چہرے سے نقاب اٹھا میری بے چین نگاہیں تجھے دیکھنے کے لئے تڑپ رہی ہیں۔

۵۔ خدا کرے تیرا جلوہ میرے سینے میں آ بیٹھے اور تیرا عکس میرے آئینے میں آجائے۔

۶۔ تجھے دیکھتے رہنا ہی میرے دل کی زندگی ہو اور تیری روشنی میرے دل کے لئے بیکوڑے کا کام دے۔

۷۔ میرا ذرہ ذرہ پھر زندگی کا لطف اٹھائے اور میری فکر کے جوہروں میں پھر زندگی کا سوز ظاہر ہو۔

۸۔ دور ہی سے میں اپنے سورج کو دیکھوں اور کلی کی طرح روشنی سے بغل گیر رہوں۔

۹۔ اپنی بے چین جان کی حقیقت واضح کر دوں اور اپنے دل میں چھپے ہوئے خیالوں کو بے پردہ کر دوں۔

انسان

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے

۱۔ انسان کو راز جو بنایا — راز اس کی نگاہ سے چھپایا

۲۔ بے تاب ہے ذوق آگہی کا — کھلتا نہیں بھید زندگی کا

۳۔ حیرت آغاز و انتہا ہے
آئینے کے گھر میں اور کیا ہے

۴۔ ہے گرم خرام موج دریا — دریا سوئے بحر جادہ پیما

۵۔ بادل کو ہوا اڑا رہی ہے — شانوں پہ اٹھائے لا رہی ہے

۶۔ تارے مست شراب تقدیر — زندان فلک میں پا بہ زنجیر

۷۔ خورشید وہ عابد سحر خیز — لانے والا پیام "برخیز"

۸۔ مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر — پیتا ہے مے شفق کا ساغر

۹۔ لذت گیر وجود ہر شے — سرمست مے نمود ہر شے

۱۰۔ کوئی نہیں غمگسار انسان
کیا تلخ ہے روزگار انساں

۱۔ قدرت کا یہ عجیب ستم ہے کہ اس نے انسان کے دل میں بھید ڈھونڈنے کا جذبہ پیدا کیا اور اسی کا بھید اس کی نگاہوں سے چھپا دیا۔

۲۔ آگاہی کا ذوق بے چین ہے زندگی کے بھید کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

۳۔ شروع اور آخر حیرانی ہی حیرانی ہے آخر اس آئینے کے گھر میں حیرانی کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔

۴۔ دریا کی لہریں چلنے میں مگن ہیں اور دریا سمندر کی طرف چل رہا ہے۔

۵۔ بادل کو ہوا اپنے کندھے پر اڑائے لئے آرہی ہے۔

۶۔ ستاروں کے لئے گردش کی جو راہیں مقرر ہو چکی ہیں وہ ان پر اس طرح چلے جا رہے ہیں۔ جیسے ان کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہوں اور وہ ذرا ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔

۷۔ سورج وہ صبح کو اٹھنے والا عبادت گزار اور دنیا کے لئے اٹھ کھڑا ہونے کا پیغام لانے والا۔

۸۔ مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر شفق کی شراب کا ساغر ملتا ہے۔

۹۔ ہر چیز زندگی کے مزے اڑا رہی ہے اور ہر ایک اپنی نا قبش میں مست ہے۔

۱۰۔ ان میں سے کوئی بھی انسان کا ہمدرد نہیں۔ انسان کی زندگی بھی کتنی تلخ ہے۔

جلوۂ حسن

۱۔ جلوۂ حسن کہ ہے جس سے تمنا بیتاب
پالتا ہے جسے آغوشِ تخیل میں شباب

۲۔ ابدی بنتا ہے یہ عالم فانی جس سے
ایک افسانۂ رنگیں ہے جوانی جس سے

۳۔ جو سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا
منظر عالم حاضر سے گریزاں ہونا

۴۔ دور ہو جاتی ہے ادراک کی خامی جس سے
عقل کرتی ہے تاثر کی غلامی جس سے

۵۔ آہ! موجود بھی وہ حسن کہیں ہے کہ نہیں
خاتمِ دہر میں یا رب وہ نگیں ہے کہ نہیں

۱۔ وہ حسن کا جلوہ جس سے خواہش بے چین ہوتی ہے اور جسے جوانی

اپنے خیالوں کی گود میں پاتی ہے۔

۲۔ جس سے یہ فنا ہونے والی دنیا دائمی بنتی ہے اور جس کی وجہ سے جوانی ایک رنگین کہانی ہے۔

۳۔ جو ہمیں سوچ بچار کرنا سکھاتا ہے اور جس کے باعث ہم موجودہ دنیا کے نظارے سے بھاگتے ہیں۔

۴۔ جس سے عقل کی کمزوری دور ہو جاتی ہے اور جس کی وجہ سے عقل احساس کی غلام بن جاتی ہے۔

۵۔ آہ وہ حسن کہیں موجود بھی ہے یا نہیں۔ زمانے کی انگوٹھی میں وہ نگینہ جڑا ہوا ہے کہ نہیں۔

صقلیہ

(جزیرۂ سسلی)

۱۔ رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار

وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار!

۲۔ تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی!!

بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

۳۔ زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے

بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

۴۔ اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور

کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور

۵۔ مردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہوا

آدمی آزاد زنجیرِ توہم سے ہوا

۶۔ غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

۷۔ آہ! اے سسلی! سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

۸۔ زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے
تیری شمعوں سے تسلی بحر پیما کو رہے

۹۔ ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظر مدام
موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام

۱۰۔ تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

۱۱۔ نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد میں
داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد میں!

۱۲۔ آسماں نے دولت غرناطہ جب برباد کی!
ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی!

۱۳۔ غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا!!
چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

۱۴۔ ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے انداز بیاں

۱۵۔ درد اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درد ہوں
جس کی تو منزل تھا میں اس کارواں کی گرد ہوں

۱۶۔ رنگ تصویر کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے
قصہ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے!

۱۷۔ میں ترا تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا

خود یہاں روتا ہوں اوروں کو وہاں رلواؤں گا

۱۔ اے خون رونے والی آنکھ دل کھول کر خون رو لے۔ وہ عربوں کی اسلامی تہذیب کا مزار نظر آتا ہے۔

۲۔ کبھی یہاں اُن بیابان میں رہنے والوں کا ہنگامہ بپا تھا جن کی کشتیاں سمندر میں کھیلتی تھیں۔

۳۔ جن کی وجہ سے شہنشاہوں کے درباروں میں ہلچل تھی اور جب اپنی تلواریں میانوں سے باہر نکالتے تھے تو ہر طرف بجلیاں گرتی تھیں۔

۴۔ جن کا ظاہر ہونا ایک نئی دنیا کا پیغام تھا اور جن کی بے صبر تلوار پرانے زمانے کو کھا گئی۔

۵۔ جن کے قسم کا نعرہ سن کر مری ہوئی دنیا زندہ ہو گئی اور آدمی وہم کی زنجیر سے آزاد ہو گیا۔

۶۔ وہ تکبیر جس کے غلغلوں کی آواز سے کان اب تک لطف اُٹھا رہے ہیں کیا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔

۷۔ آہ اے سسلی! تیری وجہ سے سمندر کی شان ہے تو پانی کے اس جنگل میں رستہ دکھانے والے کی طرح ہے۔

۸۔ خدا کرے تو سمندر کے گال پر تل کی طرح خوب صورتی کی وجہ بنا رہے اور سمندر کا سفر کرنے والے کو تیری شمعیں اطمینان دیتی رہیں۔

۹۔ تیرا نظارہ مسافر کے لیے لطف کا باعث رہے اور سمندر کی موجیں تیرے کنارے کی چٹانوں پر ناچتی رہیں۔

۱۰۔ تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا مرکز تھا جس کا دنیا کو روشن کرنے والا حسن آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا تھا۔

۱۱۔ شیخ سعدی نے بغداد کی تباہی کا نوحہ لکھی داغ دہلوی نے دلی

کی تباہی پر خون کے آنسو بہائے۔

۱۲۔ جب آسمان نے غرناطہ کی سلطنت کو تباہ کیا تو ابن بدرون کے دکھ بھرے دل نے فریاد کی۔

۱۳۔ لیکن اے سسلی! تیرا ماتم اس اقبال کو بخشا گیا جس کی قسمت میں غم ہی غم ہے۔ گویا تیرے ماتم کے لئے قدرت نے وہ دل چن لیا جو تیری حالت سے واقف تھا۔

۱۴۔ تیرے ساحل کی خاموشی ایسا معلوم ہوتا ہے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ بتا تو سہی تیرے کھنڈروں میں آخر کس کی کہانی چھپی ہوئی ہے۔

۱۵۔ اپنا دکھ درد مجھے سنا کیونکہ میں بھی سر سے پاؤں تک درد ہی درد ہوں۔ جو قافلہ تجھ میں ٹھہرا رہا میں بھی اسی کی گرد ہوں۔

۱۶۔ ایک بار پھر پہلے زمانے کی تصویر میں رنگ بھر کر دکھا دے اور گزرے ہوئے زمانے کی کہانی سنا کر ایک مرتبہ پھر مجھے تڑپا دے۔

۱۷۔ میں تیرا تحفہ اپنے ساتھ ہندوستان میں لے جاؤں گا اور یہاں تو خود رو رہا ہوں لیکن وہاں پہنچ کر دوسروں کو رلاؤں گا۔

غزلیات

۱۔ زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہوا کی موج ہے رم کے سوا کچھ بھی نہیں

۲۔ گل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو مگر
شمع بولی، گریۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں

۳۔ راز ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھل گیا جس دم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں

۴۔ زائرین کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی

کیا عجیم کا تحفہ زمزمے کے سوا کچھ بھی نہیں

٥. الٰہی عقلِ خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے
اسے ہے سودائے بخیہ کاری مجھے سرِ پیرہن نہیں ہے

٦- ملا محبت کا سوز مجھ کو تو بولے صبحِ ازل فرشتے
مثالِ شمعِ مزار ہے تو تری کوئی انجمن نہیں ہے

٧. یہاں کہاں ہم نفس میسر یہ دیس ناآشنا ہے اے دل
وہ چیز تو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ چرخِ کہن نہیں ہے

٨- نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

٩. کہاں کا آنا کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے

١٠. مخزن سے کوئی اقبال جا کے میرا پیام کہہ دے
جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں انہیں مذاقِ سخن نہیں ہے

١١. زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا

١٢- جو موجِ دریا لگی یہ کہنے سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامان آرزو کا

١٣. نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکسِ سروِ کنارِ جو کا!

١٤- کوئی دل ایسا نظر نہ آیا، نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے، نگار خانہ ہے آرزو کا

١٥. کھلا یہ مرکر کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوس سراپا!

جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی، غبار تھا کوئے آرزو کا!

١٦- اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہو نہیں
نظر کو نظارے کی تمنا ہے دل کو سودا ہے جستجو کا

١٧- چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا اتنا بیدرد کیوں ہے انساں
تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا!

١٨- ریاضِ ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

١٩- تمام مضموں مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا

٢٠- سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

٢١- کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

٢٢- گیا ہے تقلید کا زمانہ مجاز رختِ سفر اٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا

٢٣- جو گھر سے اقبال دور ہوں میں، تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے
مثالِ گوہر وطن کی فرقت کمال ہے میری آبرو کا

٢٤- چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

٢٥- بلندی آسمانوں میں زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں افتادگی تیری کنارے میں

٢٦- شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی

چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

۱۷۔ جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
شجر میں، پھول میں، حیواں میں، پتھر میں، ستارے میں

۲۸۔ مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

۲۹۔ نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں، مَیں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں

۳۰۔ سکوں نا آشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے
تڑپ کس دل کی یارب چھپ کے آ بیٹھی ہے پارے میں

۳۱۔ صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

۳۲۔ یوں تو اے بزمِ جہاں دلکش تھے ہنگامے ترے
اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی

۳۳۔ پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مدتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی

۳۴۔ کس قدر اے مے! تجھے رسمِ حجاب آئی پسند
پردۂ انگور سے نکلی تو میناؤں میں تھی!

۳۵۔ حسن کی تاثیر پہ غالب نہ آسکتا تھا علم
اتنی نادانی جہاں کے سارے داناؤں میں تھی

۳۶ مَیں نے اقبال! یورپ میں اسے ڈھونڈا عبث
بات جو ہندوستاں کے ماہ سیماؤں میں تھی

۳۷۔ مثال پرتوِ مے طوفِ جام کرتے ہیں
یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

۳۸۔ خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم تری
شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

۳۹۔ نیا جہاں کوئی اے شمع ڈھونڈلے کہ یہاں
ستم کشِ تپشِ ناتمام کرتے ہیں

۴۰۔ بھلی ہے ہم نفسو! اس چمن میں خاموشی
کہ خوشنواؤں کو پابندِ دام کرتے ہیں

۴۱۔ غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی
حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں

۴۲۔ بھلا نبھے گی تری ہم سے کیوں کر اے واعظ
کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں

۴۳۔ الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا
کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

۴۴۔ جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبال
بُلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

۱۔ انسانی زندگی حقیقت دم کے سوا اور کچھ نہیں اور یہ دم بھی ہوا کی موج ہے اور ہوا کو کبھی قرار نہیں۔

۲۔ پھول کے نزدیک زندگی خوشی کا نام ہے لیکن شمع کے نقطۂ نظر سے یہ گریۂ غم کے سوا اور کچھ نہیں۔

۳۔ زندگی ایک راز ہے لیکن جو شخص زندگی کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ میرے سوا کائنات میں اور کسی شے کا کوئی

حقیقت نہیں ہے۔

۴۔ اے اقبال کعبے کی زیارت کرنے والے حاجیوں سے کوئی پوچھے کہ کعبے سے آبِ زمزم کے سوا اور کوئی چیز تحفہ کے طور پر ساتھ لانے کے قابل نہیں۔

۵۔ اے خدا میرے اندر عشقِ رسول کا تھوڑا سا رنگ پیدا کر دے۔ عقل مجھے دنیا کے کاروبار کی طرف مائل کر رہی ہے لیکن میں دنیا سے دور بھاگتا ہوں۔

۶۔ جب ازل کے روز مجھے محبت کی جلن عطا ہوئی تو فرشتے کہنے لگے کہ اے بندے تو تب کے چراغ کی طرح ہے تیری کوئی محفل نہیں ہے

۷۔ اے میرے دل! دنیا محبت ناآشنا ہے پیالہ کوئی درد نہیں مل سکتا تو مجھ سے ایسی چیز مانگ رہا ہے جو اس بوڑھے آسمان کے نیچے زمین پر کہیں نہیں ہے۔

۸۔ رسول نے قوم کا قلعہ پوری دنیا سے جدا گانہ بنایا ہے اس کی بنیاد وطنیت پر نہیں بلکہ رسالت کے عقیدے پر ہے۔

۹۔ دنیا اور آخرت میں فرق کرنا دھوکا ہے ہر چیز میں ہماری جھلک نمایاں ہے اگرچہ ہم مستقل طور پر کہیں نہیں رہتے۔

۱۰۔ اے اقبال مدیر مخزن سر شیخ عبدالقادر کو کوئی شخص میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ دنیا کی سر بلند قوموں کے افراد اپنا وقت شعر و شاعری میں ضائع نہیں کرتے۔

۱۱۔ میں انجمن میں خاموش ہوں لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرے دل میں قوم کو زندگی کا پیغام دینے کی خواہش نہیں ہے۔ جب میں قوم کو پیغام دوں گا تو اس شد و مد سے دوں گا کہ دنیا حیران رہ جائیگی۔

۱۲۔ جب دریا کی لہر کہنے لگی کہ میری شان سفر سے قائم ہے تو

موتی بولا میرے لئے سیپی کے اندر چھپا رہنا ہی عزت کا باعث ہے۔

۱۳۔ جن لوگوں کی طبیعت میں نیکی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں وہ ہزار تربیت کے باوجود نہیں سنور سکتے جب سر دے گے درخت کا جو عکس پانی میں نظر آتا ہے اس میں سرسبز ہونے کی قابلیت نہیں ہے۔

۱۴۔ میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کے دل میں کوئی نہ کوئی خواہش نہ سوئی ہوئی ہو۔ اے خدا یہ تیری دنیا گیا آرزو کا نگارخانہ ہے۔

۱۵۔ ہم جب مر گئے تو یہ معلوم ہوا کہ زندگی تمناؤں کا گورکھ دھندا تھی اور ہمارا جسم خاکی بھی دراصل آرزو کے کوچے کا غبار تھا۔

۱۶۔ اگر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے تو میں سر سے پاؤں تک تلاش کیوں بنا ہوا ہوں۔ میری نگاہوں کو دیکھنے کی تمنا اور دل کو تلاش کا جنون تو اسی امر کی دلیل ہے کہ تیرے نہ کچھ ضرور چھپا ہوا ہے۔

۱۷۔ باغ میں پھول چننے والے سے کلی کہتی تھی کہ انسان بھی کتنا ظالم ہے میرے مکھڑے کا لوٹنا اس کی نگاہوں میں مسکراہٹ کا باعث ہے۔

۱۸۔ زندگی کے باغ کے ذرے ذرے سے محبت کا جلوہ ظاہر ہے اگر تو پھول کی حقیقت پر بھی غور کرے تو تجھے معلوم ہوگا کہ رنگ اور بو نے آپس میں مل رہنے کا اقرار کر رکھا ہے۔

۱۹۔ میرے تمام مضمون پرانے ہیں اور میرا کلام شروع سے آخر تک غلطیوں سے بھرا پڑا ہے اگر کسی کو مجھ میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو یہ دراصل میرے نکتہ چیں کی خامی کا نتیجہ ہے۔

۲۰۔ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ میں شکر ادا کروں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تیری مہربانی بھی ظلم سے بڑھ کر ہے کیونکہ اے خدا تو نے مجھے ذرا سا دل عنایت کیا ہے اور وہ بھی آرزو کا فریب کھائے ہوئے ہے۔

۲۱۔ وحدت کا کمال اس کائنات میں اس حد تک ظاہر ہے کہ اگر

تو نشتر کی نوک سے پھول کی رگ کو چھیڑے تو مجھے یقین ہے اس سے انسان کے لہو کا قطرہ ٹپکے۔

۲۲۔ تقلید کا زمانہ ختم ہو گیا اب حجاز کو چاہیئے اپنا سر و سامان اٹھا کر چلا جائے کیونکہ جب حقیقت ظاہر ہو گی تو پھر بات کہنے کی تاب کسے ہو سکتی ہے۔

۲۳۔ اے اقبال اگر میں گھر سے دور ہوں تو میرے عزیزوں کو مغموم نہ ہونا چاہیئے کیونکہ میں بھی موتی کی طرح ہوں جو سیپی سے جدا ہو کر ہی عزت حاصل کرتا ہے۔

۲۴۔ اے خدا بجلی آگ اور چنگاری میں تیری ہی چمک، اور چاند سورج اور ستارے میں تیری ہی جھلک ہے۔

۲۵۔ آسمانوں کی بلندی اور زمینوں کی پستی میں بھی تو ہے۔ سمندر، دریا روانی اور ساحل میں آفتادگی بھی تیرے ہی دم سے ہے۔

۲۶۔ اگر مجھے اپنے دل کی بات کہنے کا شوق ہے تو شریعت کا قانون میرا گریبان کیوں پکڑے کیونکہ میں تو اپنا مطلب استعارے میں چھپا جاتا ہوں۔

۲۷۔ جو حقیقت انسان کو بیدار اور ہوشمند بناتی ہے وہی حقیقت درخت۔ پھول۔ حیوان، پتھر اور ستارے میں گہری نیند سو رہی ہے۔

۲۸۔ مجھے محبت کے آنسو کی تازگی نے پھونک ڈالا، پانی کی اس چھوٹی سی چنگاری میں قیامت کی آگ بھری ہوئی تھی۔

۲۹۔ مجھے آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی خواہش نہیں ہے میں تو وہ سوداگر ہوں جس نے گھاٹے ہی میں اپنا نفع دیکھا ہے۔

۳۰۔ تڑپتے رہنا ہی پارے کی زندگی ہے خدایا نامعلوم کس دل کی تڑپ اس میں چھپ کر آ بیٹھی ہے۔

۳۱۔ اے اقبال میں تو نہیں دیکھ سکتا کہ آواز سن کر چپ ہو گیا مجھ جدائی کے مارے میں غبار بار تجلی کا تقاضا کرنے کی تاب کہاں۔

۳۲۔ اے دنیا کی محفل یوں تو تیرے ہنگامے بڑے پُر لطف تھے لیکن ان تماشوں میں کچھ اداسی بھی تھی۔

۳۳۔ جو مٹی ایک مدت تک علم و دانش کے جنگلوں میں بھٹکتی رہی آخر اسے محبت کے کوچے میں آرام مل گیا۔

۳۴۔ اے شراب تجھے پردے کی رسم کتنی پسند آئی تو انگور کے پوٹے سے باہر آئی تو صراحیوں میں چھپ گئی۔

۳۵۔ علم حسن کی تاثیر پر غالب نہیں آسکتا۔ بڑے بڑے دانا بھی اس مقام پہ پہنچ کر چوک گئے۔

۳۶۔ اے اقبال ہندوستان کے حسینوں میں جو بات تھی میں اسے یورپ میں فضول ڈھونڈتا رہا۔

۳۷۔ شراب کے جلوے کی طرح ہم پیالے کا طواف کرتے ہیں۔ صبح شام ہماری یہی نماز ہے۔

۳۸۔ حضرت موسیٰ! خدا سے کلام کرنا صرف آپ ہی کی خصوصیت نہیں درخت اور پتھر بھی اس سے ہم کلام رہتے ہیں۔

۳۹۔ اے شمع اپنے لئے کوئی نئی دنیا تلاش کرلے کیونکہ اس دنیا میں تو ناتمام جلن کا ظلم سہنا پڑتا ہے۔

۴۰۔ اے ساتھیو! اس باغ میں خاموش رہنا ہی اچھا ہے کیونکہ یہاں عمدہ نغمے سنانے والوں کو جال میں قید کرلیا جاتا ہے۔

۴۱۔ جو لوگ شراب اس لئے پیتے ہیں کہ اس سے خوشی ملے وہ بھلا چیز کو حرام کرلیتے ہیں۔

۴۲۔ واعظ صاحب آپ کی ہم سے کیونکر نبھے گی ہم تو محبت کے

قاعدے کو عام کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ اسے محدود رکھنا چاہتے ہیں۔

۴۳۔ اے خدا ان گدڑی پہننے والے پیر و فقیروں میں کیا جادو ہوتا ہے کہ ایک ہی نظر سے جو اُن کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

۴۴۔ جب کبھی بے نمازوں کو نماز پڑھنے کا خیال آتا ہے تو اے اقبال مجھے بیت خانے سے بلا کر اپنا امام بنا لیتے ہیں۔

حصّہ سویم

بلادِ اسلامیہ

۱۔ سرزمین دلی کی مسجودِ دلِ غم دیدہ ہے
ذرے ذرے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے

۲۔ پاک اس اُجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں

۳۔ سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جنکی حکومت پر مدار

۴۔ دل کو تڑپاتی ہے ابتک گرمیٔ محفل کی یاد
جا چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

۵۔ ہے زیارت گاہ مسلم گو جہاں آباد بھی
اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی

۶۔ یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لئے سامان ناز
لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیب حجاز

۷۔ خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ارم

جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبر کے قدم

۸۔ جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما اِن کا مدفن ہے یہی

۹۔ ہے زمینِ قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور!
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور

۱۰۔ بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی!!
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

۱۱۔ قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے

۱۲۔ خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار!
مہدیٔ امت کی سطوت کا نشانِ پائیدار

۱۳۔ صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے

۱۴۔ نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے صدا

۱۵۔ اے مسلماں ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر!
سیکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر

۱۶۔ وہ زمیں ہے تو، مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰ!
دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا

۱۷۔ خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

۱۸۔ تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی!
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

١٩۔ نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے — جانشیں قیصر کے وارث مسندِ جم کے ہوئے

٢٠۔ ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام! — ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام

٢١۔ آہ! یثرب دیس ہے مسلم کا، تو ماویٰ ہے تو — نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو

جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
٢٢۔ صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

١۔ دلی کی سرزمین مغموم دل کی سجدہ گاہ ہے اس کے ذرّے ذرّے میں بزرگوں کا لہو سویا ہوا ہے۔

٢۔ اس اُجڑے ہوئے باغ کی زمین مقدس کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام کی بزرگی کی یہ خانقاہ ہے۔

٣۔ اس کی مٹی میں اُمّتِ اسلامیہ کے وہ تاجدار سوئے ہیں جن کی حکومت پہ دنیا کے انتظام کا انحصار تھا۔

٤۔ اس شہر کی شان و شوکت کی یاد اب تک دل کو تڑپاتی ہے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ تو باقی نہ رہا لیکن اس کی یاد اب تک باقی ہے۔

٥۔ اگرچہ دلی مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے لیکن بغداد بھی اس شرف کا حقدار ہے۔

٦۔ یہ وہ باغ تھا جس کے لئے لالۂ فخر کا سامان تھا وہی لالہ جسے اسلامی تہذیب کہتے ہیں۔

٧۔ اس بستی کی مٹی جنت کی آگو کیوں نہ ہو یہاں رسول اللہؐ کے جانشینوں کے قدم پڑتے رہے ہیں۔

٨۔ یہ وہی باغ ہے جس کی ایک کلی باغ کی برابری کرتی تھی اور جن بادشاہوں کا نام سن کر روما کانپ کانپ اٹھتا تھا وہ یہیں دفن ہیں۔

٩۔ قرطبہ کی سرزمین مسلمان کی آنکھوں کی روشنی ہے اور یہ کبھی یورپ کے اندھیرے میں طور کی شمع کی طرح روشن تھی۔

۱۰۔ یہ شمع بجھی تو ملتِ اسلامیہ کی محفل درہم برہم ہو گئی لیکن بجھتے بجھتے بھی موجودہ تہذیب کا چراغ جلا گئی۔

۱۱۔ قرطبہ کی سرزمین اس اسلامی تہذیب کی قبر ہے جس کی وجہ سے یورپ کے باغ میں انگور کی بیل کو تازگی حاصل ہوئی۔

۱۲۔ قسطنطنیہ کی سرزمین جو بادشاہوں کا شہر اور سلطان محمد فاتح کے بدلے کا ہمیشہ قائم رہنے والا نشان ہے۔

۱۳۔ یہ سرزمین بھی خاکِ کعبہ کی طرح مقدس ہے اور ان بادشاہوں کا آستانہ ہے جو رسول کی مسند سنبھالے رہے۔

۱۴۔ اس شہر کی ہوا پھول کی خوشبو کی طرح پاکیزہ ہے اور ایوب انصاری کے مزار سے یہ آواز آرہی ہے۔

۱۵۔ اے مسلمان یہ شہر ملتِ اسلامی کا دل ہے اور صدیوں کے کشت و خون کے بعد ہاتھ آیا ہے۔

۱۶۔ اے رسول کی آرام گاہ مدینہ منورہ تو ایسی پاک سرزمین ہے کہ کعبہ کبھی تجھے دیکھنے کو حج سے بڑھ کر خیال کرتا ہے۔

۱۷۔ تو اس کائنات کی انگوٹھی میں نگینے کی طرح چمک رہا ہے تیری ہی زمین میں ہماری عظمت پیدا ہوئی تھی۔

۱۸۔ اس بزرگ شہنشاہ یعنی حضرت رسول کو تجھی میں آرام ملا وہ شہنشاہ جس کے دامن میں دنیا کی قوموں نے پناہ لی۔

۱۹۔ اس ذاتِ پاک کے نام لیوا دنیا کے شہنشاہ بن گئے وہ قیصر کے جانشین ہیں اور انھیں جمشید کا تخت ملا۔

۲۰۔ اگر اسلامی قومیت کسی مقام کی پابند ہوتی تو اس کی بنیاد نہ ہندوستان بن سکتا نہ ایران اور نہ شام۔

۲۱۔ اے مدینہ منورہ صرف تو ہی ایسا مقام ہے جو اسلامی قومیت

کی بنیاد بن سکتا ہے تو مسلمان کا وطن اور اس کی پناہ گاہ ہے اور وہ نقطہ جسے احساسات کی شعاعوں کا نقطۂ جاذب قرار دیا جا سکتا ہے۔

۲۴۔ جب تک تو دنیا میں ہے ہم بھی باقی ہیں کیونکہ اگر صبح ہو گی تو اس باغ میں شبنم کے موتی بھی ہوں گے۔

نمودِ صبح

۱۔ ہو رہی ہے زیر دامانِ شفق سے آشکار — صبح یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار

۲۔ پا چکا فرصت درودِ فصلِ انجم سے سپہر — کشتِ خاور میں ہوا ہے آفتاب آئینہ کار

۳۔ آسماں سے آمدِ خورشید کی پا کر خبر — محملِ پروازِ شب باندھا سرِ دوشِ غبار

۴۔ شعلۂ خورشید گویا حاصل اس کھیتی کا ہے — بوئے تھے دہقانِ گردوں نے جو تاروں کے شرار

۵۔ ہے رواں نجمِ سحر جیسے عبادت خانے سے — سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار

۶۔ کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی — کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغِ آبدار

۷۔ مطلعِ خورشید میں مضمر ہے یوں مضمونِ صبح — جیسے خلوت گاہِ مینا میں شرابِ خوشگوار

۸۔ ہے تہِ دامانِ باد اختلاط انگیزِ صبح — شورشِ ناقوس آوازِ اذاں سے ہمکنار

جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج
۹۔ ہے ترنم ریز قانونِ سحر کا تار تار

۱۔ صبح جو رات اور دن کی کنواری بیٹی ہے اُفق کے دامن سے ظاہر ہو رہی ہے۔

۲۔ آسمان ستاروں کی فصل کاٹنے سے فرصت پا چکا اور مشرق کے کھیت میں سورج آئینے بونے لگا۔

۳۔ آسمان نے سورج کے آنے کی خبر سُن کر رات کی رخصت کا کجاوہ غبار کے کندھے پر باندھ دیا۔

۴۔ آسمان کے کسان نے ستاروں کی جو چنگاریاں بوئی تھیں ان سے

سورج کا شعلہ پیدا ہوا۔

۵۔ صبح کا ستارہ اس طرح جا رہا ہے جیسے رات بھر جاگنے والا کوئی عبادت گزار سب کے بعد عبادت خانے سے نکلے۔

۶۔ ایسا سماں دکھائی دیتا ہے جیسے کوئی میان کے اندھیرے سے چمکنے والی تلوار کھینچ رہا ہو۔

۷۔ مشرق میں صبح کا مضمون اس طرح چھپا ہوا ہے جیسے صراحی کی خلوت گاہ میں خوش گوار شراب۔

۸۔ میل جول پیدا کرنے والی صبح کی ہوا کے دامن کے نیچے سنکھ کا شور اذان کی آواز سے بغل گیر ہے۔

۹۔ کوئل کی کوک سن کر گانے والے پرندے جاگ اٹھے اور اب صبح کے ساز کا ہر تار گیت گا رہا ہے۔

فلسفۂ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور کے نام)

۱۔ گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی — اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی

۲۔ موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی — ہے الم کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی

۳۔ ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں

۴۔ آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں — نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں

۵۔ دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے — روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے

۶۔ حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال — غازہ ہے آئینۂ دل کے لئے گردِ ملال

۷۔ غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے — ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

۸۔ طائرِ دل کے لئے غم شہپرِ پرواز ہے — راز ہے انساں کا دل غم انکشافِ راز ہے

۹۔ غم نہیں غم روح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

۱۰۔ شام جس کی آشنائے نالۂ "یارب" نہیں — جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

۱۱۔ جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے ناآشنا — جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا

۱۲۔ ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے — عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے

۱۳۔ کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے — زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

۱۴۔ اے کہ نظمِ دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

۱۵۔ ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق — عقلِ انسانی ہے فانی زندۂ جاوید عشق

۱۶۔ عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے — عشق سوزِ زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے

۱۷۔ رخصتِ محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر — جوشِ الفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر

۱۸۔ عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں — روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں

۱۹۔ ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم ناآشنا محبوب کی

۲۰۔ آتی ہے ندی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی — آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی

۲۱۔ آئینہ روشن ہے اس کا صورتِ رخسارِ حور — گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چور

۲۲۔ نہر جو تھی اس کے گوہر پیارے پیارے بن گئے — یعنی اس افتاد سے پانی کے تارے بن گئے

۲۳۔ جوئے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی — مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی

۲۴۔ ہجر ان قطروں کو گویا وصل کی تعلیم ہے — دو قدم پر پھر وہی جو مثلِ تارِ سیم ہے

۲۵۔ اک اصلیت میں ہے نہرِ روانِ زندگی — گر کے رفعت سے ہجومِ نوعِ انساں بن گئی

۲۶۔ پستیٔ عالم میں ملنے کو جدا ہوتے ہیں ہم
عارضی فرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

۲۷۔ مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں — یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

۲۹۔ عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو　　یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو
۲۹۔ دامنِ دل بن گیا جو رزم گاہِ خیر و شر　　راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سوئے منزل سفر
۳۰۔ خضرِ منزل ہو گیا ہو آرزو کی گوشہ گیر　　فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
۳۱۔ وادیٔ ہستی میں کوئی ہمسفر تک بھی نہ ہو　　جادہ دکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والے کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
۳۲۔ جس طرح تارے چمکتے ہوں اندھیری رات میں

۱۔ اگرچہ زندگی کی شراب سراسر خوشی کا نشہ ہے لیکن زندگی کے بادل کے دامن میں آنسو بھی ہیں۔

۲۔ زندگی کا بلبلہ غم کی لہر پر ناچتا ہے اور غم کا سورہ زندگی کی کتاب کا ایک جزو ہے۔

۳۔ ایک پتی بھی اگر کم ہو جائے تو پھول اپنی اصلی حالت کو کھو بیٹھتا ہے اور جس بلبل نے خزاں کا موسم نہ دیکھا ہو اسے بلبل ہی نہیں کہا جا سکتا۔

۴۔ دل کی کہانی آرزو کے لہو سے رنگین ہے اور انسانیت کا نغمہ آہ و فغاں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

۵۔ دیکھنے والی آنکھ کے لئے غم کا داغ سینے میں چراغ کی طرح ہے اور بعض کے لئے زہد کا آئینہ زینت کی وجہ ہے۔

۶۔ غم کے حادثوں سے انسانی فطرت کمال کو پہنچتی ہے اور غم کی گرد ہی دل کے آئینے کے لئے غازہ بنتی ہے۔

۷۔ غم جوانی کو نیند کے لطف سے جگا دیتا ہے اور غم ہی کے مضراب سے جوانی کا ساز نغمے پیدا کرنے لگتا ہے۔

۸۔ دل کے پرندے کے لئے غم اڑان کے وقت شہپر کا کام دیتا ہے۔ انسانی دل قدرت کا ایک بھید ہے۔

یہ بھید غم ہی کے ذریعہ سے کھلتا ہے۔

۹۔ غم غم نہیں بلکہ روح کا ایک خاموش راگ ہے جو زندگی کے ساز سے نکلنے والے نغموں سے ہمکنار ہے۔

۱۰۔ جس کی زندگی کی شام یارب کے نالوں سے واقف نہیں اور جس کی رات میں آنسوؤں کے ستاروں کا جلوہ نظر نہیں آتا۔

۱۱۔ جس کے دل کا پیالہ غم کی چوٹ سے واقف نہیں اور جو زندگی ہمیشہ خوشی کی شراب سے مست رہی؛

۱۲۔ جس پھول توڑنے والے کے ہاتھ میں کانٹے کی نوک نہ چبھی اور جس عاشق کے دل کو جدائی کا دکھ نہ سہنا پڑا۔

۱۳۔ وہ دن رات غم کی تکلیف سے دور ہوں تو ہوں لیکن زندگی کا راز ان کی نگاہوں سے چھپا رہے گا۔

۱۴۔ تجھے تو کائنات کے انتظام سے پوری واقفیت حاصل ہے تو پھر تیرے لیے رنج و غم کی منزل آسان کیوں نہ ہو جائے۔

۱۵۔ ہمیشگی کی پرانی کتاب کی ابتدا عشق سے ہوتی ہے۔ عقل فنا ہو جانے والی لیکن عشق ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔

۱۶۔ عشق کے سورج سے موت کی شام شرمندہ ہے عشق زندگی کا نمونہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔

۱۷۔ اگر محبوب کے رخصت ہونے کا مقصد فنا ہوتا تو عاشق کے دل میں بھی محبت کا جوش باقی نہ رہتا۔

۱۸۔ محبوب کے مرنے سے عشق نہیں مرتا بلکہ غم بن کر روح میں سرایت کر جاتا ہے

۱۹۔ عشق کا باقی رہنا ثبوت ہے اس بات کا کہ محبوب ابھی باقی ہے اور اس کی زندگی پر فنا کی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔

۲۰۔ پہاڑ کے ماتھے سے ندی گاتی ہوئی نیچے اتر رہی ہے۔ فضا میں

اُڑنے والے پرندے اس سے گانے کا ڈھنگ سیکھتے ہیں۔

۲۱۔ اس کے پانی کا آئینہ حد کے گالوں کی طرح چمک رہا ہے لیکن یہ آئینہ جب وادی کی ڈھلان پر گرتا ہے تو ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

۲۲۔ پہلے وہ ندی تھی اب اس کی جگہ خوبصورت موتی ظاہر ہو گئے جو نیچے گر کر پانی کے تارے بن گئے۔

۲۳۔ وہ ندی جو بہتا ہوا پارہ معلوم ہوتا تھا پھٹی اور بکھر گئی اور اس سے بے چین بوندوں کا ایک دنیا ظاہر ہو گیا۔

۲۴۔ جو ندی بلندی سے گر کر قطرہ قطرہ ہو گئی تھی دو قدم آگے بڑھ کر قطروں نے پھر ندی کی شکل اختیار کر لی جو اب ہے ندی کا تار معلوم ہوتا ہے۔

۲۵۔ یہی کیفیت زندگی کی بہنے والی ندی کی ہے وہ بلندی سے نیچے گری تو انسانوں کے بہت بڑے ہجوم کی شکل اختیار کر گئی۔

۲۶۔ دنیا کی بستی میں پہنچ کر ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس عارضی بچھڑنے کو ہمیشہ کے لئے بچھڑنا قرار دیکر رونا شروع کر دیتے ہیں۔

۲۷۔ مرنے والے مرتے ضرور ہیں لیکن فنا نہیں ہوتے اور یہ واقعہ ہے کہ وہ ہم سے کبھی نہیں بچھڑتے۔

۲۸۔ جب انسانی عقل دنیاوی مصیبتوں میں گھری ہوئی ہو یا جوانی کی اندھیری رات میں چھپ جائے۔

۲۹۔ جب دل کا میدان نیکی اور بدی کی کھینچ تان کا میدان بن جائے راستے پر اتنا اندھیرا چھا جائے کہ منزلِ مقصود کی طرف سفر کرنا مشکل ہو جائے۔

۳۰۔ جب ہمت کا رشتہ دلولوں سے الگ ہو بیٹھا ہو فکر عاجز آچکی ہو اور ضمیر کی آواز خاموش ہو چکی ہو۔

۳۱۔ زندگی کی منزل میں کوئی ساتھی نہ ہو اور راستہ دکھانے کیلئے

جگنو کی چنگاری تک نہ ہو۔

۳۲۔ تو اس اندھیرے میں مرنے والے کا ماتھا اس طرح چمکتا ہے جیسے اندھیری رات میں ستارے چمکتے ہیں۔

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر

۱۔ وہ مستِ ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے
کلی کلی کی زباں سے دعا نکلتی ہے

۲۔ الٰہی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے
کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے

۳۔ تجھے وہ شاخ سے توڑیں زہے نصیب ترے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے

۴۔ اٹھا کے صدمۂ فرقت وصال تک پہنچا
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا

۵۔ مرا کنول کہ تصدق ہیں جس پہ اہلِ نظر
مرے شباب کے گلشن کو ناز ہے جس پر

۶۔ کبھی یہ پھول ہم آغوشِ مدعا نہ ہوا
کسی کے دامنِ رنگیں سے آشنا نہ ہوا

۷۔ شگفتہ کر نہ سکے گی کبھی بہار اسے
فسردہ رکھتا ہے گلچیں کا انتظار اسے

۱۔ وہ مستِ ناز جب باغ میں جاتی ہے تو کلی کلی یہ دعا مانگتی ہے۔

۲۔ کہ اے خدا اگر وہ پھول چننا چاہتی ہے تو مجھے چنے اگر وہ مجھے چن لے تو میں کلی ہونے کے باوجود سورج مکھی پھول کے لئے رشک کا باعث بن جاؤں۔

۳۔ اے کلی! اگر وہ تجھے شاخ سے توڑے تو یہ سمجھ کر تیری قسمت جاگ اٹھی اور اس عورت کے لئے باغ میں تیرے رقیب تڑپتے رہ گئے۔

۴۔ شاخ سے جدا ہو کر تو نے جدائی کا صدمہ برداشت کیا اور اس مستِ ناز تک پہنچ گئی۔ اس طرح تجھے وصال حاصل ہوا اور تیری زندگی کے جوہر نے کمال کا درجہ حاصل کر لیا۔

۵۔ میرا کنول جس پر اہلِ نظر قربان ہیں۔ وہ پھول جس پر میری جوانی کے باغ کو ناز ہے۔

۶۔ یہ پھول کبھی اپنا مقصد حاصل نہ کر سکا اور کسی حسین کے رنگین دامن تک نہ پہنچا۔

۷۔ اسے بہار کی ہوا کبھی نہ کھلا سکے گی کیونکہ اسے تو پھول چننے والے کے انتظار نے اداس کر رکھا ہے۔

ترانۂ ملی

۱۔ چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

۲۔ توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

۳۔ دُنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

۴۔ تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

۵۔ مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

۶۔ باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

۷۔ اے گلستانِ اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا

۸۔ اے موجِ دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

۹۔ اے ارضِ پاک تیری عظمت پہ مٹے ہم
ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

۱۰۔ سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

۱۱۔ اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

۲۔ ہمارے سینوں میں خدا نے توحید کی امانت رکھ دی ہے اور جب تک یہ امانت موجود ہے ہمارا نام و نشان مٹانا آسان نہیں ہے۔

۳۔ ہماری دنیا کے بت خانوں میں سب سے پہلے خدا کا گھر کعبہ آباد ہوا تھا ہم اس گھر کے نگہبان ہیں اور یہ گھر ہمارا نگہبان ہے۔

۴۔ ہم تلواروں کے سائے میں پل کر جوان ہوئے ہیں ہلال کا خنجر ہمارا قومی نشان ہے۔

۵۔ ہماری اذان یورپ کی وادیوں میں گونجی کسی میں ہمارے طوفان کو روکنے کی ہمت نہ تھی۔

۶۔ اے آسمان ہمیں جھوٹ نہیں دبا سکتا تو سینکڑوں بار ہمارا امتحان کر چکا ہے اور اس امتحان میں ہم نے ہمیشہ اسی حقیقت کو ثابت کیا ہے۔

۷۔ اے اندلس کے باغ تجھے وہ دن یاد ہیں جب تیری ڈالیوں میں ہمارا گھونسلہ تھا۔

۸۔ اے دریائے دجلہ کی لہر تو بھی ہمیں اچھی طرح پہچانتی ہے تیرا دھارا اب تک ہمارے قصے سنا رہا ہے۔

۹۔ اے سرزمین حجاز! تیری عظمت کے لیے ہم نے اپنی جانیں تک نچھاور کیں۔ تیری رگوں میں اب تک ہمارا خون دوڑ رہا ہے۔

۱۰۔ ہمارے قافلے کے سالار حضرت رسول ہیں جن کے پاک نام سے ہماری جانوں کو راحت مل رہی ہے۔

۱۱۔ اقبال کا ترانہ اسلامی قافلے کے لیے بانگِ درا کا اثر رکھتا ہے اور اب ہمارا قافلہ پھر چلنے ہی کو ہے۔

وطنیت

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

۱۔ اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنائی روشِ لطف و ستم اور

۲۔ مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

۳۔ ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

۴۔ یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے

۵۔ بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

۶۔ نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

۷۔ ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی

۸۔ ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

۹۔ گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

۱۰۔ اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے

۱۱۔ خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

۱۲۔ اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے۔

قومیت اسلام کی جڑ کاٹتی ہے اس سے

۱۔ اس دور میں شراب پیالہ اور جمشید مختلف ہیں۔ شراب پلانے والے نے بھی مہربانی اور ظلم کے دوسرے طریقے اپنا لئے ہیں۔

۲۔ مسلمان نے بھی اپنے لئے ایک اور کعبہ بنا لیا ہے تہذیب کے بت تراش نے نئے نئے بت تراش لئے ہیں۔

۳۔ جن نئے نئے بتوں کی آج کل پوجا ہو رہی ہے ان میں سب سے بڑا بت وطن ہے اور اس بت کا لباس مذہب کا کفن ہے۔

۴۔ یہ بت جو نئی تہذیب نے تراشا ہے دین نبوی کے گھر کو برباد کرنے والا ہے۔

۵۔ اے مسلمان! خدا نے تیرے بازو کو توحید کی طاقت سے مضبوط کیا ہے اسلام تیرا وطن ہے اور تو محمد مصطفٰے کا نام لیوا ہے۔

۶۔ تو زمانے کو پرانا نظارہ پھر سے دکھا دے اور اے مصطفٰے کا نام لینے والے اس بت کو مٹی میں ملا دے۔

۷۔ اگر تو ایک مقام میں قید ہو کر رہ گیا تو اس کا نتیجہ تباہی ہے تو سمندر میں مچھلی کی طرح وطن کی قید سے آزاد رہ۔

۸۔ ہجرت خدا کے پیارے رسول کی سنت ہے تو بھی وطن کو چھوڑ کر نبی کی صداقت پر گواہی دے۔

۹۔ سیاست کی زبان میں وطن کے کچھ اور معنی ہیں اور نبی نے وطن کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ کچھ اور ہے۔

۱۰۔ دنیا کی قوموں میں وطنیت ہی کی وجہ سے دشمنی ہے۔ وطنیت کے اس مفہوم کی وجہ سے تجارت کا مقصد پوری دنیا پر قبضہ جمالینا ہو گیا ہے۔

۱۱۔ اسی کی وجہ سے سیاست سچائی سے خالی ہو گئی ہے اور اسی
کی وجہ سے کمزور کا گھر برباد ہوتا ہے۔

۱۲۔ اسی کی وجہ سے خدا کی مخلوق مختلف قوموں میں بٹ جاتی
ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کی قومیت کی جڑ کٹتی ہے۔

ایک حاجی مدینے کے راستے میں

۱۔ قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور !!
اس بیاباں یعنی بحرِ خشک کا ساحل ہے دور

۲۔ ہمسفر میرے شکارِ دشنۂ رہزن ہوئے
بچ گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھرے

۳۔ اس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی
موت کے زہراب میں پائی ہے اس نے زندگی

۴۔ خنجرِ رہزن اسے گویا ہلالِ عید تھا
"ہائے یثرب" دل میں لب پر نعرۂ توحید تھا

۵۔ خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل"
"شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بیباکانہ چل"

۶۔ بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا
عاشقوں کو روزِ محشر منہ دکھلاؤں گا کیا

۷۔ خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرتِ مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز

۸۔ گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے

۹۔ آہ یہ عقلِ زیاں اندیش کیا چالاک ہے

اور تماشہ آدمی کا کس قدر بیباک ہے

۱۔ جنگل میں قافلہ لوٹا گیا اور منزل ابھی دور ہے۔ بیابان کے خشک سمندر کا کنارا ابھی دور ہے۔

۲۔ میرے ساتھی لٹیروں کے خنجر کا شکار ہو گئے یعنی پکڑے گئے وہ بیدل ہو کر کعبے کی طرف لوٹ گئے۔

۳۔ ساتھیوں میں بخارا کے اس نوجوان نے کیا ہنستے ہنستے جان دی جیسے موت کا زہر اس کے لئے زندگی کی وجہ تھا۔

۴۔ لٹیرے کا خنجر گویا اس کے لئے عید کا چاند تھا۔ اس کے دل سے ہائے یثرب کی آواز آتی ہے اور ہونٹوں پر توحید کا نعرہ تھا۔

۵۔ جان کا ڈر یہی تقاضا کرتا ہے کہ مدینے کی طرف اکیلا نہ جا لیکن رسول کے عشق کا حکم ہے کہ تو مسلمان ہے بے دھڑک چل۔

۶۔ میں اگر روضۂ انور کی زیارت کئے بغیر کعبہ واپس چلا جاؤں گا تو قیامت کے دن عاشقانِ رسول کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔

۷۔ حجاز کے بیابان میں چلنے والے کو جان کی کیا فکر۔ رسول کی ہجرت میں بھی تو یہی چھپا ہوا ہے۔

۸۔ محملِ شامی کے ساتھ سفر کرنے میں اگرچہ سلامتی ہے لیکن عشق کی لذت تو خطروں کی مصیبتوں اور دکھوں ہی میں ہے۔

۹۔ آہ نقصان کی فکر کرنے والی عقل کتنی چالاک ہے لیکن عشق کا جذبہ کتنا نڈر ہے۔

قطعہ

۱۔ کل ایک شوریدہ خوابگاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا:

کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

۲- یہ زائرین حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

۳- غضب ہیں "یہ مرشدانِ خود بیں" خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

۴- سنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے ؟
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

۱- کل ایک پاگل رسول کی آرام گاہ پر رو رو کر کہہ رہا تھا کہ مصر اور ہندوستان کے مسلمان اسلامی ملت کی بنیاد کو مسمار کر رہے ہیں۔

۲- یہ لوگ یورپ کو اپنا کعبہ سمجھتے ہیں۔ یہ ہزار ہمارے رہنما بنیں لیکن اے رسول ہمیں ان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے کیونکہ وہ آپ کی تعلیمات سے نا واقف ہیں۔

۳- خدا ایسے رہنماؤں سے آپ کی قوم کو محفوظ رکھے کیونکہ یہ مسلمانوں کو بگاڑ کر اپنی عزت بنا رہے ہیں۔

۴- حضرت اقبال آپ کی باتیں کون سنے گا کیونکہ یہاں تو محفل کی محفل ہی تبدیل ہو گئی ہے آپ بھی تو اس نئے زمانے میں پرانی باتیں سنائے جا رہے ہیں۔

شکوہ

کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
۱- فکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں

۲- نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

۳ جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھکو
شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھکو

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم

۴۔ قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم

۵۔ نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو مجبور ہیں ہم

اے خدا! شکوۂ ارباب وفا بھی سن لے

۶۔ خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

تھی تو موجود ازل ہی سے تری ذات قدیم

۷۔ پھول تھا زیب چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم

شرط انصاف ہے اے صاحب الطاف عمیم

۸۔ بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم

ہم کو جمعیت خاطر یہ پریشانی تھی

۹۔ ورنہ اُمت ترے محبوب کی دیوانی تھی

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر

۱۰۔ کہیں معبود تھے پتھر کہیں مسجود شجر

خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر

۱۱۔ مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر

۱۲۔ تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا

قوت بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی

۱۳۔ اہل چیں چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی

۱۴۔ اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

۱۵۔ پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے

بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں

۱۶- خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں

۱۷- کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی

۱۸- کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے

۱۹- اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے

۲۰- سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کیلئے

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی

۲۱- بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

۲۲- ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے

پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے!

۲۳- تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقشِ توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے

۲۴- زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

۲۵- تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے

شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے

۲۶- کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایراں کو
۲۷- کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو

کونسی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی
۲۸- اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی

کس کی شمشیر جہاں گیر جہاں دار ہوئی؟
۲۹- کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
۳۰- منہ کے بل گر کے ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کہتے تھے

۳۱- آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
۳۲- نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
۳۳- تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
۳۴- مے توحید کو لے کر سحر و شام پھرے

کوہ میں دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
۳۵- اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
۳۶- بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
۳۷- نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

۳۸- تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے ؟

تیرے قرآں کو سینوں سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
۳۹- ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

۴۰- امتیں اور بھی ہیں ان میں گنہگار بھی ہیں
عجز والے بھی ہیں مست مئے پندار بھی ہیں

۴۱- ان میں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہشیار بھی ہیں
سینکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
۴۲- برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
۴۳- ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے

منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے
۴۴- اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآں گئے

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
۴۵- اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں ہیں ان کے خزانے معمور
۴۶- نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
۴۷- اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں
۴۸- بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

۴۹- کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب
تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب

۵۰۔ تو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

۵۱۔ طعنِ اغیار ہے رسوائی ہے ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

۵۲۔ بنی اغیار کی اب چاہنے والی دُنیا
رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دُنیا

۵۳۔ ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

۵۴۔ ہم تو جیتے ہیں کہ دُنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

۵۵۔ تری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

۲۶۔ دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

۵۷۔ آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

۵۸۔ دردِ لیلیٰ بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی

۵۹۔ عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی !!
اُمتِ احمدِ مرسل بھی وہی، تو بھی وہی !!

۶۰۔ پھر یہ آزردگیٔ غیرِ سبب کیا معنی؟
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی؟

۶۱۔ تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا؟
بت گری پیشہ کیا؟ بت شکنی کو چھوڑا؟

۶۲۔ عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا !!!

رسمِ سلمانؓ و اویسِ قرنی کو چھوڑا ؟
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
۶۳۔ زندگی مثلِ بلالِؓ حبشی رکھتے ہیں

۶۴۔ عشق کی خیر، وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی !
جادہ پیمائیٔ تسلیم و رضا بھی نہ سہی
مضطرب دل صفتِ قبلہ نما بھی نہ سہی
۶۵۔ اور پابندیٔ آئینِ وفا بھی نہ سہی

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
۶۶۔ بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے !
۶۷۔ اک اشارے میں ہزاروں کیلئے دل تو نے
آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے
۶۸۔ پھونک دی گرمیٔ رخسار سے محفل تو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
۶۹۔ ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

۷۰۔ وادیٔ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
قیس دیوانۂ نظارۂ محفل نہ رہا
۷۱۔ حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا
گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
۷۲۔ بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

۷۳۔ بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جو بیٹھے
سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے

۷۴۔ دور ہنگامۂ گلزار سے اک سُو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی منتظرِ ہو بیٹھے

۷۵۔ اپنے پروانوں کو ذوقِ تپش اندوزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگرسوزی دے

۷۶۔ قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
لے اڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز

۷۷۔ مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز
تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز

۷۸۔ نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کیلئے
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کیلئے

۷۹۔ مشکلیں اُمتِ مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے

۸۰۔ جنسِ نایاب محبت کو پھر ارزاں کر دے
یعنی ہم دیرنشینوں کو مسلماں کر دے

۸۱۔ جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشترکدۂ سینۂ ما

۸۲۔ بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن

۸۳۔ عہدِ گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چمن
اڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن

۸۴۔ ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک
اس کے سینوں میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

۸۵۔ قمریاں شاخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں

پتیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں

۸۷۔ وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہن برگ سے عریاں بھی ہوئیں

۸۸۔ قید موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

۸۸۔ لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزہ جینے میں
کچھ مزہ ہے تو یہی خون جگر پینے میں

۸۹۔ کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

۹۰۔ اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہوں وہ لالے ہی نہیں

۹۱۔ چاک اس بلبل تنہا کی نوا سے دل ہوں !
جاگنے والے اسی بانگ درا سے دل ہوں

۹۲۔ یعنی پھر زندہ نئے عہد وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

۹۳۔ عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

۱۔ اپنا نقصان کیوں کروں اور اپنے نفع کی فکر کیوں نہ کروں۔ کیا وجہ ہے کہ مستقبل کے بارے میں نہ سوچوں اور ماضی کے غم میں محو ہوں۔
۲۔ بلبل کی فریاد سننے کے لئے سر سے پاؤں تک کان بنا رہوں آخر کیوں اے میرے ہم زبان کیا میں بھی کوئی پھول ہوں کہ خاموش بیٹھا رہوں۔
۳۔ میرا کمال شاعری مجھے لب کشائی کا حوصلہ بخش رہا ہے۔ میرے منہ

میں غالؔ مجھے آج خدا سے شکایت ہے۔

۴۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم نہایت مشہور و معروف فرماں بردار ہیں لیکن آج اپنی دُکھ بھری کہانی سنانے کے لئے مجبور ہیں۔

۵۔ ہم اس خاموش ساز کی طرح ہیں جو فریاد سے بھرا ہوا ہے اگر ہمارے لبوں پر نالہ آتا ہے تو ہمیں معذور سمجھنا چاہیئے۔

۶۔ اے خدا ہم وفاداروں کی زبان سے شکایت بھی سن لے ہم اگرچہ تیری حمد کے عادی ہیں لیکن آج تھوڑا سا گلہ بھی کرنے والے ہیں۔

۷۔ اے خدا تیری پرانی ذات اگرچہ ازل ہی سے موجود تھی لیکن باغ کے اس پھول کی طرح تھی جس کی خوشبو ابھی پھیلی نہ تھی۔

۸۔ اے عام لطف و عنایت کرنے والے تو ہی انصاف سے فرما کہ اگر ہوا نہ چلتی تو ہر طرف خوشبو کس طرح پھیلتی۔

۹۔ ہم نے اس خوشبو کو پھیلانے میں پریشانی کو اپنے دل کی تسلی کا سامان بنا لیا۔ اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو کیا اُمت تیرے محبوب خاص حضرت رسول کی دیوانی تھی کہ جا بجا خاک چھانتی پھرتی۔

۱۰۔ ہم سے پہلے تیری دنیا کا نقشہ ہی عجیب و غریب تھا کہیں پتھر وں اور کہیں درختوں کی پوجا ہو رہی تھی۔

۱۱۔ انسان کی نظر ٹھوس جسموں کی پرستش کی عادی تھی ایسے میں دکھائی نہ دینے والے خدا کو کوئی جانتا کیا تھا۔

۱۲۔ تجھے معلوم ہے کہ کیا کوئی آدمی تیرا نام لیتا تھا؟ یہ ساری خدمت تو مسلمان کے بازو کی طاقت ہی نے سرانجام دی۔

۱۳۔ یہاں سلجوقی اور تورانی بھی تھے۔ چین میں چین والے اور ایران میں ساسانی بھی موجود تھے۔

۱۴۔ اسی روئے زمین پر یونانی بھی آباد تھے۔ اسی دنیا میں یہود

اور عیسائی بھی رہتے تھے۔

۱۵۔ لیکن یہ بتا ان میں سے کون تھا جس نے تیرے نام پہ تلوار اٹھائی تیرے بگڑے ہوئے نظام کو کس نے سنوارا؟

۱۶۔ صرف ہمیں تھے جو تیری خاطر کبھی خشکیوں میں اور کبھی سمندروں میں لڑائیاں لڑتے تھے۔

۱۷۔ ہم نے کبھی یورپ کے گرجا گھروں اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے جنگلوں میں اذانیں دیں۔

۱۸۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی شان ہماری آنکھوں میں نہ جچتی تھی اور ہم تلواروں کی چھاؤں میں بھی کلمہ پڑھتے تھے۔

۱۹۔ ہماری زندگی جنگ کی مصیبتیں جھیلنے کے لئے تھی اور ہماری جانیں تیرے نام کی بڑائی کے لئے قربان ہوتی تھیں۔

۲۰۔ ہم اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے تلواریں نہیں چلاتے تھے اور نہ مال و دولت ہی کے لئے اپنے سر کو ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔

۲۱۔ اگر ہماری قوم دنیا وی زر و مال کی گرویدہ ہوتی تو بتوں کو بیچنے کی بجائے انھیں توڑتی کیوں۔

۲۲ لڑائی کے میدان میں ہمارے قدم کبھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ بڑے بڑے شیر مرد بھی اگر ہمارے مدِ مقابل ہوتے تھے تو ان کے پاؤں اکھڑ جایا کرتے تھے۔

۲۳۔ اگر کوئی تیری نافرمانی کرتا تھا تو ہم آگ بگولہ ہو جاتے تھے۔ تلوار کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جانے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔

۲۴۔ ہم نے ہر دل پر توحید کا نقش بٹھایا۔ دشمن تلوار لے کر سر پر کھڑا ہو جاتا تو ہم جب بھی یہی پیغام دیتے کہ تو ایک ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔

۲۵۔ تو ہی بتا کہ خیبر کس نے فتح کیا اور قیصر کے شہر قسطنطنیہ کو کس نے سر کیا۔

۲۶۔ انسانوں کے بنائے ہوئے بت جن کی پرستش ہوتی تھی آخر کس نے توڑے۔ کافروں کے لشکر کس نے کاٹ کر رکھ دئے۔

۲۷۔ ایران کے آتش کدے کو کس نے ٹھنڈا کیا اور کون تھا وہ جس نے خدا کے ذکر کو پھر سے زندہ کر دیا۔

۲۸۔ ہمارے سوا آخر وہ کونسی قوم تھی جو صرف تجھے چاہنے میں مگن رہی اور تیرے لئے جنگوں کی مصیبتیں برداشت کرتی رہی۔

۲۹۔ کس کی تلوار نے دنیا کو فتح کیا اور اس کا انتظام سنبھالے رکھا۔ کس کے نعرۂ تکبیر سے تیری سوئی ہوئی دنیا کی آنکھیں کھلیں۔

۳۰۔ کس کے دبدبے سے بتوں پر خوف طاری رہتا تھا۔ کون تھا جس کے سامنے بت منہ کے بل گر کر خدا کے ایک ہونے کا اقرار کرتے تھے۔

۳۱۔ جنگ کے دوران میں اگر نماز کا وقت آجاتا تھا تو مسلمان قوم قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر جاتی تھی۔

۳۲۔ بادشاہ اور غلام ایک ہی قطار میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی کوئی تمیز باقی نہ رہتی تھی۔

۳۳۔ تیرے دربار میں پہنچ کر۔ فقیر اور امیر بالکل ایک ہو جاتے تھے۔

۳۴۔ صبح شام ہم اس دنیا کی محفل میں توحید کی شراب لے کر گردش کرتے رہے۔

۳۵۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں تیرا پیغام لے کر گئے اور تجھے تو معلوم ہے کہ کبھی نامراد واپس نہیں ہوئے۔

۳۶۔ خشکی تو خشکی ہم نے سمندر بھی نہیں چھوڑے اور بحر ظلمات کی موجوں میں گھوڑے ڈال دیئے۔

۳۷۔ ہم نے دنیا میں باطل کو مٹایا اور نسل انسانی کو غلامی کی قید سے چھڑایا۔

۳۸۔ ہم نے تیرے کعبے میں اپنے سجدوں سے چہل پہل پیدا کر دی اور تیرے قرآن کو ہم نے اپنے سینوں سے لگا کر رکھا۔

۳۹۔ با ایں ہمہ تجھے شکایت ہے کہ ہم وفادار نہیں ہیں۔ اگر ہم وفادار نہیں تو تو نے بھی تو دلداری کی شرطیں پوری نہیں کیں۔

۴۰۔ دنیا میں اور اُمتیں بھی ہیں۔ ان میں گنہ گار بھی ہیں عاجز بھی اور غرور کی شراب سے بدمست بھی۔

۴۱۔ ان میں سست بھی ہیں غافل بھی اور ہوشیار بھی۔ اور سینکڑوں ایسے بھی ہیں جو تیرے نام تک سے بیزار ہیں۔

۴۲۔ لیکن حیرت ہے کہ دوسروں کے کاشانوں پر تو تیری رحمت برس رہی ہے اور بے چارے مسلمانوں پر بجلیاں گر رہی ہیں۔

۴۳۔ بت خانوں میں بت خوش ہو ہو کر کہہ رہے ہیں کہ مسلمان چلے گئے۔ انھیں تو واقعی خوشی ہے کہ کعبے کے محافظ چلے گئے۔

۴۴۔ وہ لوگ چلے گئے جو اونٹوں کے قافلے میں حدی خوانی کرتے تھے۔ جاتے وقت قرآن کو انھوں نے اپنی بغلوں میں دبا رکھا تھا۔

۴۵۔ کفر اسی صورت حال پر ہنس رہا ہے۔ اے خدا اگر ہمارا نہیں تو کیا اپنی توحید کا بھی تجھے کوئی خیال نہیں۔

۴۶۔ ہمیں یہ شکایت نہیں کہ ان لوگوں کے خزانے دولت سے بھرے ہوئے ہیں جنھیں محفل میں بات کرنے کی بھی عقل نہیں۔

۴۷۔ کیا غضب ہے کہ کافروں کو تو دنیا کی عیش و عشرت کے تمام

سیاباں میں رہیں اور مسلمان بے چارہ صرف خود کے وقت پہ جئے۔

۴۸۔ ہمارے حال پہ اب پہلے کی سی مہربانیاں نہیں ہیں کیا بات ہے وہ دلجوئی کہ اب کیوں نظر نہیں آتی۔

۴۹۔ اے خدا تیری قدرت کا تو کوئی اندازہ اور حساب نہیں پھر مسلمانوں کو دنیا کی دولت کیوں نہیں ملتی۔

۵۰۔ تو اگر چاہے تو بیابان سمندر بن جائے اور وہاں پانی کے بلبلے پیدا ہو جائیں۔ سراب کی جگہ موجیں اٹھنے لگیں اور مسافروں کے تھپیڑوں کا تختہ مشق بن جائے۔

۵۱۔ لیکن مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ غیروں کے طعنوں، بدنامی اور مفلسی کا شکار رہیں۔ یہ قوم تو ہمیشہ تیرے نام پر مرتی رہی ہے لیکن کیا اس قربانی کا بدلہ یہی ذلت اور نامرادی ہے۔

۵۲۔ دنیا دوسروں سے تو محبت کر رہی ہے لیکن ہمارے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں ہم تو ایک خیالی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں۔

۵۳۔ ہم تو رخصت ہو گئے اور دوسروں نے اگر تیری دنیا کو سنبھال لیا۔ دیکھ پھر نہ کہنا کہ یہ دنیا توحید سے خالی ہو گئی ہے۔

۵۴۔ ہماری زندگی کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ دنیا میں تیرا نام زندہ رہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ شراب پلانے والا تو اٹھ جائے اور پیالہ باقی رہ جائے کیونکہ توحید کی شراب پلانے والے تو ہمیں کہتے ہمیں اگر نہ رہے تو توحید کی شراب کے پیالے کو کون پوچھے گا۔

۵۵۔ خدا پرست جاتے رہے اور خدا پرستی کی محفل بھی ختم ہو گئی۔ خدا پرست وہی لوگ تھے جو رات رات بھر خدا کی یاد میں آہیں بھرا کرتے تھے اور ان کی زبان سے نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوتی تھی۔

۵۶ - وہ اپنا دل تجھے دے گئے، اور اپنا صلہ جو انھیں تیری طرف سے ملا لے کر چلے گئے۔ وہ غریب ابھی محفل میں اطمینان سے بیٹھے بھی نہ تھے کہ محفل سے نکال دیے گئے۔

۵۷ - سچے عاشق آئے اور کل کا وعدہ لے کر چلے بھی گئے اب انھیں اپنے جبین درخشاں چہرے کا چراغ لے کر ڈھونڈ۔

۵۸ - لیلیٰ کا در اب بھی وہی ہے اور مجنوں کے پہلو میں اب بھی پہلا سا دل اور دلیں پہلا سا جذبہ موجود ہے۔ نجد کے بیابانوں اور پہاڑوں میں اب بھی ہرن اسی طرح بھاگ رہے ہیں۔

۵۹ - معشوقوں کے دلوں میں اب بھی پہلا سا عشق موجود ہے اور حسن کا جادو بھی پہلے کی طرح کارگر ہے حضرت رسول کی امت بھی وہی ہے اور آپ خدا تو بھی وہی ہے۔

۶۰ - پھر یہ بے وجہ خفگی کیوں ہے اپنے چاہنے والوں سے خفا ہونے کی کیا وجہ ہے۔

۶۱ - کیا ہم نے تجھے یا حضرت رسول کو چھوڑ دیا ہے یا بتوں کو توڑنا چھوڑ کر انھیں تراشنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔

۶۲ - یا ہم نے تیرے عشق اور عشق کے دیوانہ پن کو چھوڑ دیا ہے یا ہم حضرت سلیمانؑ اور حضرت اویس قرنی کے مسلک کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

۶۳ - ہمارے سینوں میں تو اب بھی تکبیر کی آگ دبی ہوئی ہے۔ اور ہماری زندگی تو اب بھی دنیا کی تکلیفیں برداشت کرنے میں حضرت بلال حبشیؓ جیسی ہے۔

۶۴ - مانا کہ ہم میں عشق کی پہلی سی روا باقی نہیں رہی۔ یہ بھی مانا کہ ہم تسلیم و رضا کے راستے پر پہلے کی طرح قائم نہیں رہے

۶۵ - یہ بھی مانا کہ اب ہم وہ دل قبلہ نما کی طرح بے چین نہیں۔

یہ بھی مانا کہ ہم پہلے کی طرح وفا کے طور طریقوں کے پابند نہیں رہے۔

۶۶۔ لیکن یہ بات اگرچہ کہنے کی نہیں لیکن کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا کہ کبھی ہم سے اور کبھی دوسروں سے یارانہ گانٹھا جا رہا ہے۔ تو بھی تو ہرجائی بن کر رہ گیا ہے۔

۶۷۔ اے خدا تو نے دین اسلام کو فاران کی چوٹی پر مکمل کر دیا۔ اور ایک اشارے میں تو نے ہزاروں کے دل چھین لیے۔

۶۸۔ عشق کے حاصل میں غضب کی آگ بھر دی گویا اپنے رخسار کی گرمی سے تو نے محفل میں آگ لگا دی۔

۶۹۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے سینے پہلے کی طرح چنگاریوں سے آباد نہیں۔ کیا تجھے یاد نہیں ہم تیرے وہی پرانے عاشق ہیں۔

۷۰۔ کیا وجہ ہے کہ نجد کی وادی میں زنجیروں کا شور نہیں رہا۔ مجنوں اب محمل دیکھنے کے لئے دیوانہ وار نہیں پھرتا۔

۷۱۔ اب نہ وہ حوصلے رہے ہیں نہ وہ ہم رہے ہیں اور نہ وہ دل رہا ہے۔ یہ تمام گھر اس لئے اجڑ گیا ہے کہ جو ہماری محفل کی رونق کا باعث نہیں۔

۷۲۔ وہ دن کتنا مبارک ہوگا جب تو ہماری محفل میں دوبارہ آئے گا اور سینکڑوں ناز و ادا لے کر آئے گا اور بے تکلف ہماری محفل کی رونق کا باعث بن جائے گا۔

۷۳۔ غیر مسلم باغ میں ندی کے کنارے بیٹھے شراب پی رہے ہیں اور شراب کے پیالے ہاتھ میں لئے قمری کا گیت سن رہے ہیں۔

۷۴۔ اور تیرے دیوانے باغ کے اس ہنگامے سے دور بیٹھے ہو کے نعرے کا انتظار کر رہے ہیں۔

۷۵ جو سچے عاشق پتنگوں کی طرح تجھ پر جل مرنے کے لئے آمادہ ہیں انہیں

پھر اپنے آپ کو چمکانے اور جلانے کا شوق پیدا کر۔ عشق کی پرانی بجلی کو ہمارے کلیجے پھونکنے کا فرمان دے۔

٧٦۔ قوم نے پریشان حالی سے بیزار ہو کر اپنی باگ پھر اپنے مرکز حجاز کی طرف موڑ دی ہے۔ بلبل اگرچہ بے پر ہے لیکن اڑنے کا شوق اسے لے اڑا ہے۔

٧٧۔ باغ کی ہر کلی میں فرمان بیداری کی خوشبو بے چین ہو رہی ہے۔ ہمارا ساز مضراب کا پیاسا ہے تو ذرا اسے چھیڑ کر دیکھ تو سہی۔

٧٨۔ اس کے اندر جو نغمے بھرے ہوئے ہیں وہ تاروں سے نکلنے کے لئے بے چین ہیں اور طور اسی آگ میں جلنے کے لئے بے تاب ہے۔

٧٩۔ اپنے رسول کی امت کی مشکلیں آسان کر دے۔ بے سر و سامان چیونٹی کو سلیمان کا مرتبہ عطا کر۔

٨٠۔ محبت کی نایاب جنس کو عام اور سستا کر دے ہم دیر نشینوں کو سچا مسلمان بنا دے۔

٨١۔ ہمارے دل کی پرانی حسرت سے خون کی ندی بہ نکلی ہے اور ہمارے نشتروں سے بھرے ہوئے سینے میں نالے تڑپ رہے ہیں۔

٨٢۔ باغ کی خوشبو باغ کا بھید باغ سے باہر لے گئی کیا غضب ہے کہ پھول ہی باغ کی چغلی کھانے لگے۔

٨٣۔ بہار کا موسم ختم ہوا اور باغ کا انتظام درہم برہم ہو گیا اور گیت گانے والے پرندے شاخوں سے اڑ گئے۔

٨٤۔ صرف ایک بلبل اقبال اب تک باقی ہے جو گانے میں مصروف ہے اور جس کے سینے میں نغموں کا طوفان بپا ہے۔

٨٥۔ قمریاں صنوبر کی ٹہنی سے اڑ گئیں۔ پھول کی پتیاں جھڑ جھڑ کر بکھر گئیں۔

۸۶۔ باغ کی پرانی کیاریاں اجڑ بھی گئیں اور شاخیں پتوں کے لباس سے خالی بھی ہو گئیں۔

۸۷۔ اس ویرانی کے باوجود بلبل کے گانے پر اس کا کوئی اثر نہیں وہ بہار اور خزاں کی قید سے آزاد ہے کاش باغ میں کوئی اسکی فریاد کو سمجھ سکتا۔

۸۸۔ اب تو نہ جینے میں مزہ ہے اور نہ مرنے میں جو تھوڑا بہت لطف ہے اب تو بس خونِ جگر کے پینے ہی میں ہے

۸۹۔ میرے آیئنے کے جوہر کتنے بے چین ہیں اور میرے سینے میں کس قدر جلوے تڑپ رہے ہیں۔

۹۰۔ میرے سینے میں وہ داغ ہیں جو لالے کے پھول میں بھی نہیں لیکن افسوس انھیں اس باغ میں کوئی دیکھنے والا ہی نہیں۔

۹۱۔ خدا کرے اس اکیلی بلبل کے نغمے دلوں کو چیر کر رکھ دیں۔ میری آواز ذرا سب کے دلوں کو بیدار کر دے۔

۹۲۔ وفا کے نئے عہد سے دل پھر سے زندہ ہو جائیں اور پرانی شراب کے پیاسے بن جائیں۔

۹۳۔ میرا مٹکا اگرچہ عجمی ہے لیکن اس میں خالص اسلامی شراب ہے۔ میرا نغمہ اگرچہ ہندی ہے لیکن اس کی لے حجازی ہے۔

چاند

۱۔ اے چاند! حسن تیرا فطرت کی آبرو ہے — طوفِ حریم خاکی تیری قدیم خو ہے

۲۔ یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں — عاشق ہے تو کسی کا یہ داغ آرزو ہے

۳۔ میں مضطرب زمیں پر بیتاب تو فلک پر — تجھ کو بھی جستجو ہے مجھ کو بھی جستجو ہے

۴۔ انساں ہے شمع جس کی محفل وہی ہے تیری

میں جس طرف رواں ہوں منزل وہی ہے تیری

۵۔ تو ڈھونڈھتا ہے جس کو تاروں کی خامشی میں — پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں

۶۔ استادہ سرو میں ہے، سبزہ میں سو رہا ہے — بلبل میں نغمہ زن ہے خاموش ہے کلی میں

۷۔ آ، میں تجھے دکھاؤں رخسار روشن اس کا — نہروں کے آئنہ میں، شبنم کی آرسی میں

۸۔ صحرا و دشت و در میں کہسار میں وہی ہے
انساں کے دل میں تیرے رخسار میں وہی ہے

۱۔ اے چاند تیرا حسن فطرت کی عزت کا باعث ہے دنیا کے ارد گرد چکر لگانا تیری پرانی عادت ہے۔

۲۔ تیرے سینے میں جو یہ داغ سا نظر آتا ہے کیا یہ آرزو کا داغ ہے اور کیا تو کسی کا عاشق ہے۔

۳۔ میں زمین پر بے چین ہوں اور تو آسمان پر بے چین ہے۔ تجھے بھی کوئی تلاش ہے اور مجھے بھی کوئی تلاش ہے۔

۴۔ تیری محفل بھی یہی دنیا ہے جس میں انسان شمع بنا ہوا ہے۔ میں جس طرف جا رہا ہوں کیا تیری منزل مقصود بھی وہی ہے۔

۵۔ تو جسے ستاروں کی خاموشی میں ڈھونڈ رہا ہے وہ شاید زندگی کے شور و غل میں چھپا ہوا ہے۔

۶۔ وہ سرو کی صورت میں کھڑا ہے۔ سبزے کے لباس میں سو رہا ہے۔ بلبل کی شکل میں چہکار رہا ہے اور کلی کے رنگ میں خاموش ہے۔

۷۔ آ میں اس کا روشن چہرہ تجھے ندیوں کے آئینے اور اوس کی آرسی میں دکھاؤں۔

۸۔ جنگل۔ بیابان۔ آبادی اور پہاڑ میں وہی ہے۔ آدمی کے دل میں اور تیرے چہرے میں بھی اسی کا جلوہ ہے۔

رات اور شاعر

(۱)

رات

۱۔ کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشاں — خاموش صورتِ گل مانندِ بو پریشاں
۲۔ تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو — مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تو
۳۔ یا تو مری جبیں کا تارا گرا ہوا ہے — رفعت کو چھوڑ کر جو بستی میں جا بسا ہے
۴۔ خاموش ہو گیا ہے تارِ ربابِ ہستی — ہے میرے آئینے میں تصویرِ خوابِ ہستی
۵۔ دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے — ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے
۶۔ بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے — یوں سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے

شاعر کا دل ہے لیکن ناآشنا سکوں سے
۷۔ آزاد رہ گیا تو کیونکر مرے فسوں سے

(۲)

شاعر

۸۔ میں ترے چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں — چھپ کے انسانوں سے مانندِ سحر روتا ہوں
۹۔ دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں — عزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں
۱۰۔ مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو؟ — تپشِ شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو؟
۱۱۔ برقِ ایمن مرے سینے میں پڑی روتی ہے — دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے؟
۱۲۔ صفتِ شمعِ لحد مردہ ہے محفل میری — آہ! اے رات بڑی دور ہے منزل میری
۱۳۔ عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو — اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
۱۴۔ تیرے تابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

۱۔ تو میری چاندنی میں پریشان کیوں پھر رہا ہے۔ پھول کی طرح تو پریشان ہے اور خوشبو کی طرح آوارہ ہے۔

۲۔ شاید تو آسمان کے ستاروں کا جوہری ہے یا تو میری روشنی کے دریا کی کوئی مچھلی ہے۔

۳۔ یا تو میرے ماتھے کا گرا ہوا وہ ستارہ ہے جو بلندی کو چھوڑ کر پستی میں آباد ہو گیا ہے

۴۔ زندگی کے ساز کے تار خاموش ہو گئے اور مست خواب دنیا کی تصویر میرے آئینے میں نظر آ رہی ہے۔

۵۔ دریا کی تہ میں بھنور کی آنکھ نیند سے بند ہو گئی ہے اور بے چین لہر ساحل سے لگ کر سو گئی ہے۔

۶۔ زمین کی بستی جس میں دن بھر ہنگامے برپا رہتے ہیں اس وقت اس طرح سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہ ہو۔

۷۔ پتہ نہیں چلتا کہ شاعر کے دل کو کیوں چین نصیب نہیں۔ ساری دنیا پر میرا جادو چل گیا لیکن نہ جانے تو کیونکر بچ نکلا۔

۸۔ میں تیرے چاند کی کھیتی میں موتی بوتا ہوں اور انسانوں سے چھپ کر صبح کی طرح روتا ہوں۔

۹۔ دن کے ہنگامے میں میرے آنسو نکلتے ہوئے شرماتے ہیں لیکن رات کی تنہائی میں یہ بے اختیار ٹپک پڑتے ہیں۔

۱۰۔ مجھ میں جو فریاد چھپی ہوئی ہے وہ کسے سناؤں۔ اپنے عشق کی الجھن کا نظارہ کسے دکھاؤں۔

۱۱۔ میرے سینے میں طور کی بجلی رو رہی ہے اب میں کیا بتاؤں کہ اسے دیکھنے والی آنکھ کہاں سو رہی ہے۔

۱۲۔ قبر کے چراغ کی طرح میری محفل مردہ ہے آہ اے رات میری منزل بہت دور ہے۔

۱۳۔ اس محفل کو اس دور کی ہوا راس نہیں ہے اور یہ اپنے نقصان سے بے نیاز ہے۔

۱۴۔ جب میں محبت کے پیغام کو ضبط کرتے ہوئے تنگ آجاتا ہوں تو اے رات یہ پیغام تیرے چمکدار ستاروں کو سنا دیتا ہوں۔

بزمِ انجم

۱۔ سورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو — طشتِ افق سے لیکر لالے کے پھول مارے

۲۔ پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور — قدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اتارے

۳۔ محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی — چمکے عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے

۴۔ وہ دور رہنے والے ہنگامۂ جہاں سے — کہتا ہے جنکو انساں اپنی زباں میں تارے

۵۔ محوِ فلک فروزی تھی انجمن فلک کی
عرشِ بریں سے آئی آواز اک ملک کی

۶۔ اے شب کے پاسبانو، اے آسماں کے تارو — تابندہ قوم ساری گردوں نشیں تمہاری

۷۔ چھیڑو سرود ایسا، جاگ اٹھیں سونے والے — رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمہاری

۸۔ آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں — شاید سنیں صدائیں اہلِ زمیں تمہاری

۹۔ رخصت ہوئی خموشی تاروں بھری فضا سے
وسعت تھی آسماں کی معمور اس نوا سے

۱۰۔ حسنِ ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں — جس طرح عکسِ گل ہو شبنم کی آرسی میں

۱۱۔ آئینِ نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اڑنا — منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

۱۲۔ یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا — قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں

۱۳۔ آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزار انجم — داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں

۱۴۔ اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین والے — جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں

۱۵۔ ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے

پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

۱۔ سورج نے ڈوبتے ڈوبتے سیہ پوش شام کو اُفق کے تھال سے لالے کے پھول مارے۔

۲۔ قدرت نے چاندی کے تمام گہنے اتار دئے اور شفق نے ہر چیز کو سونے کا زیور پہنا دیا۔

۳۔ رات کے اندھیرے کی لیلیٰ خاموشی کے کجاوے میں بیٹھ کر آئی اور رات کی دلہن کے پیارے پیارے موتی چمکنے لگے۔

۴۔ وہی موتی جو دنیا کے شور و غل سے بہت دور رہتے ہیں اور جنھیں انسان اپنی [illegible] میں ستارے کہتا ہے۔

۵۔ آسمان کی انجمن یعنی ستارے آسمان کو روشن کرنے میں مصروف تھے کہ عرش بریں سے ایک فرشتے کی یہ آواز آئی۔

۶۔ اے رات کے پہرہ دار دلے آسمان کے ستارو! تمہاری پرانی قوم آسمان پر بیٹھی ہوئی چمک رہی ہے۔

۷۔ کوئی ایسا راگ چھیڑ دو کہ سونے والے جاگ اٹھیں۔ تمہارے ماتھے کی چمک قافلوں کو راستہ دکھانے والی ہے۔

۸۔ زمین والے تمھیں اپنی قسمتوں کے آئینے خیال کرتے ہیں۔ شاید یہ تمہاری آوازیں سنیں۔

۹۔ یہ سنتے ہی تاروں بھرکی فضا کی خاموشی ختم ہو گئی اور یہ آواز آسمان کی وسعت میں گونجنے لگی۔

۱۰۔ ستاروں کی دلکشی میں حسن ازل اسی طرح پیدا ہے جیسے شبنم کی آرسی میں پھول کا عکس۔

۱۱۔ نئے قاعدوں سے ڈرنا اور پرانے طریقوں پر اڑے رہنا

قوموں کی زندگی میں بس یہی مشکل مرحلہ ہے

۱۲۔ یہ زندگی کا قافلہ ایسا تیز رفتار ہے کہ اس کے چل چلاؤ میں قومیں کچلی جاچکی ہیں۔

۱۳۔ ہماری نظروں سے ہزاروں ستارے غائب ہیں لیکن ہم انھیں بھی اپنی ہی برادری میں گنتے ہیں۔

۱۴۔ جسے ہم نے اپنی تھوڑی سی زندگی میں سمجھ لیا اس بات کو زمین والے لمبی مدت میں بھی نہ سمجھ سکے۔

۱۵۔ تمام نظام آپس کی کشمکش کی وجہ سے قائم ہیں یہی نکتہ ستاروں کی زندگی میں چھپا ہوا ہے۔

سیر فلک

۱۔ تھا تخیل جو ہم سفر میرا — آسماں پر ہوا گزر میرا
۲۔ اڑتا جاتا تھا، اور نہ تھا کوئی — جاننے والا چرخ پر میرا
۳۔ تارے حیرت سے دیکھتے تھے مجھے — راز سربستہ تھا سفر میرا

۴۔ حلقۂ صبح و شام سے نکلا
اس پرانے نظام سے نکلا

۵۔ کیا سناؤں تمہیں ارم کیا ہے — خاتم آرزوئے دیدہ و گوش
۶۔ شاخِ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور — بے حجابانہ حور جلوہ فروش
۷۔ ساقیانِ جمیل جام بدست — پینے والوں میں شور نوشانوش
۸۔ دور جنت سے آنکھ نے دیکھا — ایک تاریک خانہ سرد و خموش
۹۔ طالعِ قیس و گیسوئے لیلیٰ — اس کی تاریکیوں سے دوش بدوش
۱۰۔ خنک ایسا کہ جس سے شرما کر — کرۂ زمہریر ہو روپوش
۱۱۔ میں نے پوچھی جو کیفیت اس کی — حیرت انگیز تھا جواب سروش

۱۲ - یہ مقامِ خنک جہنم ہے نار بھی نور سے تھی ہم آغوش
۱۳ - شعلے ہوتے ہیں مستعار اسکے جس سے لرزاں ہو مردِ عبرت کوش

۱۴ - اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں

---

۱ - چونکہ میرا خیال میرا ہم سفر تھا اس لئے میں آسمان پر پہنچ گیا۔

۲ - میں اڑتا چلا جا رہا تھا اور آسمان پر مجھے جاننے والا کوئی نہ تھا۔

۳ - میرے سفر کا بھید سب سے چھپا ہوا تھا اور ستارے مجھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

۴ - چلتے چلتے میں دنیا کے پرانے نظام یعنی اس صبح شام کے حلقے سے باہر نکل آیا۔

۵ - میں تمھیں کیا بتاؤں کہ جنت کیا چیز ہے آنکھ اور کان جن چیزوں کی خواہش کر سکتے ہیں وہ سب جنت میں موجود ہیں۔

۶ - طوبیٰ کی شاخ پر پرندے گا رہے تھے اور حوریں لب پر دہ اپنے جلوے دکھا رہی تھیں۔

۷ - خوب صورت ساقیوں کے ہاتھ میں شراب کے پیالے تھے اور پینے پلانے کا شور مچا ہوا تھا۔

۸ - جنت سے بہت دور میں نے ایک سیاہ گھر دیکھا جو بہت ٹھنڈا اور سنسان تھا۔

۹ - اس کی سیاہی مجنوں کی قسمت اور لیلیٰ کی زلف سے ملتی جلتی تھی۔

۱۰ - اتنا ٹھنڈا تھا کہ کرۂ زمہریر تک نے شرما کر منہ چھپا لیا تھا۔

۱۱ - میں نے جب اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرشتے نے یہ حیرانی پیدا کرنے والا جواب دیا۔

۱۲ - یہ ٹھنڈی جگہ دراصل دوزخ ہے نہ اس میں آگ ہے نہ روشنی۔

۱۳۔ اس کے مانگے ہوئے شعلے ایسے ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر عبرت حاصل کرنے والے انسان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

۱۴۔ جو دنیادار لوگ یہاں آتے ہیں وہ اپنے ان انگاروں کو ساتھ لاتے ہیں۔

نصیحت

۱۔ میں نے اقبال سے ازرہ نصیحت کہا
عامل روزہ ہے تو اور نہ پابند نماز

۲۔ تو بھی ہے شیوۂ ارباب ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس لب پہ ترے ذکر حجاز

۳۔ جھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
تیرا انداز تملق بھی سراپا اعجاز

۴۔ ختم تقریر تری مدحت سرکار پہ ہے
فکر روشن ہے ترا موجد آئین نیاز

۵۔ در حکام بھی ہے تجھ کو مقام محمود
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلف ایاز

۶۔ اور لوگوں کی طرح تو بھی چھپا سکتا ہے
پردۂ خدمت دیں میں ہوس جاہ کا راز

۷۔ نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن
اثر وعظ سے ہوتی ہے طبیعت بھی گداز

۸۔ دست پرور ترے ہر ملک کے اخبار بھی ہیں
چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا ساز

۹۔ اس پہ طرہ ہے کہ تو شعر بھی کہہ سکتا ہے
تیری مینائے سخن میں ہے شراب شیراز

۱۰۔ جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے وہ ہیں تجھ میں سبھی
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اٹھ کے شریک تگ و تاز

۱۱۔ غم صیاد نہیں اور پر و بال بھی ہیں
پھر سبب کیا ہے نہیں تجھ کو دماغ پرواز

۱۲۔ عاقبت منزل ما وادی خاموشان است
حالیہ غلغلہ در گنبد افلاک انداز!

۱۔ میں نے اقبال سے نصیحت کے طور پر کہا کہ نہ تو روزے رکھتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے۔

۲۔ تو بھی ریاکاروں کے طریقے میں کمال حاصل کر چکا ہے تیرے دل میں تو لندن جانے کی ہوس ہے لیکن زبان پہ حجاز کا ذکر رہتا ہے۔

۳۔ تو جھوٹ بھی بولتا ہے اور اپنے جھوٹ بولنے کے عذر میں کوئی نہ کوئی مصلحت بھی پیش کر دیتا ہے اور تو نے چاپلوسی کا جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ بھی سراسر جادو ہے۔

۴۔ تیری تقریر حکومت کی تعریف پر ختم ہوتی ہے اور تیری روشن فکر نے نیاز مندی کے نئے نئے طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔

۵۔ تو حاکموں کے دروازے کو بھی اپنا پسندیدہ مقام سمجھتا ہے اور تیری پالیسی ایاز کی زلف سے بھی بڑھ کر پیچ دار ہے۔

۶۔ دوسرے لوگوں کی طرح تو بھی عہدے اور منصب کی حرص کو دین کی خدمت کے پردے میں چھپا سکتا ہے۔

۷۔ عید کے دن تو مسجد میں بھی نظر آجاتا ہے اور وعظ سن کر کسی قدر آنسو بھی بہا لیتا ہے۔

۸۔ ملک کے اخباروں کو بھی تو نے اپنا احسان مند رکھا ہے جو تیری شہرت کا ساز بجانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

۹۔ اس پر طرہ یہ کہ تو شاعر بھی ہے اور تیری شاعری کی صراحی میں شیراز کی شراب بھری ہوئی ہے۔

۱۰۔ ایک لیڈر میں جتنی خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب تجھ میں موجود ہیں تیرے لئے تو ضروری ہے کہ تو اٹھے کے سعی و عمل کے میدان میں گامزن ہو۔

۱۱۔ تجھے حیا کا بھی غم نہیں اور تو پر و بال بھی رکھتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تو اڑنے کا خیال اپنے دل میں نہیں لاتا۔

۱۲۔ آخرکار تو سب کو مردوں کی وادی میں پہنچا ہے اب تو آسمان کے گنبد میں غلغلہ پیدا کرنا چاہیئے۔

رام

۱۔ لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند
سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند

۲۔ یہ ہندیوں کے فکرِ فلک رس کا ہے اثر
رفعت میں آسماں سے بھی اونچا ہے بامِ ہند

۳۔ اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں ملک سرشت
مشہور جن کے دم سے ہے دنیا میں نامِ ہند

۴۔ ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند

۵۔ اعجاز اس چراغِ ہدایت کا ہے یہی
روشن تر از سحر ہے زمانے میں شامِ ہند

۶۔ تلوار کا دھنی تھا شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں جوشِ محبت میں فرد تھا

۱۔ ہندوستان کا پیالہ حقیقت کی شراب سے لبریز ہے۔ یورپ کے تمام فلسفیوں کا دل ہندوستان نے موہ رکھا ہے۔

۲۔ یہ ہندوستان والوں کی آسمان پر پہنچنے والی سوچ ہی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کی چھت بلندی میں آسمان سے بھی اونچی ہے۔

۳۔ ہندوستان میں فرشتوں جیسی عادات رکھنے والے ہزاروں انسان پیدا ہوئے ہیں جن کے دم سے ہندوستان کا نام دنیا بھر میں مشہور ہے۔

۴۔ شری رام چندر کی ذات پر ہندوستان کو فخر ہے۔ اہلِ نظر انھیں ہندوستان کا پیشوا خیال کرتے ہیں۔

۵۔ رہنمائی کے اس چراغ کا یہی جادو ہے کہ ہندوستان کی شام صبح سے بھی زیادہ روشن ہے۔

۶۔ شری رام چندر جی تلوار کے دھنی تھے اور بہادری میں ان کی

کوئی مثال نہیں تھی اور پاکیزگی اور محبت کے جوش میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

انسان

۱۔ منظر چمنستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا — محرومِ عمل نرگس مجبورِ تماشا ہے

۲۔ رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو — فطرت ہی صنوبر کی محرومِ تمنا ہے

۳۔ تسلیم کی خوگر ہے جو چیز ہے دنیا میں
انسان کی ہر قوت سرگرمِ تقاضا ہے

۴۔ اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم — یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

۵۔ چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی — یہ ہستی دانا ہے بینا ہے توانا ہے

۱۔ باغ کے نظارے اچھے ہوں یا بُرے لیکن عمل سے محروم نرگس انھیں دیکھنے پر مجبور ہے کیونکہ وہ اور کچھ کر ہی نہیں سکتی۔

۲۔ صنوبر اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے اسے چلنے کی لذت کا کوئی احساس بھی نہیں۔ اس کی فطرت میں کوئی خواہش پیدا ہی نہیں ہوتی۔

۳۔ دنیا کی ہر چیز فرمانبرداری کی عادی ہے لیکن انسان اپنی طاقت کے زور پر چیزوں کو بدل ڈالنے میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے۔

۴۔ اس ذرہ کو ہر وقت پھیلنے کی فکر لگی رہتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے یہ ذرہ ذرہ نہیں بلکہ بیابان نے سمٹ کر اس کی شکل اختیار کر لی ہے۔

۵۔ اگر یہ انسان چاہے تو کائنات کے پورے باغ کی شکل بدل ڈالے کیونکہ یہ عقلمند۔ دیدہ ور۔ اور طاقتور ہے۔

خطاب بہ جوانانِ اسلام

۱۔ کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

۲۔ تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

۳۔ تمدن آفریں اخلاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارہ

۴۔ سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں
باب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

۵۔ گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

۶۔ غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہانبان و جہاں آرا

۷۔ اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

۸۔ تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

۹۔ گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

۱۰۔ حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

۱۱۔ مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

۱۲۔ غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

۱۔ اے نوجوان مسلم کبھی تو نے یہ بات بھی سوچی ہے کہ وہ کونسا آسمان تھا جس کا تو ٹوٹا ہوا ستارہ ہے۔

۲۔ تجھے اس قوم نے محبت کی گود میں پالا ہے جس نے ایران کا شاہی تاج پاؤں تلے روند ڈالا تھا۔

۳۔ وہ قوم عرب کے صحرا سے اٹھی تھی وہی صحرا جسے شتربانوں کا گہوارہ کہنا چاہیئے اس نے ایک عظیم تہذیب کو جنم دیا اور دنیا کو حکمرانی کے طریقے سکھائے۔

۴۔ امیری کی بلندیوں پر پہنچ کر بھی اس قوم نے فقر کو اپنے لئے فخر کا باعث سمجھا۔ چہرہ اگر خوبصورت ہو تو اسے بناؤ سنگھار کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۵۔ اس قوم کے لوگ اللہ والے تھے فقیری کی حالت میں بھی اتنے باغیرت تھے کہ دوست مندوں کو بھی انھیں کچھ پیش کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔

۶۔ الغرض میں کیا بتاؤں کہ بیابان میں رہنے والے وہ کیا تھے وہ دنیا کے فاتح اور حکمران تھے انھوں نے دنیا کی حفاظت کی اور دنیا کو زینت و آرائش بخشی۔

۷۔ میں چاہوں تو لفظوں میں ان کا نقشہ کھینچ سکتا ہوں لیکن یہ نقشہ تیرے خیال سے بہت اونچا ہوگا۔

۸۔ تجھے اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تو صرف باتیں بنانا جانتا ہے اور وہ ہر طرف حرکت میں رہتے تھے۔

۹۔ ہم نے بزرگوں سے جو ورثہ پایا تھا وہ سب گنوا دیا اور آسمان نے ہمیں ثریا کی بلندی سے اُٹھا کر زمین کی پستی میں دے پٹکا۔

۱۰۔ حکومت کا رونا تو کیا رویا جائے وہ تو خیر ایک عارضی چیز تھی اور دنیا کے اس عام قاعدے سے ہم کیونکر بچ سکتے تھے کہ حکومتیں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔

۱۱۔ مگر افسوس ہم نے تو وہ علم کے موتی بھی ضائع کر دیئے جو بزرگوں سے ہمیں ملے تھے یعنی وہ بیش قیمت کتابیں جنہیں یورپ میں دیکھ کر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اے غنی یعقوب کی سیاہ بختی کو دیکھ کر یوسف کی آنکھوں کا نور زلیخا کی آنکھ کے لئے روشنی کا سامان بنا ہوا ہے۔

غرۂ شوال

یا

ہلالِ عید

۱۔ غرۂ شوال! اے نورِ نگاہِ روزہ دار — آ کہ تھے تیرے لئے مسلم سراپا انتظار

۲۔ تیری پیشانی پہ تحریر پیامِ عید ہے — شام تیری کیا ہے صبحِ عیش کی تمہید ہے

۳۔ سرگزشتِ ملتِ بیضا کا تو آئینہ ہے — اے مہِ نو! ہم کو تجھ سے الفتِ دیرینہ ہے

۴۔ جس علم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم — دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم

۵۔ تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے — حسنِ روز افزوں سے تیرے آبرو ملت کی ہے

۶۔ آشنا پرور ہے قوم اپنی وفا آئیں ترا — ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

۷۔ اوجِ گردوں سے ذرا دُنیا کی بستی دیکھ لے!

اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے

٨۔ قافلے دیکھ اور ان کی برق رفتاری بھی دیکھ ۔۔۔ رہرو درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

٩۔ دیکھ کر تجھ کو افق پر ہم لٹاتے تھے گہر ۔۔۔ اے تہی ساغر ہماری آج ناداری بھی دیکھ

١٠۔ فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر ۔۔۔ اپنی آزادی بھی دیکھ ان کی گرفتاری بھی دیکھ

١١۔ دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ ۔۔۔ بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

١٢۔ کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر ۔۔۔ اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

١٣۔ بارش سنگ حوادث کا تماشائی بھی ہو ۔۔۔ امت مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

١٤۔ ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو ۔۔۔ اور جو بے آبرو تھے ان کی خودداری بھی دیکھ

١٥۔ جس کو ہم نے آشنا لطف تکلم سے کیا ۔۔۔ اس حریف بے زبانی کی گرم گفتاری بھی دیکھ

١٦۔ ساز عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن ۔۔۔ اور ایراں میں ذرا ماتم کی تماری بھی دیکھ

١٧۔ چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا ۔۔۔ سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

صورت آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
١٨۔ شورش امروز میں محو سرود دوش رہ

١۔ اے شوال کے نئے چاند اور اے روزہ رکھنے والوں کی آنکھوں کے نور مسلمان تیرے [illegible] سراپا انتظار بنے ہوئے تھے۔

٢۔ تیرے اٹھنے پر عید کا پیغام لکھا ہوا ہے تیری شام عیش کی صبح کی ابتدا ہے۔

٣۔ تو ملت اسلامیہ کی سرگزشت کا آئینہ ہے۔ اے نئے چاند ہمیں تجھ سے پرانی محبت ہے۔

٤۔ ہم جس جھنڈے کے نیچے تلواریں چلاتے تھے اور دشمنوں کے خون سے اپنے خنجر رنگتے تھے۔

٥۔ اس جھنڈے سے بغلگیر رہنا تیری قسمت ہے تیرا ہر روز بڑھنے

تالا

جس ملت کے لئے عزت کا سامان ہے۔

۶۔ ہمارا قوم دوستوں کو پالنے والا ہے اور تیرا مسلک بھی دوستانا ہے۔ تیرا یہ چاند جیسا لباس دل میں محبت پیدا کرنے والا ہے۔

۷۔ آسمان کی بلند فضا سے تو ذرا دنیا کی بستی کو دیکھ اور اپنے اونچے مقام سے ہمارے گھر کی پستی کی طرف نظر ڈال۔

۸۔ دوسری قوموں کے تیز رفتار قافلوں کو دیکھ اور اس پیچھے چھوٹے ہوئے مسافر کو بھی دیکھ جو اپنی منزل سے بیزار ہو چکا ہے۔

۹۔ ہم تجھے اُفق پر دیکھ کر کبھی موتی لٹایا کرتے تھے لیکن اے خالی پیالے آج ہماری مفلسی کو بھی دیکھ۔

۱۰۔ مسلمان فرقہ بندی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اپنی آزادی کا اور اُن کی گرفتاری کو بھی دیکھ۔

۱۱۔ مسجد میں شیخ کی تسبیح کے ٹوٹے ہوئے دھاگے اور اس کے برعکس بت کدے میں برہمن کے پکے زنار کو بھی دیکھ۔

۱۲۔ کافروں نے مسلمانوں کے سے جو طریقے اختیار کر لئے ہیں انھیں بھی دیکھ اور مسلمانوں کو بھی دیکھ کہ وہ کس طرح آپس میں ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔

۱۳۔ ہر طرف حادثے کے پتھروں کا مینہ برستے ہوئے بھی دیکھ اور یہ بھی دیکھ کہ ہماری مردہ امت کی دیواریں شیشے سے بنی ہوئی ہیں۔

۱۴۔ عزت آبرو والوں نے خوشامد کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے انھیں دیکھ اور پھر انھیں بھی دیکھ جو کبھی بے آبرو تھے لیکن اب خود دار بن گئے ہیں۔

۱۵۔ جس کو ہم نے بات کرنے کی لذت سے واقف کیا دیکھ وہ ہماری قوم آج کس طرح بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہی ہے۔

۱۶۔ یورپ میں خموشیوں کے ساز کی آوازیں سن اور یہ بھی دیکھ کہ ایران میں ماتم کی تیاری ہو رہی ہے۔

۱۷۔ نادان ترک نے اپنی خلافت کی قبا ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالی ہے مسلمان کی سادہ مزاجی اور دوسروں کی مکاری کو دیکھ۔

۱۸۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی آئینے کی طرح خاموش رہ اور آج کے شور و غل سے بے نیاز ہو کر اپنے ماضی کے گیت گاتے رہ۔

شمع اور شاعر

فروری ۱۹۱۲ء

شاعر

۱۔ دوش می‌گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش
گیسوئے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ

۲۔ در جہاں مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ستم
نے نصیبِ محفلے نے قسمتِ کاشانہ

۳۔ مدتے مانندِ تو من ہم نفس می سوختم
در طوافِ شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ

۴۔ می تپد صد جلوہ در جانِ امل فرسودِ من
بر نمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانہ

۵۔ از کجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی

شمع

۶۔ مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغامِ اجل
لب اسی موجِ نفس سے ہے نوا پیرا ترا

۷۔ میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضمر مری فطرت میں سوز
تو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا

۸۔ گریہ ساماں میں کہ میرے دل میں ہے طوفانِ اشک
شبنم افشاں تو کہ بزمِ گل میں ہو چرچا ترا

۹۔ گل بدامن ہے مری شب کے لہو سے میری صبح
ہے ترے امروز سے نا آشنا فردا ترا

۱۰۔ یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں — شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا

۱۱۔ سوچ تو دل میں لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے — انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا

۱۲۔ اور ہے تیرا شعار، آئینِ ملت اور ہے — زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا

۱۳۔ کعبہ پہلو میں ہے اور سودائیِ بتخانہ ہے — کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا

۱۴۔ قیس پیدا ہوں تری محفل میں یہ ممکن نہیں — تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا

۱۵۔ اے دُرِ تابندہ! اے پروردۂ آغوشِ موج — لذتِ طوفاں سے ہے نا آشنا دریا ترا

۱۶۔ اب نوا پیرا ہے کیا؟ گلشن ہوا برہم ترا — بے محل تیرا ترنم، نغمہ بے موسم ترا

۱۷۔ تھا جنھیں ذوقِ تماشا وہ تو رخصت ہو گئے — لے کے اب تو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا

۱۸۔ انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اُٹھ گئے — ساقیا! محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا

۱۹۔ آہ! جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی! — پھول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا

۲۰۔ آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ — صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

۲۱۔ بجھ گیا وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا — اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا

۲۲۔ پھول بے پروا ہیں، تو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے آوازِ درا ہو یا نہ ہو

۲۳۔ شمعِ محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا — تیرے پروانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے

۲۴۔ رشتۂ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو — پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

۲۵۔ شوقِ بے پروا گیا، فکرِ فلک پیما گیا — تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے

۲۶۔ وہ جگر سوزی نہیں، وہ شعلہ آشامی نہیں — فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پروانے رہے

۲۷۔ خیر تو ساقی سہی، لیکن پلائے گا کسے؟ — اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ مے خانے رہے

۲۸۔ رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے — کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

۲۹۔ آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں — رقص میں لیلیٰ رہی، لیلیٰ کے دیوانے رہے

۳۰۔ وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۳۱۔ غنچے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی — شہر ان کے مٹ گئے آبادیاں بن ہو گئیں

۳۲۔ سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی — وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

۳۳۔ دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے — موج کی آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

۳۴۔ خود تجلی کو تمنا جن کے نظاروں کی تھی — وہ نگاہیں ناامیدِ نورِ ایمن ہو گئیں

۳۵۔ اڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں — دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں

۳۶۔ وسعتِ گردوں میں تھی ان کی تڑپ نظارہ سوز — بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں

۳۷۔ دیدۂ خونبار ہو منت کشِ گلزار کیوں؟ — اشکِ پیہم سے نگاہیں گل بداماں ہو گئیں

۳۸۔ شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی !
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن امید کی

۳۹۔ مژدہ اے پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز — بعد مدت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش

۴۰۔ نقدِ خودداری بہائے بادۂ اغیار تھی — پھر دکاں تیری ہے لبریزِ صلائے نوش نوش

۴۱۔ پھر یہ غوغا ہے کہ لاساقی شرابِ خانہ ساز — دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش

۴۲۔ ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند — پھر سلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش

۴۳۔ نغمہ بیدار ہو کہ یہ ہنگام خاموشی نہیں — ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش

۴۴۔ در غمِ دیگر بسوز و دیگراں را ہم بسوز — گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش

۴۵۔ کہہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری — ہاں سنا دے محفلِ ملت کو پیغامِ سروش

۴۶۔ آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

۴۷۔ رہزنِ ہمت ہوا ذوقِ تن آسانی ترا — بحر تھا صحرا میں تو گلشن میں مثلِ جو ہوا

۴۸۔ اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی — چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروانِ بو ہوا

۴۹۔ زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرارِ حیات — یہ کبھی گوہر کبھی شبنم کبھی آنسو ہوا

۵۰۔ پھر کہیں سے اس کو پیدا کر بڑی دولت ہے یہ — زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

۵۱۔ آبرو باقی تری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

۵۲۔ فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

۵۳۔ پردۂ دل میں محبت کو ابھی مستور رکھ
یعنی اپنی مے کو رسوا صورتِ مینا نہ کر

۵۴۔ خیمہ زن ہو وادیِ سینا میں مانندِ کلیم
شعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر

۵۵۔ شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم
صرفِ تعمیرِ سحر خاکسترِ پروانہ کر

۵۶۔ تو اگر خوددار ہے منت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر

۵۷۔ کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر

۵۸۔ خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر
تو عصا افتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر

۵۹۔ ہاں اسی شاخِ کہن پر پھر بنا لے آشیاں
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر

۶۰۔ اس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

۶۱۔ کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو
لب کشا ہو جا سرودِ بربطِ عالم ہے تو

۶۲۔ آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو کھیتی بھی تو باراں بھی تو حاصل بھی تو

۶۳۔ آہ! کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو رہرو بھی تو رہبر بھی تو منزل بھی تو

۶۴۔ کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو بحر تو کشتی بھی تو ساحل بھی تو

۶۵۔ دیکھ آ کر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی
قیس تو لیلا بھی تو صحرا بھی تو محمل بھی تو

۶۶۔ وائے نادانی کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تو مینا بھی تو ساقی بھی تو محفل بھی تو

۶۷۔ شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

۶۸۔ بے خبر! تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

۶۹۔ اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

۷۰۔ کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

٧١۔ سینہ ہے تیرا امیں اس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے

٧٢۔ ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

٧٣۔ اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت
اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے

٧٤۔ تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

٧٥۔ دل کی کیفیت ہے پیدا پردۂ تقریر میں
کسوتِ مینا میں مے مستور بھی عریاں بھی ہے

٧٦۔ پھونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

٧٧۔ راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ

٧٨۔ آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

٧٩۔ اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

٨٠۔ آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی

٨١۔ شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی

٨٢۔ دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

٨٣۔ پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

٨٤۔ نالۂ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور
خونِ گلچیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی

٨٥۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

٨٦۔ شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

١۔ کل میں نے اپنے اُجڑے ہوئے گھر کی شمع سے کہا کہ تیری زلفوں کے لئے پروانے کا پر شانہ کا کام دیتا ہے۔

٢۔ میں اس دنیا میں بیابانی لالہ کے چراغ کی طرح ہوں جس سے نہ کسی محفل میں اور نہ کسی گھر میں روشنی ہوتی ہے۔

٣۔ میں بھی ایک مدت سے اپنے آپ کو تیری طرح جلا رہا ہوں لیکن

میرے شعلوں کے طواف کے لئے تو اب تک کسی پروانے نے پر تک نہیں مارا۔

۴۔ میری جان جو سینکڑوں آرزوؤں کی کشمکش میں جلتی رہی اس میں ان ان گنت جلوے تڑپ رہے ہیں لیکن کوئی ایسا نہیں جو ان آرزوؤں کا ساتھی بن سکے۔

۵۔ اے شمع تو نے دنیا کو روشن کرنے والی یہ آگ کہاں سے لی ہے جس کی وجہ سے ایک معمولی پتنگے کو حضرت موسیٰ کا سوز سکھا دیا۔

۶۔ سانس کی جو لہر میرے لئے موت کا پیغام ہے اسی کی وجہ سے تیرا لے یہ نغمے گا رہا ہے۔

۷۔ میری طبیعت میں چونکہ جلن چھپی ہوئی ہے میں اس لئے جلتی ہوں لیکن تو اس وجہ سے روشن ہے کہ پروانے تیرے گرویدہ ہوں۔

۸۔ میرے دل میں آنسوؤں کا طوفان ہے میں اس لئے روتی ہوں اور تو اس وجہ سے شبنم کی طرح آنسو بہاتا ہے کہ پھولوں کی محفل میں تیری شہرت ہو۔

۹۔ میری رات کے خون سے میری صبح کا دامن پھولوں سے بھرا ہوا ہے لیکن تیرے حال کو مستقبل کی کوئی فکر نہیں۔

۱۰۔ تو اگرچہ روشن ہے لیکن تیرا سینہ اندرونی جلن سے خالی ہے تیرا شعلہ بیابانی لالے کے چراغ کی طرح ہے کہ چمک دمک تو ہے لیکن سوز نہیں۔

۱۱۔ تو ذرا اپنے دل میں سوچ کہ کیا تجھے ساقی کہنا مناسب ہے کہ جب تیری محفل پیاسی ہے اور تیرے پیالے میں شراب بھی نہیں۔

۱۲۔ تیرا طریقہ اور ہے اور قوم نے دوسرا ہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ تیری بدصورتی سے تیرا آئینہ بدنام ہو رہا ہے۔

۱۳۔ کعبہ تیرے پہلو میں ہے اور تو بت خانے کے لئے پاگل ہوا جا رہا ہے۔

تیرا یہ پروانہ عشق بھی کس قدر دیوانہ ہے۔

۱۴۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تیری محفل میں مجنوں پیدا ہوں کیونکہ تیرا بیاباں تنگ ہے اور تیرے محل میں لیلیٰ نہیں ہے۔

۱۵۔ اے لہروں کی گود میں پرورش پائے ہوئے چمک دار موتی تیرا دریا طوفان کی لذت سے ناواقف ہے۔

۱۶۔ اب جبکہ تیرا باغ برباد ہو چکا ہے نغمے سنانے کا کیا فائدہ اب تیرے نغمے بے موقع اور بے موسم ہیں۔

۱۷۔ اب تو دیدار عام کا وعدہ لے کر آیا تو اس سے کیا حاصل کیونکہ دیکھنے والے تو رخصت ہو چکے ہیں۔

۱۸۔ محفل سے پرانے شراب نوش تو چلے گئے اے ساقی اگر تو اب تند و تیز شراب کا پیالہ لئے ہوئے آیا تو اس سے کیا حاصل۔

۱۹۔ آہ جب باغ کا شیرازہ بکھر گیا تو پھول کے لئے باد بہاری کا پیغام کیا معنی رکھتا ہے۔

۲۰۔ رات کے آخری حصے میں محبت کے بسمل کی تڑپ دیکھنے کے قابل تھی۔ صبح کے وقت اگر محبوب نے لب بام پر آکر اپنا جلوہ دکھایا بھی تو اس سے کیا حاصل۔

۲۱۔ وہ شعلہ تو بجھ گیا جس پر ہر پروانہ جل مرنے کے لئے تیار تھا اب کوئی ناتمام سطح کا دیوانہ بن کر آیا تو کیا فائدہ۔

۲۲۔ تو نغمے سنایا نہ سنا پھول اس سے بالکل بے پرواہ ہیں اور قافلے میں کوئی احساس باقی نہیں رہا گھنٹی کی آواز آئے یا نہ آئے۔

۲۳۔ محفل کی شمع بننے کے باوجود جب تیرا دل سوز سے خالی رہا تو تیرے پروانوں میں سوز کی لذت کہاں سے پیدا ہوتی۔

۲۴۔ جب تو انھیں باہمی محبت کے رشتے میں پرو سکتا تھا تو پھر

تسبیح کے دانے کیوں بکھرے کے بکھرے رہ گئے۔

۲۵۔ اب نہ جہد و جہد کا جوش و خروش ہے اور نہ فکر و نظر کی وہ بلندی ہے گویا قوم دیوانوں سے بھی خالی ہو گئی اور فرزانوں سے بھی۔

۲۶۔ جب شمع کی روشنی جگ نہیں جلا سکتی اور دلوں میں سچی تڑپ نہیں پیدا کر سکتی تو شمع کے گرد اب بھی پروانوں کے نظر آنے سے کیا فائدہ ہے۔

۲۷۔ چلیئے یہ مان لیا کہ تو ساقی ہے لیکن یہ تو بتا کہ تو شراب کسے پلائے گا؟ کیونکہ اب نہ پہلے سے شرابی باقی ہیں اور نہ وہ پرانے شراب خانے۔

۲۸۔ جس ساقی کے پیمانے کل تک گردش کر رہے تھے اس کے حال پر آج ایک ٹوٹی ہوئی صراحی رو رہی ہے۔

۲۹۔ وہ بیاباں جہاں دیوانی پرورش پاتی تھی آج سنسان نظر آتے ہیں نہ وہاں لیلیٰ ناچ رہی ہے اور نہ وہاں لیلیٰ کا کوئی دیوانہ ہی دکھائی دیتا ہے۔

۳۰۔ ہائے ناکامی کہ قافلے کا سامان بالکل لٹ گیا اور قافلے کو اپنے نقصان کا احساس تک نہیں۔

۳۱۔ جن کے ہنگاموں سے کبھی بیابانوں میں بھی چہل پہل نظر آتی تھی ان کے بسائے ہوئے شہر تباہ ہو گئے اور ان کی آبادیاں جنگل بن گئیں۔

۳۲۔ جن نمازوں سے توحید کی شان قائم تھی وہ نمازیں ہندوستان میں برہمن کی نذر ہو گئیں۔

۳۳۔ دنیا کی دائمی خوشی شریعت کی پابندی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے لیکن چونکہ پابندی سے آزاد رہنا چاہتی ہے اس کی زندگی نالہ و فریاد میں گزر رہی ہے۔

۳۴۔ کوہِ طور کی تجلی کو جن نگاہوں کی خواہش تھی وہ نگاہیں اس نور کے جلوے سے ناامید ہو چکی ہیں۔

۳۵۔ باغ میں ہزاروں بلبلیں اڑتی پھرتی تھیں نہ جانے ان کے دل میں کیا خیال آیا کہ وہ اپنے گھونسلوں میں پابند ہو کر بیٹھ گئیں۔

۳۶۔ آسمان کے پھیلاؤ میں جن بجلیوں کی چمک آنکھوں کو چندھیا دینے والی تھی وہ گھلیاں کے دامن پر پہنچ کر ٹھنڈی ہو گئیں۔

۳۷۔ خون رونے والی آنکھ باغ کا احسان کیوں اٹھائے کیونکہ مسلسل خون کے آنسوؤں ہی نے نگاہوں کا دامن پھولوں سے بھر دیا ہے۔

۳۸۔ لیکن غم کی شام عید کی صبح کا پیغام دیتی ہے۔ رات کی تاریکی میں امید کی کرن نظر آتی ہے۔

۳۹۔ اے حجاز کے شراب خانے سے شراب پلانے والے تیرے لئے یہ خوش خبری ہے کہ تیرے شراب نوش ایک مدت کے بعد پھر ہوش میں آگئے ہیں۔

۴۰۔ کل تک جو اپنی خودداری کی دولت دے کر دوسروں سے نشہ خریدتے تھے آج پھر تیری دوکان پر آگئے ہیں اور دوکان کے در و دیوار پینے پلانے کی ہاؤ ہو سے گونج رہے ہیں۔

۴۱۔ پھر ہر طرف یہ شور ہے کہ گھر کی بنی ہوئی شراب لا۔ فرنگی شراب نے دل کی گرمیاں ٹھنڈی کر دیں۔

۴۲۔ ہندوستان میں فرنگی حکومت کا طلسم ٹوٹنے والا ہے پھر عرب کی محبوبہ اپنے چاہنے والوں کو جوش و خروش کا پیغام دے رہی ہے۔

۴۳۔ گیت گا کیونکہ یہ چپ رہنے کا وقت نہیں ہے۔ صبح کے آسمان نے سورج کی صراحی اپنے کندھے پر اٹھالی ہے۔

۴۴۔ دوسروں کے غم میں جل اور دوسروں کو بھی اس آگ میں جلا میں نے تجھے ایک قیمتی بات سنادی جس کی سچائی پوری دنیا پر ظاہر ہے، ہو سکے تو اس پر عمل کر۔

۴۵۔ کہا جاتا ہے کہ شاعری پیغمبری کا جز ہے چونکہ تو بھی شاعر ہے

اس لئے ملت کی انجمن کو فرشتہ کا پیغام سُنا۔

۴۶۔ ملت کی آنکھ کو دیدار کے وعدے سے جگائے اور ملت کے دل کو اپنے کمال شاعری سے زندہ کرے۔

۴۷۔ آرام طلبی کے شوق نے تیری ہمت کو لوٹ لیا تو بیابان میں ایک سمندر تھا لیکن باغ میں پہنچ کر ندی بن گیا

۴۸۔ جب تو اپنی اصلی حالت پر قائم تھا تو تیری اجتماعی شان بھی تھی لیکن خوشبو کا قافلہ پھول کو چھوڑ کر پریشان ہو گیا۔

۴۹۔ قطرے کا زندگی زندگی کے بھید سکھاتی ہے یہی قطرہ کبھی اوس اور کبھی آنسو بن جاتا ہے۔

۵۰۔ پھر کہیں سے اپنا دل پیدا کر کیونکہ یہ بہت بڑی دولت ہے اگر پہلو میں دل ہی نہیں تو زندگی کس کام کی۔

۵۱۔ تیری عزت ملت کی اجتماعی شان سے تھی۔ جب یہ شان چلی گئی تو تو دنیا میں بدنام ہو گیا۔

۵۲۔ تنہا فرد کی حقیقت کچھ نہیں ملت سے وابستہ ہو کر مجھ وہ قائم رہ سکتا ہے۔ لہر اگر دریا میں ہے تو لہر ہے لیکن دریا سے باہر آجائے تو کچھ بھی نہیں۔

۵۳۔ ابھی اپنی محبت کو دل کے پردے میں چھپائے رکھ اور صراحی کی طرح اپنی شراب کو بدنام نہ ہونے دے۔

۵۴۔ موسیٰ کی طرح وادیٔ سینا میں ڈیرا ڈال اور تحقیق کے شعلے سے اپنے گھر کو جلا۔

۵۵۔ شمع کو بھی ذرا اپنے تلک کا انجام معلوم ہو اس لئے تو پروانوں کی خاکستر جمع کر کے اس سے صبح کا منظر تیار کر۔

۵۶۔ اگر تو خود دار ہے تو ساقی کا احسان نہ اٹھا بلبلے کی طرح جلیں

دریا میں بھی اپنا پیالہ اٹھا رکھ۔

۵۷۔ تیرا نے پہاڑوں اور بیابانوں میں کوئی مزہ باقی نہیں چونکہ تیری دیوانگی نئی قسم کی ہے اس لئے اپنے لئے بیابان بھی نیا پیدا کر۔

۵۸۔ اگر تجھے قسمت نے مٹی میں ملا دیا ہے تو کیا ہوا تو بگولے (دانے) کی طرح اپنے گرنے سے اٹھ کھڑے ہونے کے لئے اپنا سہارا پیدا کر۔

۵۹۔ تیرا ٹہنی پر پھر اپنا گھونسلہ بنا اور باغ میں رہنے والوں کو اپنے نالوں کو اپنے مستانہ نغموں کا گرویدہ بنا۔

۶۰۔ تو اس باغ میں یا تو بلبل کی پیروی کر یا پھول کا شاگرد بن جا یا تو مجسم ناز بن جا یا اپنی ساری زندگی خاموشی میں گزار دے۔

۶۱۔ تو باغ میں شبنم کی طرح خاموشی کی حالت میں کیوں اترتا ہے۔ اپنے ہونٹ کھول۔ ارے تو تو دنیا کے ساز کا نغمہ ہے۔

۶۲۔ اے کسان ذرا اپنی حقیقت پہچان۔ تو بذات خود دانہ بھی کھیتی بھی۔ بارش بھی۔ بارش بھی اور پیداوار بھی ہے۔

۶۳۔ آہ تو کسی کی تلاش میں آوارہ رہتا ہے تو تو خود ہی راستہ بھی مسافر بھی۔ رہنما بھی اور منزل بھی ہے۔

۶۴۔ تیرا دل طوفان کے خوف سے کیوں کانپ رہا ہے تو تو خود ہی ملاح خود ہی سمندر خود ہی کشتی اور خود ہی کنارا ہے۔

۶۵۔ کبھی تو ایسی دیوانگی تو پیدا کرتا کہ تجھے معلوم ہو کہ مجنوں بھی تو ہے۔ لیلیٰ بھی تو ہے اور بیابان اور نجد (؟) ابھی تو خود ہے۔

۶۶۔ افسوس کہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے تو شراب پلانے والا کا محتاج ہو گیا ورنہ تو خود ہی شراب۔ مینا۔ شراب پلانے والا اور شراب کی محفل ہے۔

۶۷۔ ذات باری کے سوا جو کچھ ہے اسے گھاس پھوس سمجھ کر اور اسے شعلہ بن کر پھونک دے۔ تجھے باطل سے کیا ڈر۔ ہو سکتا ہے کہ تو

۷۹۔ بہار کی ہوا اتنے نغمے پیدا کرے گی کہ کلی کی گود میں سوئی ہوئی خوشبو بھی آواز بن کر نکلے گی۔

۸۰۔ باغ کے سینہ چاک دوسرے سینہ چاکوں سے آملیں گے اور باد صبا پھولوں کی ساقی بن جائے گی۔

۸۱۔ میرے آنسوؤں کا شبنم سے سوز و ساز پیدا ہوگا اور اس باغ کی ہر کلی درد کی لذت سے واقف ہو جائے گی۔

۸۲۔ دریا کی رفتار کی شان و شوکت کا نتیجہ تم خود ہی دیکھ لوگے۔ بے چین موجیں ہی اس کے پاؤں کے لئے زنجیریں بن جائیں گی۔

۸۳۔ ملت کے دلوں کو پھر سجدوں کا پیغام یاد آجائے گا اور اہلِ ملت کی پیشانیاں پھر سے کعبہ کی خاک پر گرنے لگیں گی۔

۸۴۔ گلکاری آہ و فریاد میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور ان کی فریادیں سن کر پرندے خوشی کے گیت گانے لگیں گے اور پھول چننے والے کے خون سے گل کا لب سا سرخ ہو جائے گا۔

۸۵۔ جو کچھ میری آنکھ دیکھ رہی ہے میں اسے بیان نہیں کر سکتا مجھے تو حیرانی ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔

۸۶۔ سورج کے جلوے سے رات کا اندھیرا دور ہو جائے گا اور یہ باغ توحید کے نغموں سے لبریز ہو جائے گا۔

مسلم

جون سنہ ۱۹۱۲ء

۱۔ ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے — سینۂ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے

۲۔ نغمۂ امید تیری بربطِ دل میں نہیں — ہم سمجھتے ہیں یہ لیلا تیری محمل میں نہیں

۳۔ گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا

۴۔ قصۂ گل ہم نوایانِ چمن سنتے نہیں اہلِ محفل تیرا پیغامِ کہن سنتے نہیں

۵۔ اے درائے کاروانِ خفتہ پا خاموش رہ ہے بہت یاس آفریں تیری صدا خاموش رہ

۶۔ زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہو سکتی نہیں
شمع سے روشن شبِ دوشینہ ہو سکتی نہیں

۷۔ ہمنشیں! مسلم ہوں میں، توحید کا حامل ہوں میں اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں

۸۔ نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے

۹۔ حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا

۱۰۔ دہر میں غارت گرِ باطل پرستی میں ہوا حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی میں ہوا

۱۱۔ میری ہستی پیرہن عریانیِ عالم کی ہے میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے

۱۲۔ قسمتِ عالم کا مسلم کوکبِ تابندہ ہے جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے

۱۳۔ آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرارِ حیات کہہ نہیں سکتے مجھے نومیدِ پیکارِ حیات

۱۴۔ کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے ہے بھروسہ اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

۱۵۔ یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار

۱۶۔ ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہدِ کہن رہتا ہوں میں اہلِ محفل سے پرانی داستاں کہتا ہوں میں

۱۷۔ یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

۱۸۔ سامنے رکھتا ہوں اس عہدِ نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں

اے اقبال تیری ہر سانس میں آہ چھپی ہوئی ہے اور تیرا جلتا ہوا سینہ فریاد سے بھرا ہوا ہے۔

۲۔ تیرے دل کے ساز میں امید کا کوئی نغمہ نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ پیالے تیرے کجاوے میں ہے ہی نہیں۔

۳۔ قیمے کان لگائے ہوئے دور میں گائے گئے نغموں کی تلاش کر رہے ہیں اور موجودہ زمانے کے ہنگاموں سے تیرا دل بے پروا ہے۔

۴۔ اس باغ میں گانے والے پرندے پھولوں کی کہانی نہیں سنتے۔ اور محفل والے تیرے پرانے پیغام کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۵۔ اے سوئے ہوئے پاؤں والے قافلے کی گھنٹی چپ ہو جا تیری آواز بہت ناامیدی پیدا کرتی ہے اس لئے تیرا خیال رہنا ہی مناسب ہے۔

۶۔ وہ پرانی محفل اب پھر زندہ نہیں ہو سکتی اور شمع جلا دینے سے گزری ہوئی رات روشن نہیں ہو سکتی۔

۷۔ مرے دوست میں مسلمان ہوں اور توحید کا پیغام دیتا ہوں اور اس کائنات کے پیدا ہونے کے وقت سے توحید کی سچائی کا سچا گواہ ہوں۔

۸۔ توحید ہی سے کائنات کی نبض میں گرمی ہے اور اس کی وجہ سے مسلمان کے خیال میں بے باکی ہے۔

۹۔ خدا نے توحید ہی کو ظاہر کرنے کے لئے دنیا بنائی اور توحید کی حفاظت ہی کے لئے مجھے پیدا کیا۔

۱۰۔ اس دنیا میں باطل پرستی کو میں نے ہی برباد کیا اور سچ تو یہ ہے کہ ہستی کی عزت کا محافظ میں ہی ہوں۔

۱۱۔ میری زندگی نے دنیا کے ننگے بدن کے لئے لباس مہیا کیا۔ میرے مٹ جانے سے پوری نسلِ انسانی کی ذلت ہے۔

۱۲۔ مسلمان دنیا کی قسمت کا چمکتا ہوا ایسا ستارہ ہے جس کی چمک دمک کے سامنے صبح کا جادو بھی شرما جاتا ہے۔

۱۳۔ میری آنکھوں پر زندگی کے بھید ظاہر ہو چکے ہیں اس لئے مجھے زندگی کی جنگ کشمکش سے ناامید قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۱۴۔ ہم وہ عارضی نقطہ ہیں جسے ذرا بھی سکھ کیونکر اپنی قوم کی خوش نصیبی پر کچھ پیار

(اعزاز اقبال (مشورہ عکس) جون ۴۷)

بھروسہ ہے۔

۱۵۔ میری زندگی میں ناامیدی کا کوئی جز نہیں جنگ کے لئے میرے دل کا جوش و خروش مجھے کامل فتح کی خبر دیتا ہے۔

۱۶۔ یہ سچ ہے کہ میری آنکھیں بیتے ہوئے زمانے پر لگی رہتی ہیں اور میں محفل والوں کو پرانی کہانیاں ہی سناتا رہتا ہوں۔

۱۷۔ گزرے ہوئے زمانے کی یاد میری مٹی کے لئے اکسیر ہے اور میرا ماضی میرے مستقبل کی شرح ہے۔

۱۸۔ اپنے خوشیوں سے بھرے ہوئے پرانے دور کو میں اپنی نظر کے سامنے رکھتا ہوں اور اپنے ماضی کے آئینے میں مستقبل کو دیکھتا ہوں۔

حضورِ رسالت مآب میں

۱۔ گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا — جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
۲۔ قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن — نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

۳۔ فرشتے بزمِ رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضورِ آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو

۴۔ کہا حضورؐ نے اے عندلیبِ باغِ حجاز — کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
۵۔ ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا — فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
۶۔ اڑا جو پستیِ دنیا سے تو سوئے گردوں — سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

۷۔ نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا

۸۔ حضورؐ دہر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
۹۔ ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں — وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
۱۰۔ مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی

۔۴ جھلکتی ہے تری اُمت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

۱۔ جب اس دنیا کا ہنگامہ میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا تو میں نے سفر کا سامان باندھا اور دنیا سے چلاگیا۔

۲۔ اگرچہ میں نے صبح اور شام کی قید میں زندگی تو گزاری لیکن میں دنیا کے پرانے نظام سے واقف نہ ہوا۔

۳۔ فرشتے مجھے رسالت کی محفل میں لے گئے اور رحمتِ عالم کے حضور میں مجھے پیش کردیا۔

۴۔ حضور نے فرمایا کہ اے حجاز کے باغ کی بلبل نغمہ خواں ہر کلی کا دل تیرے نغموں کی گرمی سے پگھلا ہوا ہے۔

۵۔ تیرا دل ہمیشہ ہماری محبت کی شراب کے نشے میں چور رہتا ہے۔ تیری اُفتاد کا بھی وہ درجہ ہے کہ عجز بھرے سجدوں کو بھی اس پر رشک آتا ہے

۶۔ جب تو دنیا کی پستی سے آسمان کی طرف اڑنے لگا تو فرشتوں نے تجھ کو اونچا اڑنا سکھایا۔

۷۔ دنیا کے باغ سے خوشبو کی طرح نکل آیا ذرا یہ تو بتا کہ ہمارے لئے تو کیا تحفہ لے کر آیا ہے۔

۸۔ میں نے کہا حضور دنیا میں آرام نہیں ملتا۔ جس کی مجھے جستجو ہے وہ زندگی نہیں ملتی۔

۹۔ یوں تو وہاں لالے اور گلاب کے کئی پھول ہیں لیکن کوئی ایسی کلی نہیں ہے جس میں وفا کی خوشبو ہو۔

۱۰۔ لیکن آپ کی نذر کرنے کے لئے میں ایک صراحی لایا ہوں۔ اس صراحی میں جو چیز ہے وہ جنت میں بھی نہیں ملتی۔

۱۱۔ اس صراحی میں آپ کی امت کی آبرو جھلک رہی ہے۔ اس میں طرابلس کے

شہیدوں کا خون ہے۔

جوابِ شکوہ

۱۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

۲۔ قدسی الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے
خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے

۳۔ عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مرا

۴۔ پیرِ گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی
بولے سیارے سرِ عرشِ بریں ہے کوئی

۵۔ چاند کہتا تھا نہیں اہلِ زمیں ہے کوئی
کہکشاں کہتی تھی پوشیدہ یہیں ہے کوئی

۶۔ کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
مجھ کو جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

۷۔ تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا
عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا

۸۔ تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا
آ گئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا

۹۔ غافل آداب سے سکانِ زمیں کیسے ہیں
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں

۱۰۔ اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے
تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے

۱۱۔ عالمِ کیف ہے دانائے رموزِ کم ہے
ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے

۱۲۔ ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

۱۳۔ آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ ترا
اشکِ بیتاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا

۱۴۔ آسماں گیر ہوا نالۂ مستانہ ترا
کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ ترا

۱۵۔ شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

١٦ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے! رہروِ منزل ہی نہیں
١٧ تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں — جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں

١٨ کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

١٩ ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں — امتی باعثِ رسوائیِ پیغمبرؐ ہیں
٢٠ بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں — تھا براہیمؑ پدر اور پسر آزر ہیں

٢١ بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

٢٢ وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا — نازشِ موسمِ گل لالۂ صحرائی تھا
٢٣ جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا — کبھی محبوب تمھارا یہی ہرجائی تھا

٢٤ کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
ملتِ احمدِ مرسل کو مقامی کر لو

٢٥ کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے — ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
٢٦ طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے — تمھیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے

٢٧ قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

٢٨ جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
٢٩ بجلیاں جس میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

٣٠ ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

٣١ صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ — نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
٣٢ میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟ — میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟

٣٣ تھے تو آبا وہ تمھارے ہی، مگر تم کیا ہو

ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

۴۴ کیا کہا؟ بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور — شکوہ بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

۳۵ عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور — مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور

۳۶ - تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں

جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

۳۷ منفعت ایک ہے اس قوم کا نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

۳۸ حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

۳۹ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

۴۰ کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟ — مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

۴۱ کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار — ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار

۴۲ ۴۷ - قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں

۴۳ جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب — زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

۴۴ نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب — پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

۴۵ ۳۹ امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

۴۶ واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی — برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

۴۷ رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی — فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

۴۸ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

۴۹ شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود — ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟

۵۰ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

۵۱۔ یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

۵۲۔ دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک — عدل اس کا تھا قوی لوثِ مراعات سے پاک

۵۳۔ شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک — تھا شجاعت میں وہ اک ہستیِ فوق الادراک

۵۴۔ خود گدازی نمِ کیفیتِ صہبایش بود
خالی از خویش شدن صورتِ مینایش بود

۵۵۔ ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا — اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا

۵۶۔ جو بھروسہ تھا اسے قوتِ بازو پر تھا — ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

۵۷۔ باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

۵۸۔ ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے! — تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟

۵۹۔ حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے

۶۰۔ وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

۶۱۔ تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم — تم خطا کار و خطا بیں وہ خطا پوش و کریم

۶۲۔ چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم — پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

۶۳۔ تختِ فغفور بھی ان کا تھا، سریرِ کے بھی
یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی

۶۴۔ خودکشی شیوہ تمہارا وہ غیور و خوددار — تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار

۶۵۔ تم ہو گفتار سراپا وہ سراپا کردار — تم ترستے ہو کلی کو وہ گلستاں بکنار

۶۶۔ اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

۶۷۔ مثلِ انجم افقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے — بتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے

۶۸۔ شوق پرواز میں مہجور نشیمن بھی ہوئے — بے عمل تھے ہی جواں دین سے بدظن بھی ہوئے

۶۹۔ ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

۷۰۔ قیس زحمت کش تنہائی صحرا نہ رہے — شہر کی کھائے ہوا بادیہ پیما نہ رہے

۷۱۔ وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے — یہ ضروری ہے حجاب رخ لیلا نہ رہے

۷۲۔ گلۂ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

۷۳۔ عہد نو برق ہے آتش زن ہر خرمن ہے — ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے

۷۴۔ اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے — ملت ختم رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

۷۵۔ آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

۷۶۔ دیکھ کے رنگ چمن ہو نہ پریشاں مالی — کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

۷۷۔ خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی — گل بر انداز ہے خون شہدا کی لالی

۷۸۔ رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

۷۹۔ امتیں گلشن ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں — اور محروم ثمر بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں

۸۰۔ سینکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں — سینکڑوں بطن چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں

۸۱۔ نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا!
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

۸۲۔ پاک ہے گرد وطن سے سر داماں تیرا — تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

۸۳۔ قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا — غیر یک بانگ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

۸۴۔ نخل شمع استی و در شعلہ دود ریشۂ تو
عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو

۸۵۔ تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے — نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

۸۶۔ ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۸۷۔ کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

۸۸۔ ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا — غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا

۸۹۔ تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا — امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا

۹۰۔ کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

۹۱۔ چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری — ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری

۹۲۔ زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری — کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

۹۳۔ وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

۹۴۔ مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا — رخت بر دوش ہوائے چمنستاں ہو جا

۹۵۔ ہے تنک مایہ تو ذرے سے بیاباں ہو جا — نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا

۹۶۔ قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

۹۷۔ ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

۹۸۔ یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

۹۹۔ خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

۱۰۰۔ دشت میں دامنِ کہسار میں میدان میں ہے — بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے

۱۰۱۔ چین کے شہر مراقش کے بیاباں میں ہے — اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

۱۰۲۔ چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے!

رفعت وشان رَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ دیکھے

۱۰۳ مردہ چشم زمیں یعنی وہ کالی دنیا — وہ تمہارے شہدا پالنے والی دنیا
۱۰۴ گرمی مہر کی پروردہ ہلالی دنیا — عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا

۱۰۵۔ تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

۱۰۶۔ عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری — مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

۱۰۷ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۱۔ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے اگرچہ اس کے پر نہیں ہوتے پھر بھی اس میں اڑنے کی طاقت ہوتی ہے۔

۲۔ ایسی بات کی اصل پاک ہوتی ہے اور وہ بلندی کی طرف جاتی ہے وہ اگرچہ زمین کی مٹی سے اٹھتی ہے لیکن آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔

۳۔ میرا عشق جھگڑالو۔ سرکش اور بیباک تھا اس لئے میری فریاد آسمان تک جا پہنچی۔

۴۔ بوڑھے آسمان نے اس فریاد کو سنا تو کہنے لگا کہیں کوئی فریاد کر رہا ہے سیاروں نے یہ سنکر بولے کہ کہیں کیا اس فریاد کی آواز تو عرش بریں ہی سے آرہی ہے۔

۵۔ لیکن چاند کہتا تھا کہ نہیں یہ آواز تو کسی زمین کے رہنے والے کی ہے اور کہکشاں کہتی تھی کہ نہیں یہ تو یہیں چھپے ہوئے کسی شخص کی آواز ہے۔

۶۔ میری فریاد کو اگر کوئی کچھ سمجھا تو وہ رضواں تھا۔ وہ مجھے جنت سے نکالا ہوا کوئی انسان سمجھا۔

۷۔ فرشتے بھی حیران تھے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ عرش والوں پر بھی اس کا کچھ بھید نہ کھلا۔

۸۔ وہ حیران تھے کہ کیا آدمی کی دوڑ دھوپ عرش تک بھی ہے اور کیا مٹی کی چٹکی کو بھی اڑنا آگیا ہے۔

۹۔ زمین کے رہنے والے آداب سے بالکل ناواقف ہیں یہ پستی کے باشندے کتنے شوخ اور گستاخ ہیں۔

۱۰۔ اتنا شوخ کہ خدا سے بھی ناراض ہے کیا یہ وہی آدم ہے جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا۔

۱۱۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ کائنات کی تمام حقیقتوں سے واقف ہے لیکن بندگی کے بھیدوں سے تو وہ ابھی تک آگاہ نہیں۔

۱۲۔ انسانوں کو اگرچہ اپنے بولنے کی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ناسمجھوں کو بات تک کرنے کی تمیز نہیں۔

۱۳۔ اتنے میں خدا کی بارگاہ سے آواز آئی کہ تیری کہانی بڑی دردناک ہے اور تیرا پیمانہ بے حیا آنسوؤں سے بھرا ہوا ہے۔

۱۴۔ تیری گستاخانہ فریاد سے آسمان گونج اٹھا تیرے دیوانے دل کی زبان کتنی شوخ ہے۔

۱۵۔ تو نے شکایت کو بھی اس خوبی سے ادا کیا کہ شکایت شکر بن گئی اور بندوں کو خدا سے بات چیت کرنے کا موقعہ مل گیا۔

۱۶۔ ہم تو ہمیشہ بخشش پر مائل رہتے ہیں لیکن کوئی سوالی ہی نہیں جب منزل تک پہنچے؛ الا کوئی مسافر ہی نہ ہو تو ہم کسے راستہ دکھائیں۔

۱۷۔ ہماری تربیت تو سب کے لئے عام ہے لیکن کسی میں قبول کرنے والا جوہر نہیں۔ یہ وہ مٹی ہی نہیں جس سے آدم بن سکے۔

۱۸۔ کسی میں اگر قابلیت ہو تو ہم اسے بادشاہوں کی شان بخشتے

ہیں اور ڈھونڈنے والے کو نئی دنیا دے دیتے ہیں۔

۱۹۔ لیکن مسلمانوں کے تو ہاتھوں میں طاقت ہی نہیں اور ان کے دل خدا کو نہ ماننے کے عادی ہیں۔ ان اُمّتیوں کا وجود تو حضرت رسول کی بدنامی کی وجہ ہے۔

۲۰۔ جو بُت توڑنے والے مسلمان تھے وہ تو دنیا سے رخصت ہو چکے اب تو جو باقی رہ گئے ہیں وہ بُت تراشنے والے ہیں۔ غضب ہے کہ باپ تھا ابراہیم تمہارا لیکن بیٹے آذر ثابت ہوئے۔

۲۱۔ شراب پینے والے بھی نئے۔ شراب بھی نئی اور شراب کے مٹکے بھی نئے۔ کعبے کا حرم بھی نیا۔ بت بھی نئے اور تم بھی نئے۔

۲۲۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اسلام ہر اچھائی کا سرمایہ خیال کیا جاتا تھا اور جنگل میں پیدا ہونے والے اس لالے پر بہار کے موسم کو فخر تھا۔

۲۳۔ ہر مسلمان خدا کا دیوانہ تھا اور آج تم جیسے ہرجائی ہونے کا طعنہ دے رہے ہو کبھی یہی تمہارا محبوب تھا۔

۲۴۔ اگر میں ہرجائی ہوں تو جاؤ کسی ایسے آقا کی غلامی کر لو جو یکجائی ہو اور میرے بھیجے ہوئے رسول کی ملت کو عالمگیر بننے دینے سے مقامی بنا لو۔

۲۵۔ صبح کے وقت اٹھنا تمھیں کتنا ناگوار ہے۔ تمھیں ہم سے نہیں اپنی نیند سے پیار ہے۔

۲۶۔ رمضان شریف کے روزے رکھنا بھی تمہارا آزاد طبیعت پر بھاری ہے اب تمھیں بتاؤ کہ کیا وفاداری کے یہی طریقے ہوتے ہیں۔

۲۷۔ قوم مذہب سے بنتی ہے اگر مذہب نہیں تو یہ سمجھ لو کہ تم بھی نہیں ہو۔ اگر باہمی کشش باقی نہ رہے تو ستاروں کی انجمن قائم نہیں رہ سکتی۔

۲۸۔ تم تو وہ ہو جنھیں دنیا میں کوئی ہنر نہیں آتا اور تمہاری قوم تو وہ ہے جسے اپنے بھٹکانے کی کوئی پروا نہیں ہے۔

۲۹۔ تم تو وہ گھلیاں ہو جس میں بجلیاں آرام کر رہی ہیں تم تو وہ ہو جو اپنے بزرگوں کی قبرستان تک بیچ کھاتے ہیں۔

۳۰۔ اگر تم قبروں کی تجارت کو اپنی نیک نامی کی وجہ سمجھتے ہو تو کیا اگر تمھیں پتھر کے بت ملیں گے تو انھیں بیچنے نہیں لگو گے۔

۳۱۔ زمانے کے صفحے سے جھوٹے کو کس نے مٹایا اور انسانوں کو غلامی سے کس نے چھڑایا۔

۳۲۔ میرے کعبے کو کس نے ماتھوں سے بسایا اور میرے قرآن کو کس نے سینوں سے لگایا۔

۳۳۔ بے شک وہ تمہارے ہی بزرگ تھے لیکن یہ تو سوچو کہ تم خود کیا ہو۔ تم تو بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے آنے والی کل کا انتظار کر رہے ہو۔

۳۴۔ یہ تم نے کیا کہا کہ مسلمان کے لئے صرف حور کا وعدہ ہی وعدہ ہے۔ کوئی اگر غلط شکایت بھی کرے تو اس کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۵۔ کائنات کو پیدا کرنے والا خدا ازل کے دن ہی سے انصاف کے دستور کا چلانے والا ہے۔ کافر کو حور بھی اور محل اس وقت ملے جب اس نے مسلمانوں کے طور طریقے اختیار کر لئے۔

۳۶۔ تم میں سے کوئی حوروں کو چاہنے والا ہی نہیں۔ طور کا جلوہ تو اب بھی موجود ہے لیکن اس کے لئے کوئی موسیٰ ہی نہیں۔

۳۷۔ مسلمان قوم کے افراد کا نفع اور نقصان مشترک ہوتا ہے۔ اسی کا نبی۔ دین اور ایمان ایک ہوتا ہے۔

۳۸۔ اس کا کعبہ۔ خدا اور قرآن بھی ایک ہوتا ہے۔ کاش مسلمان بھی

ہے آپس میں ایک ہوتے۔

۳۹۔ لیکن مسلمانوں میں تو فرقہ بندی کہیں ہے پھوٹ اور کہیں ذاتوں کے اختلاف ہیں کیا دنیا پنپنے کے یہی ڈھنگ ہیں۔

۴۰۔ کون ہے جس نے جیتے ہوئے رسول پاک کا طریقہ چھوڑ دیا، اور کس کے کاروبار کا معیار صرف وقت کی مصلحت ہے۔

۴۱۔ کون ہے جس کی آنکھوں میں دوسروں کے طور طریقے سمائے ہوئے ہیں اور بزرگوں کے دستور سے کس کی نگاہیں بیزار ہوگئیں۔

۴۲۔ تمہارے دلوں میں دین کی گرمی نہیں اور تمہارے روحیں احساس سے خالی ہیں تمہیں اپنے رسولؐ کے پیغام کا بھی کچھ لحاظ نہیں رہا۔

۴۳۔ صرف بیچارے غریب ہی مسجدوں میں قطار باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ روزے رکھنے کی تکلیفیں بھی وہی برداشت کرتے ہیں۔

۴۴۔ صرف وہی ہمارا نام لیتے ہیں اور وہی تمہارا پردہ رکھتے ہیں۔

۴۵۔ امیر لوگ تو اپنی دولت کے نشے میں ہم سے غافل ہوچکے ہیں اور ملت بیضا صرف غریبوں کے دم ہی سے زندہ ہے۔

۴۶۔ قوم کے واعظوں میں خیالات کی پختگی باقی نہ رہی ان کی طبیعتوں میں بجلی کی سی تیزی اور زبان کے لفظوں میں شعلے کی سی گرمی ختم ہوگئی۔

۴۷۔ اب تو محض اذان کی رسم رہ گئی۔ لیکن بلالؓ کی روح نہ رہی فلسفی تو بہت رہ گئے لیکن غزالی کی طرح دین کا پرچار کرنے والا فلسفی کوئی نہ رہا۔

۴۸۔ مسجدیں رو رہی ہیں کیونکہ اصل اسلامی اوصاف کے پیکر وہ بیلے ہے نمازی باقی نہیں رہے۔

۴۹۔ ہر طرف شور برپا ہے مسلمان دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمان تھے ہی کہاں۔

۵۰۔ تم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو سچ تو یہ ہے کہ وضع قطع عیسائیوں کی سی

اور تمہارا رہنا سہنا ہندوؤں کا سا ہے تم تو ایسے مسلمان ہو جنہیں دیکھ کر یہود کا بھی شرما جائیں ۔

۵۱ ۔ یوں تو تم میں کوئی سید ہے ۔ کوئی مغل ہے اور کوئی پٹھان ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم میں کوئی مسلمان بھی ہے ۔

۵۲ ۔ مسلمان کی ہر بات میں نڈر سچائی ہوتی تھی ۔ اس کا انصاف مضبوط تھا اور اس کے دامن پر رعایت کا کوئی دھبہ نہ لگ سکتا تھا ۔

۵۳ ۔ مسلمان کی فطرت کا پودا شرم سے نمی حاصل کرتا تھا اور بہادری میں اس کا پایہ اتنا بلند تھا کہ سمجھ میں نہ آسکتا تھا ۔

۵۴ ۔ اپنے آپ کو دوسروں کے غم میں گھلا دینا اس کی شراب کا کیف تھا اور ذاتی اغراض سے پاک رہنا اس کی صراحی تھی ۔

۵۵ ۔ ہر مسلمان جھوٹ کی رگ کے لیے نشتر تھا اور اس کی زندگی کے آئینے کا جوہر عمل تھا ۔

۵۶ ۔ اسے اپنے بازو کی طاقت پر بھروسہ تھا تم تو موت سے ڈرتے ہو لیکن وہ صرف خدا سے ڈرتا تھا ۔

۵۷ ۔ اگر بیٹے کو باپ کا علم یاد نہ ہو تو اسے باپ کا ورثہ پانے کے قابل کیونکر خیال کیا جائے ۔

۵۸ ۔ تم میں ہر کوئی آرام طلبی کی شراب سے مست ہے کیا مسلمان کا یہی طریقہ ہوتا ہے اور کیا تم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ۔

۵۹ ۔ تم میں نہ حضرت علی کا سا فقر ہے اور نہ تمہارے پاس حضرت عثمان کی سی دولت ہے بھلا تمہیں اپنے بزرگوں سے کیا روحانی تعلق ہو سکتا ہے ۔

۶۰ ۔ وہ تو اسلام کی وجہ سے دنیا میں باعزت تھے لیکن تم تو قرآن کو چھوڑ کر ہر جگہ ذلیل ہو رہے ہو ۔

۶۱۔ تم تو آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہو لیکن تمہارے بزرگ ایک دوسرے کے ہمدرد تھے۔ تم غلطیوں کے پتلے اور دوسروں کے عیب دیکھنے والے ہو لیکن تمہارے بزرگ مہربانی کرنے والے اور دوسروں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے والے تھے۔

۶۲۔ چاہنے کو تو ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ وہ ثریا کی بلندی پر جا پہنچے لیکن پہلے کوئی اپنے بزرگوں ایسا پاکیزہ دل تو پیدا کرے۔

۶۳۔ تمہارے بزرگ تو چین اور ایران کے تخت و تاج کے مالک تھے۔ کیا تم میں بھی کا پنے بزرگوں ایسی حیثیت موجود ہے یا تم محض باتیں بنانا ہی جانتے ہو۔

۶۴۔ تم تو اپنی زندگیاں ختم کر رہے ہو لیکن ہمارے بزرگ غیرت مند اور خوددار تھے۔ تم بھائی چارے سے دور بھاگتے ہو اور وہ بھائی چارے پر جان دیتے تھے۔

۶۵۔ تم صرف باتوں کے دھنی ہو اور وہ سر سے پاؤں تک عمل ہی عمل تھے۔ تم تو ایک کلی کے لئے ترستے ہو لیکن ان کے پہلو میں باغ موجود تھے۔

۶۶۔ ان کی کہانی دنیا کی قوموں کو اب تک یاد ہے اور کائنات کے صفحے پر ان کی سچائی کے نقش کندہ ہیں۔

۶۷۔ تمہارے نوجوان تو ستاروں کی طرح قوم کے افق پر چمکے اور ہندی بت کی محبت میں برہمن کی طرح انہیں پوجنے لگے۔

۶۸۔ اڑنے کے شوق نے ایسے اٹھے کہ اپنے ٹھکانے سے ہی الگ ہو گئے۔ بے عملی تو ان میں پہلے ہی سے تھی دین سے بھی بدگمان ہو گئے۔

۶۹۔ نئی تہذیب نے انھیں ہر پابندی سے آزاد کر دیا اور کعبے سے لا کر بت خانے میں آباد کر دیا۔

۷۰۔ جو مجنوں تھے وہ بیابان کی تنہائی میں مصیبت اٹھانے والے

۷۰۔ شہر کی ہوا کھا کے انھوں نے بیابانوں میں گھومنا چھوڑ دیا۔

۷۱۔ مجنوں تو خیر پاگل ہے، وہ بستی میں رہے یا نہ رہے لیکن اس کے باوجود اصرار ہے کہ لیلیٰ کے چہرے سے پردہ اٹھ جائے۔

۷۲۔ معشوقوں کے ظلم کی شکایت باقی نہ رہے جب عشق آزاد ہو چکا ہے تو حسن کی آزادی کیوں ضروری نہیں۔

۷۳۔ موجودہ دور ایک بجلی ہے جو ہر کھلیان میں آگ لگا رہی ہے اس سے کوئی باغ اور کوئی جنگل محفوظ نہیں ہے۔

۷۴۔ پرانی قومیں اس نئی آگ کا ایندھن ہیں۔ آخری رسول کی امت تک بھی اس آگ کے شعلے پہنچ رہے ہیں۔

۷۵۔ لیکن اگر آج بھی حضرت ابراہیم کا سا ایمان پیدا کیا جائے تو یہ آگ باغ بن سکتی ہے۔

۷۶۔ لیکن اے مالی! تو باغ کا بگڑا ہوا رنگ دیکھ کر پریشان نہ ہو کیونکہ شاخوں سے وہ کلیاں پھوٹنے والی ہیں جو ستاروں کی طرح چمکیں گی۔

۷۷۔ باغ گھاس پھوس سے خالی ہو رہا ہے اور شہیدوں کے خون کی لالی پھول برسا رہی ہے۔

۷۸۔ ذرا دیکھ آسمان کا رنگ عنابی ہو رہا ہے افق پر وہ روشنی نظر آ رہی ہے جو سورج کے نکلنے کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

۷۹۔ زندگی کے باغ میں بعض قوموں کو ان کی محنت کا پھل مل بھی چکا ہے اور جن پر خزاں چھائی ہوئی ہے۔

۸۰۔ سینکڑوں ایسے پودے بھی ہیں جو بڑھ نہ سکے اور ایسے بھی ہیں جو نشو و نما پا کر کہیں کے کہیں پہنچ گئے اور سینکڑوں ایسے پودے بھی ہیں جو ابھی باغ کے پیچھے میں چھپے ہوئے ہیں۔

۸۱۔ اسلام کا پودا پھولنے پھلنے میں ایک نمونے کی حیثیت رکھتا ہے

اور یہ سینکڑوں صدیوں کی باغبانی کا پھل ہے۔

۸۲۔ تیرا دامن وطنیت کی سیاہی سے پاک ہے تو ایسا یوسف ہے کہ ہر مصر تیرے لئے کنعان ہے یعنی دنیا کا ہر ملک تیرا وطن ہے۔

۸۳۔ تیرا قافلہ کبھی برباد نہ ہو سکے گا کیونکہ تیرا سامان گھنٹی کی ایک آواز کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

۸۴۔ تو شمع کا پودا ہے اور تیرا ریشہ شعلے میں دوڑتا ہے تیرے فکر کا سایا آخر سبز ہی بنے گا۔

۸۵۔ ایران کے مٹ جانے سے تو نہ مٹ سکے گا کیونکہ شراب کے نشے کو پیالے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

۸۶۔ تاتاریوں کے حملے کی کہانی سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ کعبے کو بت خانے سے نگہبان مل گئے۔

۸۷۔ تو زمانے میں حق کی کشتی کا سہارا ہے یہ نیا زمانہ ایک اندھیری رات ہے اور اس میں تو ایک دھندلے ستارے کی طرح چمک [illegible]۔

۸۸۔ بلغاریوں کے حملے کا جو یہ ہنگامہ بپا ہے وہ تو دراصل غفلت کی نیند سونے والوں کے لئے جاگنے کا پیغام ہے۔

۸۹۔ تو اس حملے کو دل آزاری کا سامان خیال کرتا ہے لیکن یہ تو دراصل تیری خودداری اور قربانی کا امتحان ہے۔

۹۰۔ تو دشمنوں کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے کیوں ڈر رہا ہے۔ خدا کا نور دشمنوں کی پھونکوں سے تو بجھ نہیں سکتا۔

۹۱۔ قوموں کی آنکھ سے تیری حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ زندگی کی محفل کو ابھی تیری ضرورت ہے۔

۹۲۔ تیرے ایمان کی گرمی سے زمانے میں زندگی ہے تیری خلافت اس دنیا کی قسمت کا ستارہ ہے۔

۹۳۔ ابھی تیرے لئے فرصت کا وقت نہیں کیونکہ ابھی تجھے بہت سا کام کرنا ہے کیونکہ ابھی تو تجھے توحید کی روشنی کو کمال کے درجے تک پہنچانا ہے۔

۹۴۔ تو خوشبو بن کر کلی میں کیوں قید ہے۔ اس قید سے نکل کر بکھر جا اور اس باغ کی ہوا کے کندھے پہ اپنا ساز و سامان رکھ دے۔

۹۵۔ تیرا سرمایہ بہت معمولی ہے (ذرے سے بیابان بن جا۔ موج کے نغمے کی جگہ طوفان کے ہنگامے کی صورت اختیار کرلے۔

۹۶۔ عشق کی طاقت سے ہر پست کو اوپر لے جا اور دنیا میں محمد کے مبارک نام سے روشنی پھیلادے۔

۹۷۔ کیونکہ اگر محبت کا پھول نہ ہو تو بلبل بھی گیت گانا چھوڑ دے اور زمانے کے باغ میں کلیوں کی مسکراہٹ بھی دکھائی نہ دے۔

۹۸۔ اگر یہ شراب بانٹنے والے نہ ہوں تو پھر نہ شراب رہے اور نہ شراب کے مٹکے۔ نہ توحید کی محفل رہے اور نہ تم ہی باقی رہو۔

۹۹۔ اس نام سے تو آسمانوں کا خیمہ کھڑا ہے اور اسی نام کی بدولت تو زندگی کی نبض چل رہی ہے۔

۱۰۰۔ یہ ذاتِ پاک جنگل میں پہاڑ کے دامن میں۔ میدان میں۔ سمندر میں لہر کی گود میں اور طوفان میں ہے۔

۱۰۱۔ چین کے شہر اور مراکش کے صحرا میں بھی یہی ہے اور یہی نام تو مسلمان کے ایمان میں بھی چھپا ہوا ہے۔

۱۰۲۔ قوموں کی آنکھ یہ نظارہ رہتی دنیا تک دیکھتی رہے گی۔ اور انہیں نظر آتا رہے گا سورہ الم نشرح کی اس آیت کی شان کتنی اونچی ہے کہ اے رسول ہم نے تیرا نام ساری دنیا میں بلند کر دیا۔

۱۰۳۔ زمین کی آنکھ کی پتلی یعنی وہ کالی دنیا جسمیں تمہارے شہر بستے ہیں۔

۱۰۴۔ جسے سورج کی گرمی نے پالا ہے اور جس پہ ہلالی جھنڈا لہرا رہا ہے۔

اور عاشقوں نے جس کا نام بلالی دنیار کھا ہوا ہے۔

۱۰۵۔ وہ محمد کے مبارک نام سے پارے کی طرح بے چین ہے اور اسی نام کی برکت سے آنکھ کے ستارے کی طرح روشنی کے دریا میں غوطے لگا رہی ہے۔

۱۰۶۔ عقل تیری ڈھال اور عشق تیری تلوار ہے اے میرے درویش تیری خلافت ساری دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔

۱۰۷۔ خدا کے سوا جو کچھ ہے اس کے لئے تیری تکبیر آگ کا درجہ رکھتی ہے تو اگر سچا مسلمان بن جائے تو تیری تدبیر ہی تقدیر کی شکل اختیار کر لے۔

۱۰۸۔ اگر تو نے محمد سے وفاداری کا حق ادا کیا تو ہم تیرے ہو جائیں گے۔ یہ دنیا کیا لوح و قلم بھی تیری ملکیت بن جائیں گے

ساقی

۱۔ نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

۲۔ جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

۳۔ کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے اللہ کا نام لے ساقی

۱۔ اے ساقی شراب پلا کر زمین پر گرانا تو سب جانتے ہیں مزا تو جب ہے کہ تو گرتوں کو سہارا دے کر تھام لے۔

۲۔ جو پرانے شرابی تھے وہ ایک ایک کرکے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اے ساقی کہیں سے آب حیات لا اور باقی شرابیوں کو وہ پلا تا کہ وہ تو ہمیشہ زندہ رہ سکے۔

۳۔ تیری رات تو ہنگامہ پیدا کرنے میں گزر گئی اے ساقی اب صبح ہونے والی ہے اٹھ اور خدا کا نام لے۔

تعلیم اور اس کے نتائج

(تضمین بر شعر ملا عرشی)

۱۔ خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

۲۔ ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

۳۔ گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

۴۔ تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو
کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو

۱۔ ہم اپنے جوانوں کی ترقی سے خوش تو ہیں لیکن کبھی کبھی ہنستے ہوئے ہونٹوں پر فریاد بھی آجاتی ہے۔

۲۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمارے نوجوان خوشحال ہو جائیں گے۔ یہ کیا خبر تھی کہ اس تعلیم کو حاصل کر کے وہ دین سے بے پروا ہو جائیں گے۔

۳۔ پرویز کے گھر میں بیشک شیریں کے جلوے تو نظر آنے لگے لیکن یہ شیریں اپنے ساتھ فرہاد کا تیشہ بھی لے آئی۔

۴۔ کہیں سے کوئی دوسرا بیج لیں اور نئے سرے سے اسے بوئیں کیونکہ جو کچھ پہلے بویا تھا اس کی فصل تو ہم شرمندگی کے مارے کاٹ نہیں سکتے۔

شاعر

۱۔ جوئے سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
پی کے شراب لالہ گوں میکدۂ بہار سے

۲۔ مستیٔ خام کا سکوں تو ذرا بیٹھ تو سہی
زندہ وہی ہے کام کچھ جس کو نہیں قرار سے

۳۔ پھرتی ہے وادیوں میں کیا دخترِ خوش خرام ابر
کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ مرغزار سے

۴۔ جام شراب کوہ کے خمکدے سے اڑاتی ہے

پست و بلند کرکے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے

۵۔ شاعرِ دل نواز بھی بات اگر کہے کھری — پھوٹتی ہے اس کے فیض سے مزرعِ زندگی ہری

۶۔ شانِ خلیل ہوتی ہے اس کے کلام سے عیاں — کرتی ہے اس کی قوم جب اپنا شعار آزری

۷۔ اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے — خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

۸۔ گلشنِ دہر میں اگر جوئے مے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

۱۔ پہاڑ کے شراب خانے سے سرخ شراب پی کر نغمہ پیدا کرنے والی ندی پہاڑ سے آ رہی ہے۔

۲۔ شراب سے مست ہو کر چلنے والی اس ندی کا پیام تو سن جو کہہ رہی ہے کہ وہی زندہ ہے جس کو آرام سے کچھ مطلب نہیں۔

۳۔ بادل کی متوالی چال والی یہ بیچ لیتی ندی وادیوں میں پھر رہی ہے اور چراگاہ کے سبزے سے اٹھکھیلیاں کر رہی ہے۔

۴۔ یہ پہاڑ کے شراب خانہ سے شراب کا پیالہ اڑا لیتی ہے اور پھر نشیب و فراز سے گزر کر وہ شراب کھیتوں کو پلا دیتی ہے۔

۵۔ اسی طرح اگر دل کی پرورش کرنے والا کوئی شاعر بھی کھری بات کہہ دے تو اس کے اثر سے زندگی کا کھیت ہرا ہو جاتا ہے۔

۶۔ اس کے کلام سے حضرت ابراہیم خلیل کی شان ظاہر ہوتی ہے جس وقت کہ اس کی قوم جب بت پرستی کو اپنا لیتی ہے۔

۷۔ جو شاعری جگر کے خون سے نشو و نما پاتی ہے وہ زمین والوں کے لئے ہمیشہ کی زندگی کا نسخہ ہے۔

۸۔ اگر دنیا کے باغ میں شاعری کی شراب کی ندی نہ ہو تو نہ پھول ہو نہ کلی نہ سبزہ اور نہ باغ۔

نوید صبح

نظم

۱۹۱۲ء

۱۔ آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامن سحر — منزلِ ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر

۲۔ محفلِ قدرت کا آخر ٹوٹ جاتا ہے سکوت — دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت

۳۔ چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغامِ حیات — باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرامِ حیات

۴۔ مسلمِ خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ چمک اٹھا افق گرمِ تقاضا تو بھی ہو

۵۔ وسعتِ عالم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب — دامنِ گردوں سے ناپید ہوں یہ داغِ سحاب

۶۔ کھینچ کر خنجر کرن کا پھر ہو سرگرمِ ستیز — پھر سکھا تاریکیٔ باطل کو آدابِ گریز

۷۔ تو سراپا نور ہے خوشتر ہے عریانی تجھے — اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے

۸۔ ہاں نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو

۱۔ جب صبح اپنے دامن میں ہنگامے لئے ہوئے مشرق سے ظاہر ہوتی ہے تو دنیا کی منزل سے خاموشی رخصت ہو جاتی ہے۔

۲۔ قدرت کی محفل کی خاموشی آخر ٹوٹ جاتی ہے اور ہر چیز اپنی زندگی کا ثبوت دینے لگ جاتی ہے۔

۳۔ زندگی کا پیغام پا کر پرندے چہچہانے لگتے ہیں پھول بھی باغ میں زندگی کا لباس پہن لیتے ہیں۔

۴۔ اے سوئے ہوئے مسلمان تو بھی نیند سے جاگ اور اٹھ کر اس طرح ہنگامہ پیدا کر جیسے صبح ہوتے ہی ہر چیز ہنگامہ آرائی میں مصروف ہو جاتی ہے۔

۵۔ تو بھی اس دنیا کے پھیلاؤ میں سورج کی طرح اپنا سفر شروع کر جو آسمان کے دامن پر بادل کے جتنے داغ ہیں انہیں اپنی روشنی سے مٹا دے۔

۶۔ کرن کی تلوار میان سے کھینچ کر اور بادل کے اندھیرے سے جنگ کر اور اسے مار بھگا۔

۷۔ تو سر سے پاؤں تک روشن ہی روشن ہے اور تیرے لئے یہی مناسب ہے کہ تو سب کے سامنے کھلم کھلا ظاہر ہو جائے۔

۸۔ تو ظاہر ہو کر چمک دنیا کی آنکھوں کے لیے بجلی بن جا تو کائنات کے دل کا چھپا ہوا بھید ہے تجھے سب پر کھل جانا چاہیئے۔

دعا

۱۔ یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے — جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

۲۔ پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے — پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے

۳۔ محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے — دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

۴۔ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل — اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

۵۔ پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر — اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

۶۔ اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو — وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

۷۔ رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر — خودداریِ ساحل دے آزادیِ دریا دے

۸۔ بے لوث محبت ہو بیباک صداقت ہو — سینوں میں اجالا کر دل صورتِ مینا دے

۹۔ احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا — امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

۱۰۔ میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا — تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

۱۔ اے خدا مسلمان کے دل کو وہ زندہ آرزو عطا کر جو اس کی روح کو تڑپا دے اور اس کے دل میں گرمی پیدا کر دے۔

۲۔ رازی خاوراں کے ہر ذرے کو چمکا دے اور اسے پھر دیکھنے کا شوق اور تقاضہ کی لذت عشق دے۔

۳۔ مسلمان جنگ نظارے سے محروم ہو چکا ہے اُسے پھر دیکھنے والے آنکھ عنایت کر اور جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ دوسروں کو بھی دکھا دے۔

۴۔ راستہ بھولے ہوئے ہرن یعنی مسلمان کو پھر کعبے کی طرف لے چل اس شہر کے عادی کو پھر بیابان کا پھیلاؤ عطا کر دے۔

۵۔ اس کے اُجڑے ہوئے دلمیں پھر قیامت کا شور پیدا کر دے اس خالی کاوے میں پھر لیلیٰ کو بٹھا دے۔

۶۔ اس عہد کی تاریکی میں ہر پریشان دل کو محبت کا وہ داغ عطا کر جو چاند کو بھی شرما دے۔

۷۔ مسلمانوں کے مقاصد کو ثریا سے پہلو مارنے والی بلندی بخش انھیں ساحل کا سی خودداری اور دریا کی سی آزادی دے۔

۸۔ ان کی محبت کو ہر غرض سے پاک کر اور انھیں نڈر سچائی بخش۔ ان کے سینوں میں روشن کر دے اور ان کے دل صراحی کی طرح پاک و صاف کر دے۔

۹۔ مسلمانوں کو ان کی مصیبت کا احساس عطا کر اور آج کے شور و غل میں انھیں آنے والی کل کی فکر کرنا سکھا۔

۱۰۔ میں ایک اُجڑے ہوئے باغ فریاد کرنے والا بلبل ہوں اپنی فریاد کے لئے میں تاثیر کا سوالی ہوں۔ اے داتا میری حاجت کو پورا کر دے۔

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

۱۔ یہ شالامار میں کی ایک پتّہ زرد کہتا تھا ۔۔۔ گیا وہ موسم گل جس کا راز دار ہوں میں

۲۔ یہ پائمالی میں مجھ کو زائرانِ چمن ۔۔۔ انھیں کی شاخ نشیمن کی یادگار ہوں میں

۳ ذرا سے پتے نے بیتاب کر دیا دل کو — چمن میں آ کے سراپا غمِ بہار ہوں میں
۴ مجھے قسم ہے نظامی مدینے والے کی — ہمیشہ ماتمِ ملت میں اشکبار ہوں میں
۵ خزاں میں مجھ کو رلاتی ہے یادِ فصلِ بہار — خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں
۶ اُجاڑ ہو گئے عہدِ کہن کے میخانے — گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں
۷ سرودِ مرغِ نوا ریز و ہم نشینیِ گل — مرے نصیب کہاں غنچۂ مزار ہوں میں

۸ پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

۱۔ شالامار باغ میں ایک زرد پتہ یہ کہہ رہا تھا کہ جس موسم کا میں آرزو دار ہوں وہ گزر گیا۔

۲۔ باغ کی سیر کرنے والے مجھے پاؤں تلے نہ روندیں کیونکہ میں انھیں کے گھونسلے کی ٹہنی کی یادگار رہوں۔

۳۔ ذرا سے پتے کی اس بات نے میرے دل کو بے چین کر دیا اور باغ میں آ کر سر سے پاؤں تک میں بہار کے موسم کا غم بن کر رہ گیا ہوں۔

۴۔ مدینے والے نظامی کی سوگند میں ہمیشہ ملت کے غم میں آنسو بہاتا رہتا ہوں۔

۵۔ خزاں کے اس موسم میں مجھے بہار کے موسم کی یاد دلاتی ہے مجھے عید کی کیا خوشی ہو سکتی ہے میں تو ماتم میں ڈوبا ہوا ہوں۔

۶۔ پرانے زمانے کے تمام شراب خانے برباد ہو گئے اور پرانے شرابیوں کی یادگار کے طور پر صرف میں باقی رہ گیا ہوں

۷۔ میری قسمت میں گانے والے پرندے کا گیت اور پھولوں کی رفاقت کہاں میں تو قبر کی کلی ہوں

۸۔ عید کا چاند ہمیں خوشی کا پیغام دے کر گویا ہمارا مذاق اڑاتا ہے

فاطمہ بنتِ عبداللہ

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی

سنہ ۱۹۱۲ء

۱۔ فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

۲۔ یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سقائی تری قسمت میں تھی

۳۔ یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

۴۔ یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

۵۔ اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

۶۔ فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

۷۔ رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

۸۔ ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں
پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

۹۔ بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں
آفرینش دیکھتا ہوں انکی اس مرقد سے میں

۱۰۔ تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور
دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور

۱۱۔ جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے
جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

۱۲۔ جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے

۱۔ اے فاطمہ تو ملتِ اسلام کی آبرو ہے اور تیرے جسم کی مٹی کا ہر ایک ذرہ پاک اور معصوم ہے۔

۲۔ اے صحرائی حور یہ سعادت مندی تیرے نصیب ہی میں تھی کہ تجھے دین کے

غازیوں کو پانی پلانے کی خدمت لی۔

۳۔ تو نے خدا کی راہ میں تلوار اور ڈھال کے بغیر جہاد کیا۔ شہادت حاصل کرنے کے شوق نے مجھ میں کیسی دلیری پیدا کر دی۔

۴۔ جس باغ پر خزاں چھائی ہوئی تھی یہ کلی بھی وہیں پیدا ہوئی۔ اللہ اکبر کہ ایسی چنگاری کبھی بہار کی راکھ میں چھپی ہوئی تھی۔

۵۔ ہمارے بیابان میں ابھی بہت سے موتی چھپے ہوئے ہیں۔ اس برسے ہوئے بادل میں بھی بجلیاں سوئی ہوئی ہیں۔

۶۔ اے فاطمہ اگرچہ تیرے غم میں آنکھ آنسو بہا رہی ہے لیکن ہماری اس فریاد میں خوشی کا راگ بھی ہے۔

۷۔ تیری مٹی کا ناچ خوشی پیدا کرتا ہے اس کا ذرہ ذرہ زندگی کی تڑپ سے بھرا ہوا ہے۔

۸۔ تیری قبر کی خاموشی میں کوئی ہنگامہ چھپا ہوا ہے اور اس کی گود میں ایک نئی قوم پل رہی ہے۔

۹۔ میں اس نئی قوم کے ارادوں کے بارے میں اگرچہ کچھ نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ تیری قبر سے پیدا ہوگی۔

۱۰۔ آسمان میں کچھ ایسے نئے ستارے چمکنے والے ہیں جن کی چمک دمک کی لہریں ابھی تک انسان نے نہیں دیکھیں۔

۱۱۔ وہ ستارے ابھی زمانے کے اندھیرے سے باہر نکلے ہیں جن کی روشنی صبح شام کی پابندی سے آزاد ہے۔

۱۲۔ جن کی چمک دمک میں پرانا ڈھنگ بھی ہے اور نیا بھی، اور اس میں تیری قسمت کے ستارے کا جلوہ بھی شامل ہے۔

۵۵۶

شبنم اور ستارے

۱۔ اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے
ہر صبح نئے تجھ کو میسر ہیں نظارے

۲۔ کیا جانیے تو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے
جو بن کے مٹے ان کے نشاں دیکھ چکی ہے

۳۔ زہرہ نے سنی ہے یہ خبر اک ملک سے
انسانوں کی بستی ہے بہت دور فلک سے

۴۔ کہہ ہم سے بھی اس کشورِ دلکش کا فسانہ
گاتا ہے قمر جس کی محبت کا ترانہ

۵۔ اے تارو! نہ پوچھو چمنستانِ جہاں کی
گلشن نہیں، اک بستی ہے وہ آہ و فغاں کی

۶۔ آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر
بیچاری کلی کھلتی ہے مرجھانے کی خاطر

۷۔ کیا تم سے کہوں کیا چمن افروز کلی ہے
ننھا سا کوئی شعلۂ بے سوز کلی ہے

۸۔ گل نالۂ بلبل کی صدا سن نہیں سکتا
دامن سے مرے موتیوں کو چن نہیں سکتا!

۹۔ ہیں مرغِ نوا ریز گرفتار غضب ہے
اگتے ہیں تہِ سایۂ گل خار غضب ہے

۱۰۔ رہتی ہے سدا نرگسِ بیمار کی تر آنکھ
دل طالبِ نظارہ ہے محروم نظر آنکھ

۱۱۔ دل سوختۂ گرمیِ فریاد ہے شمشاد
زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد

۱۲۔ تارے شررِ آہ ہیں انساں کی زباں میں
میں گریۂ گردوں ہوں گلستاں کی زباں میں

۱۳۔ نادانی ہے یہ گردِ زمیں طوفِ قمر کا
سمجھا ہے کہ درماں ہے یہاں زخمِ جگر کا

۱۴۔ بنیاد ہے کاشانۂ عالم کی ہوا پر
فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر

۱۔ ایک رات کو ستارے شبنم سے کہنے لگے کہ تجھے تو ہر صبح کو نئے نئے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

۲۔ نہ جانے تو کتنی دنیائیں دیکھ چکی ہے اور جو بن کے مٹ چکے ہیں تو نے ان کے نشان بھی دیکھے ہیں۔

۳۔ زہرہ ستارے نے ایک فرشتے سے جب یہ بات سنی کہ انسانوں

کی لبتی تو آسمان سے بہت دور ہے۔
۴۔ اس دل کو کھینچ لینے والی خوب صورت ملیریت کی کہانی ہیں بھی سنا
جس کی محبت کا راگ چاند بھی الاپتا ہے۔
۵۔ شبنم نے جواب دیا کہ ستارو! دنیا کے باغ کا حال نہ پوچھو وہ
باغ نہیں بلکہ رونے دھونے کی ایک لبتی ہے۔
۶۔ اس باغ میں تو صبا بھی محض پلٹ جانے کی خاطر آتی ہے اور اس میں
بیچاری کلی بھی قطرہ جھانے کے لئے کھلتی ہے۔
۷۔ تم سے کیا کہوں کہ کلی کس طرح باغ کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہے وہ
ایک ایسی چھوٹی سی چنگاری کی طرح نظر آتی ہے جس میں جلن بالکل نہ ہو۔
۸۔ پھول بلبل کی فریاد کو نہیں سُن سکتا اور اپنے دامن سے میرے
موتیوں کو بھی نہیں چن سکتا۔
۹۔ کتنا غضب ہے کہ یہاں گانے والے پرندوں کو قید کر لیا جاتا ہے
اور یہاں کی چھاؤں میں کانٹے اُگتے ہیں۔
۱۰۔ اور یہاں بیمار نرگس کی آنکھ ہمیشہ نمناک رہتی ہے اس کا دل
تو نظارے کا طلب گار ہے لیکن اس کی آنکھ نظر سے محروم ہے۔
۱۱۔ اور یہاں شمشاد اگرچہ کہنے کو آزاد ہے لیکن حقیقت میں قیدی
ہے اور فریاد کی گرمی سے اس کا دل جل چکا ہے۔
۱۲۔ انسان کی زبان میں ستارے فریاد کی چنگاریاں ہیں اور باغ
کی زبان میں شبنم آسمان کے آنسو سمجھا جاتا ہے۔
۱۳۔ وہ چاند نا سمجھ ہے جو زمین کے گرد گھومتا ہے نہ جانے اسے کیوں غلط
فہمی ہو گئی ہے کہ یہاں اس کے جگر کے داغ کا علاج ہو جائے گا۔
۱۴۔ دنیا کے کارخانہ کی بنیاد ہوا پر ہے اور یہ فضا کے صفحہ پر گریہ و
زاری کی ایک تصویر ہے۔

محاصرۂ ادرنہ

۱۔ یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی — حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا!

۲۔ گردِ صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہوئی — شکری حصارِ ادرنہ میں محصور ہو گیا!

۳۔ آخر امیرِ عسکرِ ترکی کے حکم سے — "آئینِ جنگ" شہر کا دستور ہو گیا

۴۔ ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل — شاہیں گدائے دانۂ عصفور ہو گیا!

۵۔ لیکن فقیہِ شہر نے جس دم سنی یہ بات — گرما کے مثلِ صاعقۂ طور ہو گیا

۶۔ ذمی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام — فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا

۷۔ چھوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج — مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

۱۔ یورپ کے بلقانی حلقے میں جب حق اور باطل کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو حق کو مجبوراً تلوار اٹھانی پڑی۔

۲۔ صلیب کے گرد و غبار نے چاند کے گرد حلقہ ڈال دیا یعنی عیسائی فوجوں نے اسلامی فوجوں کو نرغے میں لے لیا اور غازی شکری پاشا ادرنہ میں گھر گئے۔

۳۔ آخر ترک لشکر کے سپہ سالار نے شہر میں مارشل لا جاری کر دیا۔

۴۔ ہر چیز فوجی ذخیرے میں چلی گئی اور شاہین دانے کے لئے چڑیا سے بھیک مانگنے لگا۔

۵۔ لیکن شہر کے مفتی نے جب یہ بات سنی تو اسے اتنا غصہ آیا کہ وہ طور کی بجلی کی طرح نظر آنے لگا۔

۶۔ اس نے کہا جن غیر مسلموں کی ذمہ داری مسلمانوں نے اپنے سر لے رکھی ہے ان کا مال مسلمانوں پہ حرام ہے۔ اس کا یہ فتویٰ شہر بھر میں پھیل گیا۔

۷۔ چنانچہ ترک فوج یہودیوں اور عیسائیوں کے مال کو چھو ہی نہ سکی

تھی کیونکہ خدا کا یہی حکم تھا اور مسلمان خدا کے حکم کے سامنے بے اختیار جھک جاتا ہے۔

ایک مکالمہ

۱۔ اک مرغِ سرا نے یہ کہا مرغِ ہوا سے — پردار اگر تو ہے تو کیا میں نہیں پردار

۲۔ گر تو ہے ہوا گیر تو ہوں میں بھی ہوا گیر — آزاد اگر تو ہے نہیں میں بھی گرفتار

۳۔ پرواز خصوصیتِ ہر صاحبِ پر ہے — کیوں رہتے ہیں مرغانِ ہوا مائلِ پندار

۴۔ مجروح حمیت جو ہوئی مرغِ ہوا کی — یوں کہنے لگا سُن کے یہ گفتارِ دل آزار

۵۔ کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تو بھی — حد ہے تری پرواز کی لیکن سرِ دیوار

۶۔ واقف نہیں تو ہمتِ مرغانِ ہوا سے — تو خاک نشیمن، انھیں گردوں سے سروکار

۷۔ تو مرغِ سرائی، خورش از خاک بجوئی
ما در صددِ دانہ بہ انجم زدہ منقار

۱۔ ایک پالتو پرندے نے ایک آزاد پرندے سے یہ کہا کہ اگر تیرے پر ہیں تو کیا میرے پر نہیں ہیں۔

۲۔ اگر تو ہوا میں اڑ سکتا ہے تو میں بھی ہوا میں اڑ سکتا ہوں اگر تو آزاد ہے تو میں بھی پابند تو نہیں۔

۳۔ جس کے بھی پر ہیں، اڑنا اس کی خصوصیت ہے۔ نہ جانے تم فضا میں اڑنے والے پرندے اتنے مغرور کیوں ہو۔

۴۔ یہ دل کو دکھانے والی باتیں سن کر جب فضا میں اڑنے والے پرندے کی غیرت کو ٹھیس لگی تو یوں بولا۔

۵۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اڑنے کی آزادی تجھے بھی حاصل ہے لیکن تیری اڑان زیادہ سے زیادہ دیوار کی منڈیر تک ہی ہو سکتی ہے۔

۶۔ تو فضا میں اڑنے والے پرندوں کی ہمت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا

تیرا گھونسلہ تو زمین پر ہے لیکن ان کا تعلق آسمان سے ہے۔

۷۔ تو پالتو پرندہ ہے اور زمین سے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے لیکن ہم دانے کی تلاش میں آسمان تک جا پہنچتے ہیں اور ستاروں کو دانہ سمجھ کر چونچ مارنے لگتے ہیں۔

میں اور تو

۱ مذاقِ دید سے ناآشنا نظر ہے مری — تری نگاہ ہے فطرت کی راز داں پھر کیا

۲ رہینِ شکوۂ ایام ہے زباں میری — تری مراد پہ ہے دورِ آسماں پھر کیا

۳ رکھا مجھے چمن آوارہ مثلِ موجِ نسیم — عطا فلک نے کیا تجھ کو آشیاں پھر کیا

۴ فزوں ہے سود سے سرمایۂ حیات ترا — مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں پھر کیا

۵ ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیارے — مرا جہاز ہے محرومِ بادباں پھر کیا

۶۔ قوی شدیم، چہ شد؟ یا چناں شدیم چہ شد؟
چنیں شدیم، چہ شد؟ ناتواں شدیم چہ شد؟

۷۔ بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی، ما خزاں شدیم چہ شد؟

۱۔ کیا ہوا اگر میری نظر دیکھنے کی لذت سے واقف نہیں ہے اور تیری نظر کو فطرت کے بھید معلوم نہیں۔

۲۔ کیا ہوا اگر میری زبان زمانے کی شکایت کرتی ہے اور آسمان کی گردش تیری خواہش کے مطابق ہے۔

۳۔ کیا ہوا اگر آسمان نے مجھے ہوا کی لہر کی طرح باغ میں گھما رکھا ہے تجھے گھونسلہ بخش دیا ہے۔

۴۔ کیا ہوا اگر تیری زندگی کا سرمایہ نفع کی وجہ سے بڑھ رہا ہے مگر میری قسمت میں صرف نقصان کی تکلیف ہے۔

۵۔ کیا ہوا اگر ہوا میں تیرے ہوائی جہاز تیرتے پھر رہے ہیں اور میری کشتی کے لئے بادبان بھی نہیں۔

۶۔ طاقتور ہوئے تو کیا اور کمزور ہوئے تو کیا۔ ایسے ہوگئے تو کیا اور ویسے ہوئے تو کیا۔

۷۔ دنیا کے اس باغ میں کسی طرح بھی قیام ممکن نہیں تو اگر بہار ہے تو کیا اور میں اگر خزاں ہوں تو کیا۔

ارتقا

۱۔ ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

۲۔ حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرشت اس کی ہے مشکل کشی جفا طلبی

۳۔ سکوتِ شام سے تا نغمۂ سحر گاہی
ہزار مرحلہ ہائے فغانِ نیم شبی

۴۔ کشاکشِ زم و گرم و تپ و تراش و خراش
ز خاکِ تیرہ دروں تا بہ شیشۂ حلبی

۵۔ مقامِ بست و شکست و فشار و سوز و کشید
میانِ قطرۂ نیساں و آتشِ عنبی

۶۔ اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام
یہی ہے رازِ تب و تابِ ملتِ عربی

۷۔ "مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند"

۱۔ دنیا کی پیدائش سے آج تک کفر کا شرارہ ایمان کے چراغ سے لڑتا رہا ہے

۲۔ زندگی بڑی غیرت مند اور ہنگامہ پسند ہے اور اس کا مزاج شعلے کی طرح گرم ہے اور مشکلیں جھیلنا اور سختیاں طلب کرنا اس کی فطرت ہے۔

۳۔ شام کی خاموشی سے صبح کے گیتوں تک آدھی رات کی فریاد کو ہزاروں منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔

۴۔ حلب کا آئینہ مٹی سے بنتا ہے جس میں کوئی جلا نہیں اور جو سیاہ ہے لیکن اس مٹی کو آئینہ بننے کے لئے سردی گرمی اور تراش خراش کی کئی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔

۵۔ انگور کی بیل پر بارش کا قطرہ گرنے اور شراب بننے کے درمیان باندھنے، توڑنے، نچوڑنے، تپانے اور عرق کھینچنے کے بے شمار مقام آتے ہیں۔

۶۔ اس لگاتار کھینچ تان سے قومیں زندہ ہیں اور ملتِ اسلامیہ کی گرمیٔ عمل کا بھید بھی یہی ہے۔

۷۔ شراب بنانے والے بظاہر تو انگور کے دانوں سے پانی نکالتے ہیں لیکن در حقیقت ستاروں کو توڑ کر سورج بناتے ہیں۔

صدیقؓ

۱۔ اک دن رسولِ پاکؐ نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار

۲۔ ارشاد سن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

۳۔ دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور
بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

۴۔ لائے غرض کہ مال رسولِ امیںؐ کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

۵۔ پوچھا حضورِ سرورِ عالمؐ نے اے عمرؓ
اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار

۶۔ رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار

۷۔ کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار

۸۔ اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

۹۔ لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

۱۰۔ ملکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپِ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

۱۱۔ بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا رازدار

۱۲۔ اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

۱۳۔ پروانے کو چراغ ہو بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

۱۔ ایک دفعہ رسول پاک نے صحابہ سے کہا کہ تم میں جو لوگ امیر ہیں وہ اپنی دولت خدا کی راہ میں خرچ کریں۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے جب ارشاد سنا تو وہ بہت زیادہ خوش ہو کر اٹھے اس وقت انکے پاس ہزاروں درہم تھے۔

۳۔ وہ دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ آج میری قربانی کے گھوڑے کا قدم ضرور صدیقؓ سے آگے رہے گا۔

۴۔ الغرض وہ اپنی دولت رسول پاک کے پاس لے آئے۔ ہر کام کی ابتدا قربانی سے ہوتی ہے۔

۵۔ حضور سرور عالم نے پوچھا کہ اے عمرؓ حق کا جوش تیرے دل کے لیے آرام کا باعث

۶۔ لیکن کیا تونے اپنے بچوں کیلیے بھی کچھ باقی رکھا ہے یا نہیں کیونکہ مسلمان پر اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی حق ہوتا ہے۔

۷۔ عمرؓ نے جواب میں عرض کی کہ آدھی دولت میں نے بال بچوں کیلیے چھوڑ دی ہے اور باقی آدھی قوم پر نچھاور کر رہا ہوں۔

۸۔ اتنے میں رسول اکرم کا وہ ساتھی بھی آ گیا جس کی وجہ سے عشق اور محبت کی بنیاد مضبوط ہوئی۔

۹۔ وہ وفادار اپنے ساتھ ہر ایسی چیز لے آیا جو دنیا کی نظر میں اعتبار کی وجہ بن سکتی تھی۔

۱۰۔ یعنی لونڈی۔ غلام۔ درہم و دینار۔ کپڑے۔ کھانے کی جنس۔ پانو جیسے سم والے گھوڑے۔ اونٹ خچر اور گدھے۔

۱۱۔ حضور نے فرمایا کہ بال بچوں کا بھی کچھ خیال چاہیے جواب میں وہ عشق و محبت کا راز دار کہنے لگا۔

۱۲۔ چاند تاروں کی آنکھ کو روشنی دینے والی پاک ذات۔ تیری خاطر

کے لئے ہی تو یہ دنیا بنائی گئی ہے۔

۱۲۔ پتنگے کے لئے دیا اور بلبل کے لئے پھول کافی ہے اور صدیق کیلئے صرف خدا کا رسول

تہذیب حاضر

تضمین بر شعر فیضی

۱۔ حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیب حاضر میں
بھڑک اٹھا بھبوکا بن کے مسلم کا تنِ خاکی

۲۔ کیا ذرہ کو جگنو دے کے تابِ مستعار اس نے
کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلوہ فرما کی

۳۔ نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی یہ بیداری یہ آزادی یہ بیباکی

۴۔ تغیر آگیا ایسا تدبر میں تخیل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی

۵۔ کیا گم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن
مناظر دلکشا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی

۶۔ حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت خود فروشی ناشکیبائی ہوسناکی

۷۔ فروغ شمع نو سے بزم مسلم جگمگا اٹھی
مگر کہتی ہے پروانوں سے میری کہنہ ادراکی

۸۔ تو اے پروانہ! ایں گرمی ز شمع محفلے داری
چو من در آتشِ خود سوز اگر سوزِ دلے داری

۱۔ موجودہ تہذیب کی شراب میں بڑی گرمی ہے۔ اسے پی کر مسلمان کا خاکی جسم آگ کے شعلے کی طرح بھڑک اٹھا۔

۲۔ اس نے ذرّے کو وقتی چمک دیکر جگنو بنا دیا کوئی اس جلوہ دکھانے والے سورج کی شوخی تو دیکھے۔

۳۔ اس تہذیب نے نوجوانوں کو نئے نئے طریقے سکھا دئے۔ بناؤ سنگھار یہ بناؤٹی بیداری مذہبی پابندیوں کو توڑ کر رکھ دینے والی یہ آزادی اور یہ گستاخانہ بے باکی اس تہذیب ہی کی تو دین ہے۔

۴۔ ان کی سوچ سمجھ اور ان کے خیالوں میں ایسی تبدیلی آگئی کہ وہ باغ میں غنچوں کے جگر چاک ہو جانے کو بھی دل لگی خیال کرنے لگے۔

سورج کی ایک کرن مجھے گھومتی ہوئی نظر آئی۔

۲۔ میں نے اس کرن سے پوچھا تو سر تا پا ڈلک بے چین کیوں ہے تیری بے صبر جان میں یہ کیسی بیتابی ہے۔

۳۔ کیا تو کوئی چھوٹی سی بجلی ہے جسے آسمان قوموں کے کھلیان کو راکھ کرنے کے لئے پال کر جوان بنا رہا ہے۔

۴۔ یہ بے چینی ہے یا پیدائش ہی سے یہ تیری عادت ہے کیا یہ بے چینی تیرا ناچ ہے۔ آوارگی ہے یا تجھے کسی چیز کی تلاش ہے۔

۵۔ کرن نے جواب دیا کہ میری خاموش زندگی میں کئی زمانے سوتے ہی میں بیتے میں نے صبح کی گود میں پرورش پائی ہے۔

۶۔ میری تقدیر مجھے ہر وقت بے چین رکھتی ہے میں روشنی کی تلاش میں مضطرب رہتی ہوں۔

۷۔ گو میں آگ سے بنی ہوئی ہوں لیکن میں جلانے والی بجلی نہیں ہوں بلکہ سوتی دنیا کو جگانے والے سورج کی طرف سے جاگ اٹھنے کا پیغام ہوں۔

۸۔ میں نرگس کی آنکھوں میں سما جاؤں گی اور رات نے اپنے اندھیرے میں جو کچھ چھپا رکھا تھا وہ سب کو دکھا دوں گی۔

۹۔ کیا تیرے مستوں میں کوئی ہشیاری کا طلبگار ہے اور ان سونے والوں میں کیا کوئی آدمی جاگنے کی لذت سے واقف ہے۔

عرفی

۱۔ محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے ... تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

۲۔ فضائے عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی ... میسر جس سے ہیں آنکھوں کو اب تک اشک عنابی

۳۔ مرے دل نے یہ اک دن اس کی تربت سے شکایت کی ... نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بیتابی

۴۔ مزاج اہل عالم میں تغیر آ گیا ایسا ... کہ رخصت ہو گئی دنیا سے کیفیت وہ سیماب

۵۔ فغانِ نیم شب شاعر کی بارِ گوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشمِ محفل آشنائے لطفِ بیخوابی

۶۔ کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت ربا کیونکر
گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

۷۔ صدا تربت سے آئی شکوۂ اہلِ جہاں کم گو
نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی

حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

۱۔ عرفی کے تخیل نے ایک ایسا محل بنا دیا جس پر بو علی سینا اور ابو نصر فارابی کے حیران کر دینے والے گورکھ دھندے بھی نچھاور کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ اس نے عشق کی فضا میں ایسے ایسے نغمے گائے ہیں کہ جن کی وجہ سے اب تک آنکھیں رنگین آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔

۳۔ میرے دل نے ایک دن اس کی قبر سے شکایت کی کہ اب دنیا کے ہنگامے میں بے چینی یا کوئی سامان نہیں۔

۴۔ دنیا والوں کے مزاج میں ایسی تبدیلی آ گئی ہے کہ دنیا میں اب وہ پہلی سی دوڑ دھوپ کی کیفیت ہی باقی نہیں رہی۔

۵۔ اگر محفل والوں کی آنکھ جاگنے کی لذت سے واقف نہ ہو تو شاعر کی آدھی رات میں کی گئی فریاد کانوں کے لئے بوجھ بن جاتی ہے۔

۶۔ کسی کی فریاد کا شعلہ کس طرح اندھیرے کو دور کرے چمگادڑوں کو تو صبح کے وقت آسمان کا چمکنا تکلیف دیتا ہے۔

۷۔ عرفی کی قبر سے آواز آئی کہ دنیا والوں کی شکایت نہ کر۔ اگر نغمے کی لذت ختم ہوتی ہوئی دکھائی دے تو ساز کو اور زور سے بجا۔

۸۔ اگر کجاوا بھاری ہو اور ناقے کی رفتار مدھم ہو جائے تو حدی کے نغمے کو تیز کر دے۔

ایک خط کے جواب میں

۱۔ ہوس بھی ہو تو نہیں مجھ میں ہمتِ تگ و تاز
حصولِ جاہ ہے وابستۂ مذاقِ تلاش

۲۔ ہزار شکر طبیعت ہے ریزہ کار مری
ہزار شکر نہیں ہے دماغ فتنہ تراش

۳۔ مرے سخن سے دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز
جہاں میں ہوں میں مثالِ سحابِ دریا پاش

۴۔ یہ عقدہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہوں
کہ فیضِ عشق سے ناخن مرا ہے سینہ خراش

۵۔ ہوائے بزمِ سلاطیں دلیلِ مُردہ دلی
کیا ہے حافظِ رنگیں نوا نے راز یہ فاش

۶۔ گرت ہواست کہ با خضر ہم نشیں باشی
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیاں باش

۱۔ اگر مجھے اپنے عہدے کی خواہش بھی ہو تو اسے حاصل کرنے کیلئے جتنی دوڑ دھوپ کرنی ضرورت ہے اس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے ۔

۲۔ خدا کا ہزار شکر ہے کہ میری بیعت باریک جواہر ریزوں کو جوڑنے میں لگی رہتی ہے اور خدا کا ہزار شکر ہے کہ میرا دماغ فتنے نہیں تراش سکتا ۔

۳۔ میری شاعری سے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہیں دنیا میں زمین پر دریا برسانے والے بادل کی طرح ہوں ۔

۴۔ یہ سیاست کی پیچدار گتھیاں تجھی کو مبارک ہوں کیونکہ عشق کی برکت سے میرے ناخن اپنے زخموں کو چھیلنے ہی میں مصروف رہتے ہیں میں اپنے ناخن کو ان گرہوں کو کھولنے کے لیے وقف نہیں کر سکتا ۔

۵۔ بادشاہوں کی محفل میں بیٹھنے کی خواہش دل کے مردہ ہونے کی دلیل ہے اس بھید کو رنگین نغمے گانے والے خواجہ حافظ شیرازی نے بڑی اچھی طرح ظاہر کیا ہے جو فرماتے ہیں کہ :۔

۶۔ اگر تجھے خضر کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش ہے تو آبِ حیات کی طرح سکندر کی آنکھوں سے چھپا رہ ۔

نانک

۱۔ قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی ؟
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی

۲۔ آہ ! بدقسمت رہے آوازِ حق سے بیخبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

۳۔ آشکار اس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفہ پر ناز تھا !

۴۔ شمعِ حق سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی — بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی

۵۔ آہ! شودر کے لئے ہندوستاں غم خانہ ہے — دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

۶۔ برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں — شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

۷۔ بتکدہ پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا — نورِ ابراہیم سے آذر کا گھر روشن ہوا

۸۔ پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے — ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

۱۔ افسوس کہ ہندو قوم نے گوتم بدھ کے پیغام کی ذرا پروا نہ کی اور اپنے بے نظیر موتی کی کچھ قدر نہ کی۔

۲۔ افسوس یہ بے خبر لوگ حق کی آواز سے ایسے بے خبر رہے جیسے درخت خود اپنے پھل کی مٹھاس سے بے خبر رہتا ہے۔

۳۔ حالانکہ بدھ نے زندگی کا بھید کھول کر رکھ دیا تھا لیکن ہندوستان میں رہنے والے اپنے خیالی فلسفے پر ہی مغرور تھے

۴۔ یہ وہ محفل ہی نہ تھی جو حق کے چراغ سے روشن ہوتا اگرچہ بارش تو خوب ہوئی لیکن زمین ہی اچھی نہ تھی۔

۵۔ افسوس ہندوستان شودروں کے لئے دکھ کا گھر ہے اس ملک کے رہنے والوں کا دل انسانی ہمدردی سے واقف ہی نہیں۔

۶۔ برہمن ابھی تک غرور کی شراب کے نشے میں مست ہیں اور بدھ کی تعلیمات کا چراغ دوسروں کی انجمن میں جل رہا ہے۔

۷۔ لیکن ایک مدت کے بعد بتخانہ پھر روشن ہوگیا اور حضرت ابراہیم کی روشنی سے آذر کا گھر جگمگا اٹھا۔

۸۔ آخر پنجاب سے توحید کی آواز بلند ہوئی اور نانک ایسے مکمل مردِ حق نے ہندوستان کو غفلت کی نیند سے جگا دیا۔

کفر و اسلام

تضمین بر شعر میر رضی دانش

۱۔ ایک دن اقبال نے پوچھا کلیمِ طور سے — اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیِ سینا چمن

۲ آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز — ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن

۳ تھا جوابِ صاحبِ سینا کہ مسلم ہے اگر — چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

۴ ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ — ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

۵ ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر — منتظر رہ وادیٔ فاراں میں ہو کر خیمہ زن

۶ عارضی ہے شانِ حاضر سطوتِ غائب مدام — اس صداقت کو محبت سے ہے ربطِ جان و تن

۷۔ شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا — شمع خود را می گدازد درمیانِ انجمن

۱۔ ایک دن اقبال نے حضرتِ موسیٰ سے پوچھا کہ آپ کے نقشِ پا کی برکت سے سینا کی وادی گلزار بنی ہوئی ہے۔

۲۔ لیکن ابھی تک دنیا میں نمرود کی آگ سے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ آپ کا پرانا سوز آنکھوں سے کیوں اوجھل ہو گیا۔

۳۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ اگر تو مسلمان ہے تو غائب کو چھوڑ کر حاضر کا چاہنے والا نہ بن۔

۴۔ اگر تجھے حاضر کا شوق ہے تو ابراہیم خلیل اللہؑ کا سا ایمان پیدا کر اگر ایسا نہیں کر سکے گا تو آگ زندگی کا لباس جلا کر راکھ کر دے گی۔

۵۔ اور اگر تو غائب کا دیوانہ ہے تو ہر چیز سے بے پروا ہو جا اور فاران کی وادی میں خیمہ نصب کر کے قدرت کے کرشموں کا انتظار کر۔

۶۔ حاضر کی شان وقتی اور غائب کی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اس سچائی کا محبت سے وہی تعلق ہے جو جان کا جسم سے ہوتا ہے۔

۷۔ اگر نمرود کی آگ کا شعلہ دنیا میں روشن ہے تو کیا ہوا۔ شمع محفل کو روشن کرتی ہوئی اپنے آپ کو پگھلا دیتی ہے۔

۸۔ بلالؓ کی روشنی بجھا پتھر کی آگ کی طرح نکلا ہے کمال اور جیسی ہی کبھی تو ہوتی ہے

بلالؓ

۱۔ لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے — اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا

۲۔ جولانگہِ سکندرِ رومی تھا ایشیا — گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا

۳۔ تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے — دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

۴۔ دنیا کے اس شہنشہِ انجم سپاہ کو — حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

۵۔ آج ایشیا میں اس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

۶۔ لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر — فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

۷۔ جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال — محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

۸۔ ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط — کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

۹۔ ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز — صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

۱۰۔ اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے — رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

۱۔ یورپ میں ایک ایسا عالم تھا جسے سچائی کا اندازہ کرنے میں بڑی مہارت حاصل تھی اور اہلِ قلم جس کی بہت عزت کرتے تھے اس نے لکھا ہے کہ

۲۔ سکندر رومی نے ایشیا میں اپنی فتوحات کے گھوڑے دوڑائے اس کا مرتبہ آسمان سے بھی اونچا تھا۔

۳۔ تاریخ کہہ رہی ہے کہ سکندر کے آگے پورس اور دارا کے تمام دعوے بے بنیاد تھے۔

۴۔ ستاروں جیسی فوج رکھنے والا شہنشاہ سکندر ہی تھا جسے نیلا آسمان بھی حیرت سے دیکھا کرتا تھا۔

۵۔ لیکن آج ایشیا میں اسے کوئی نہیں جانتا بلکہ تاریخ جاننے والوں میں بھی اسے کوئی نہیں پہچانتا۔

۶۔ لیکن وہ بلال جو ایک معمولی سے حبشی کے بیٹے تھے جن کی فطرت نے نبوت کے نور سے روشنی حاصل کی ہوئی تھی وہ خدا کے مؤذن مقرر ہوئے۔

۷۔ خدا نے یہ امانت بلال کے پیدا ہوتے ہی ان کے سینے میں رکھ دی تھی کہ اذان کی آواز سن کر بادشاہ اور فقیر سب اپنا سر جھکا دیں گے۔

۸۔ وہ اذان جس کی وجہ سے کالے گورے سب آپس میں مل جاتے ہیں اور غریب امیر کے پہلو میں کھڑا ہو جاتا ہے۔

۹۔ کلیجے کو پگھلا دینے والا وہ نغمہ آج بھی نیا ہے جسے بوڑھا آسمان کان لگا کر صدیوں سے سن رہا ہے۔

۱۰۔ اے اقبال یہ کس ذاتِ پاک کے عشق کی برکت ہے کہ سکندر تو مٹ گیا لیکن بلال حبشی کا نام ہمیشہ کے لیے باقی رہ گیا۔

مسلمان اور تعلیم جدید

(تضمین بر شعر ملک قمی)

۱۔ مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر — لازم ہے رہرو کے لئے دنیا میں سامان سفر

۲۔ بدلی زمانہ کی ہوا ایسا تغیر آگیا — تھے جو گراں قیمت کبھی اب ہیں متاع کس مخر

۳۔ وہ شعلۂ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی — گھٹ کر ہوا مثل شرر تارے سے بھی کم نور تر

۴۔ شیدائے غائب نہ رہ دیوانۂ موجود ہو — غالب ہے اب اقوام پر معبود حاضر کا اثر

۵۔ ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بار آور تری — فرسودہ ہے پھندا ترا زیرک ہے مرغ تیز پر

۶۔ اس دور میں تعلیم ہے امراض ملت کی دوا — ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

۷۔ رہبر کے ایما سے ہوا تعلیم کا سودا مجھے — واجب ہے صحرا گرد پر تعمیل فرمان خضر

۸۔ لیکن نگاہ نکتہ بیں دیکھے زبوں بختی مری — رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں شد از نظر

"یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد"

۱۔ مرشد کی یہ ہدایت تھی کہ اے دیوانے مسلمان مسافر کے لئے چین کی زندگی گزارنے کے لئے دنیا میں حالات کے مطابق اپنی خوشی کے اسباب مہیا کرنے بھی ضروری ہیں۔

۲۔ دنیا کی ہوا بدلی اور ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ جنکی کبھی بڑی عزت تھی اب کسمپرسی کا شکار ہیں۔

۳۔ تیری اس روشنی سے جس کبھی اندھیرا کافور ہوتا تھا اب تو ایک ایسی چنگاری بن کر رہ گئی ہے جس کی روشنی تارے سے بھی کم ہے۔

۴۔ تو غائب کا چاہنے والا نہیں بلکہ حاضر کا دیوانہ بن کیونکہ اب دنیا کی قوموں پر سامنے دکھائی دینے والا خدا ہی چھایا ہوا ہے۔

۵۔ اس باغ میں تیری کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ تیرا جال گھسا پٹا ہے اور تیز اڑنے والا پنچھی بڑا ہوشیار ہے۔

۶۔ اس زمانے میں نئی تعلیم ہی قوم کی بیماریوں کا علاج ہے اور گندے خون کے لئے یہی تعلیم نشتر کا کام دیتی ہے۔

۷۔ رہنما کے اشارے سے مجھے تعلیم حاصل کرنے کا خبط ہوا۔ بیابان میں گھومنے والے کو خضر کا حکم ماننا ہی پڑتا ہے۔

۸۔ لیکن باریک باتوں کو تاڑ جانیوالی نظر میری بدقسمتی تو دیکھیے کہ میں پاؤں سے کانٹا نکالنے لگا تو کارواں میری نظر سے اوجھل ہوگیا۔

۹۔ ایک لمحے کے لئے میں نے غفلت کی اور ایک طویل مدت کیلئے راستے سے بھٹک گیا۔

پھولوں کی شہزادی

۱۔ کلی سے کہہ رہی تھی ایک دن شبنم گلستاں میں — رہی میں ایک مدت غنچہ ہائے باغ رضواں میں

۲۔ تمہارے گلستاں کی کیفیت سرشار ہے ایسی — نگہ فردوس در دامن ہے میری چشم حیراں میں

۳۔ سنا ہے کوئی شہزادی ہے حاکم اس گلستاں کی — کہ جس کے نقش پا سے پھول ہوں پیدا بیاباں میں

۴۔ کبھی ساتھ اپنے اس کے آستاں تک مجھ کو تو لے چل
چھپا کر اپنے دامن میں برنگ موج بو لے چل

۵۔ کلی بولی سریر آرا ہماری ہے وہ شہزادی — درخشاں جس کی ٹھوکر سے ہوں پتھر بھی نگیں بن کر

۶۔ مگر فطرت تری افتندہ اور بیگم کی شان اونچی — نہیں ممکن کہ تو پہنچے ہماری ہم نشیں بن کر

۷۔ پہنچ سکتی ہے تو لیکن ہماری شاہزادی تک — کسی دکھ درد کے مارے کا اشک آتشیں بن کر

۸۔ نظر اس کی پیام عید ہے اہل محرم کو
بنا دیتی ہے گوہر غم زدوں کے اشک پیہم کو

۱۔ ایک دن باغ میں شبنم کلی سے کہہ رہی تھی کہ میں نے بڑی لمبی مدت تک جنت کے غنچوں میں زندگی گزاری۔

۲۔ مگر تمہارے باغ کا ماحول تو ایسا مست کر دینے والا ہے کہ اس کی وجہ سے میری آنکھ اپنے دامن میں گویا بہشت لئے ہوئے ہے۔

٣۔ میں نے سنا ہے کہ اس باغ کی حاکم ایک ایسی شہزادی ہے کہ جس کے قدموں کے نشانات ہی سے بیابان میں پھول پیدا ہو جاتے ہیں۔

٤۔ اے کلی کسی دن خوشبو کی طرح اپنے دامن میں چھپا کر تو اپنے ساتھ مجھے اس شہزادی تک لے چل۔

٥۔ کلی نے جواب دیا کہ ہماری حکمراں تو وہ شہزادی ہے جو اگر تنکے کو بھی ٹھوکر مارے تو وہ غنچہ بن کر چٹکنے لگتا ہے۔

٦۔ تیری فطرت گری ہوئی ہے اور ہماری بیگم کی شان بہت اونچی ہے اس لیے ہماری رفیق بن کر تو ہماری شہزادی تک نہیں پہنچ سکتی۔

٧۔ ہاں البتہ کسی دکھی انسان کی آنکھوں کا آنسو بن کر تو شہزادی تک پہنچ سکتی ہے۔

٨۔ شہزادی کی نظر غمگین لوگوں کے لیے عید کا پیغام ہے اور وہ غم کے مارے ہوئے انسانوں کی آنکھوں سے لگاتار بہتے ہوئے آنسوؤں کو موتی بنا دیتی ہے

تضمین بر شعر صائب

١۔ کہاں اقبال تو نے آ بنایا آشیاں اپنا
نوا اس باغ میں بلبل کو ہے سامانِ رسوائی

٢۔ شرارے وادیِ ایمن کے تو بوتا تو ہے لیکن
نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تخمِ سینائی

٣۔ کلی زورِ نفس سے بھی وہاں گل ہو نہیں سکتی
جہاں ہر شے ہو محرومِ تقاضائے خود افزائی

٤۔ قیامت ہے کہ فطرت سو گئی اہلِ گلستاں کی
نہ ہے بیدار دل پیری نہ ہمت خواہ برنائی

٥۔ دلِ آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں
نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خائی

٦۔ نہیں ضبطِ نوا ممکن تو اڑ جا اس گلستاں سے
کہ اس محفل سے خوشتر ہے کسی صحرا کی تنہائی

٧۔ ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تابِ حسنِ صحرائی

۱۔ اے اقبال تو نے بھی کس باغ میں آکر اپنا گھونسلہ بنالیا ہے کہ جہاں اسکی آواز بھی بلبل کے لئے بدنامی کا سامان ہے۔

۲۔ تو اس زمین میں وادیٔ ایمن کے شرارے تو بو رہا ہے لیکن یہاں سے تو بوسینا کے بیج کا پھوٹنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ جہاں ہر چیز بڑھنے اور پھولنے پھلنے کے زبردست شوق سے محروم ہے وہاں نفس کے زور سے بھی کلی پھول نہیں بن سکتی۔

۴۔ قیامت ہے کہ تمام باغ والوں کی فطرت سو چکی ہے نہ بوڑھے ہی کے دل جاگ رہے ہیں اور نہ جوانوں ہی میں ہمت اور حوصلہ ہے۔

۵۔ جب باخبر دل سینوں میں سو جاتے ہیں تو نغمے گانے والے کے لئے شیریں نوائی زہر بن جاتی ہے۔

۶۔ اگر تو اپنے نغمے کو ضبط نہیں کر سکتا اور اسے ضرور گانا ہی چاہتا ہے تو اس باغ سے اڑ جا کیونکہ اس باغ کی محفل سے تو کسی بیابان کی تنہائی ہی اچھی ہے۔

۷۔ جب شہر کی تنگ جگہ صحرائے حسن کی تاب نہ لا سکے تو یہی بہتر ہے کہ لیلیٰ کسی بیابان کو اپنے جلوؤں سے روشن کرے۔

فردوس میں ایک مکالمہ

۱۔ ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز — حالی سے مخاطب ہوئے یوں سعدیٔ شیراز
۲۔ اے آنکہ ز نورِ گہرِ نظم فلک تاب — دامن بہ چراغ مہ و اختر زدہ باز
۳۔ کچھ کیفیت مسلم ہندی تو بیاں کر — واماندۂ منزل ہے کہ مصروف تگ و تاز
۴۔ مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ اس کی رگوں میں — تھی جس کی فلک سوز کبھی گرمیٔ آواز
۵۔ باتوں سے ہوا شیخ کی حالی متاثر — رو رو کے لگا کہنے کہ اے صاحب اعجاز
۶۔ جب پیر فلک نے ورق ایام کا الٹا — آئی یہ صدا پاؤ گے تعلیم سے اعزاز

۷۔ آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل ‌— دنیا تو ملی طائرِ دیں کر گیا پرواز

۸۔ دیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی — فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر زمیں تاز

۹۔ مذہب سے ہم آہنگیِ افراد ہے باقی — دیں زخمہ ہے جمعیتِ ملت ہے اگر ساز

۱۰۔ بنیاد لرز جائے جو دیوارِ چمن کی — ظاہر ہے کہ انجامِ گلستاں کا ہے آغاز

۱۱۔ پانی نہ ملا زمزمِ ملت سے جو اس کو — پیدا ہیں نئی پود میں الحاد کے انداز

۱۲۔ یہ ذکر حضورِ شہِ یثرب میں نہ کرنا — سمجھیں نہ کہیں ہند کے مسلم مجھے غماز

۱۳۔ خرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں یافت ازاں پشم کہ کشتیم

۱۔ فرشتے نے مجھے بتایا کہ ایک دن جنت میں سعدی شیرازی نے مولانا حالی سے کہا۔

۲۔ تم نے اپنی بلند پایہ شاعری کے موتیوں کی روشنی سے چاند اور ستاروں کو بھی روشن کر دیا ہے۔

۳۔ ذرا ہندوستانی مسلمان کا حال تو بتاؤ وہ راستہ چلتے چلتے تھک ہار کر بیٹھ گیا ہے یا ابھی تک دوڑ دھوپ کر رہا ہے۔

۴۔ جس کی آواز کی گرمی سے کبھی آسمان تک جل جایا کرتا تھا کیا اب بھی اس کی رگوں میں مذہب کی گرمی موجود ہے۔

۵۔ سعدی کی باتوں سے حالی بہت متاثر ہوا اور رو رو کر کہنے لگا کہ اے سعدی عجب معجزے دکھانے والے۔

۶۔ جب بوڑھے آسمان نے زمانے کی کتاب کا ورق الٹ دیا تو یہ آواز آئی کہ عزت اور رتبہ تعلیم حاصل کرنے سے ہی مل سکتا ہے۔

۷۔ لیکن تعلیم حاصل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی عقیدوں میں کمزوری پیدا ہو گئی دنیا تو مل گئی مگر دین کا پرندہ اڑ گیا۔

۸۔ اگر دین ہو تو ارادوں میں بھی بلندی پیدا ہو لیکن تعلیم حاصل

بھی اصل میں برہمن کی طرح بتوں ہی کو پوج رہا ہے۔

۳۔ نئے علوم کی بنیاد محسوس ہونے والی مادی چیزوں پر ہے اس دور کے مذہبی عقیدوں کا شیشہ توڑ پھوڑ کر رکھا ہے۔

۴۔ آجکل تو مذہب محض پاگل پن کا نام ہے جس سے صرف دل خوش کرنے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

۵۔ لیکن زندگی کا فلسفہ کچھ اور کہتا ہے جس کا راز مجھ پر مرشدِ کامل نے فاش کیا ہے

۶۔ ہر کمال کے ساتھ تھوڑی سی از خود رفتگی بھی ضروری ہے گرچہ تجھے عقلِ کل کا منصب بھی حاصل ہے پھر بھی اس کے ساتھ جنون کا ہونا لازمی ہے۔

جنگ یرموک کا ایک واقعہ

۱۔ صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند — تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

۲۔ اک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب — آکر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام

۳۔ اے بوعبیدہؓ رخصتِ پیکار دے مجھے — لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

۴۔ بیتاب ہو رہا ہوں فراقِ رسولؐ میں — اک دم زندگی میں محبت بھی ہے حرام

۵۔ جاتا ہوں میں حضورِ رسالت مآبؐ میں — لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

۶۔ یہ ذوق و شوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ — جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام

۷۔ بولا امیرِ فوج کہ وہ نوجواں ہے تو — پیروں میں تیرے عشق کا واجب ہے احترام

۸۔ پوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد — کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

۹۔ پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امیںؐ میں تو — کرنا یہ عرض میری طرف سے پس سلام

۱۰۔ ہم پر کرم کیا ہے خدائے غفور نے!
پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے

اے عرب کے جوان مسلح ہو کر قطار در قطار جنگ کے لئے تیار تھے اور شام کی سرزمین کی دلہن مہندی یعنی انسانی خون کا انتظار کر رہی تھی۔

۲۔ پارے کی طرح بے چین ایک نوجوان سپہ سالار کے پاس آکر کہنے لگا۔

۳۔ کہ ابو عبیدہ مجھے جنگ کی اجازت دیجئے کیونکہ میرے صبر کا پیالہ لبالب بھر چکا ہے۔

۴۔ میں رسول اللہ کی جدائی میں بے قرار ہوں اور محبت میں دم بھر کے لئے بھی محبوب سے الگ رہنا حرام ہے۔

۵۔ میں رسول کے حضور میں جا رہا ہوں اگر آپ انھیں کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو فرمایئے میں بخوشی ان تک پہنچا دوں گا۔

۶۔ نوجوان کے اس ذوق کو دیکھ کر ابو عبیدہ کی آنکھ میں آنسو آ گئے جس کی نظر ننگی تلوار کی طرح تیز تھی۔

۷۔ ابو عبیدہ نے اس نوجوان سے کہا کہ تو وہ نوجوان ہے کہ جس کے عشقِ رسول کی عزت بڑے بوڑھوں کو بھی کرنی چاہیے۔

۸۔ حضرت خضر کا خدا تیری مراد پوری کرے۔ تیرے عشقِ عاشق کا مقام کتنا اونچا ہے۔

۹۔ جب تو رسول امین صلعم کے دربار میں پہنچے تو میری طرف سے سلام عرض کرنے کے بعد یہ کہنا کہ

۱۰۔ غیرت مند خدا نے ہم پر احسان فرمایا ہے اور حضور نے فتح کے سلسلے میں جتنے وعدے کیے تھے سب پورے ہو رہے ہیں۔

مذہب

۱۔ اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

۲۔ اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

۳۔ دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

۱۔ اے مسلمان اپنی قوم کا مقابلہ یورپ کی قوموں سے نہ کر کیونکہ رسول کریم کی امت اپنی وضع اور ترکیب میں سب سے جدا ہے۔

۲۔ یورپ والوں کی جمعیت کا دار و مدار ملک اور خاندان پر ہے لیکن تیری جمعیت کی مضبوطی مذہب کی طاقت سے ہے۔

۳۔ اگر تو نے مذہب کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو جمعیت نہیں رہے گی اور جب جمعیت نہیں رہے گی تو قوم بھی ختم ہو جائے گی۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

۱۔ ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے

۲۔ ہے لازوال عہد خزاں اس کے واسطے
کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگ و بار سے

۳۔ ہے تیرے گلستاں میں بھی فصل خزاں کا دور
خالی ہے جیب گل زر کامل عیار سے

۴۔ جو نغمہ زن تھے خلوت اوراق میں طیور
رخصت ہوئے ترے شجر سایہ دار سے

۵۔ شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
نا آشنا ہے قاعدۂ روزگار سے

۶۔ ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ!
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

۱۔ جو ٹہنی خزاں کے موسم میں درخت سے ٹوٹ جاتی ہے وہ بہار کی رُت میں بھی ہری بھری نہیں ہو سکتی۔

۲۔ اس پر ہمیشہ خزاں چھائی رہتی ہے اور اسے پتوں اور پھلوں سے کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔

۳۔ اے مسلمان تیرے باغ میں خزاں کا دور دورہ ہے اور اس باغ میں بھی پھول کی جیب کھرے سونے سے خالی ہے۔

۴۔ وہ پنچھی جو پتوں کی تنہائی میں گایا کرتے تھے وہ تیرے سائے والے درخت کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

۵۔ کٹی ہوئی ٹہنی ہی سے عبرت کا سبق حاصل کر کیونکہ تو زمانے کے قاعدے سے قطعی نا واقف ہے۔

۶۔ قوم کا ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھو۔ درخت سے چمٹا رہ اور بہار کی امید رکھو

شبِ معراج

۱۔ اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات
۲۔ رہِ یک گام ہے ہمت کیلئے عرشِ بریں کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

۱۔ آسمان سے شام کے ستارے کی آواز آرہی ہے کہ آج وہ رات ہے جسے صبح بھی سجدہ کرتی ہے۔

۲۔ معراج کی رات مسلمانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ اگر ہمت ہو تو عرشِ بریں صرف ایک قدم کا راستہ ہے۔

پھول

۱۔ تجھے کیوں فکر ہے اے گل! دلِ صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے
۲۔ تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں!!
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے
۳۔ صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بگل بھی ہے
انہیں پابندیوں میں حاصل آزادی کو تو کر لے
۴۔ تنک بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت ہے
نہ رہ منت کشِ شبنم نگوں جام و سبو کر لے
۵۔ نہیں یہ شانِ خود داری، چمن سے توڑ کر تجھ کو!
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیبِ گلو کر لے
۶۔ چمن میں غنچۂ گل سے یہ کہہ کر اڑ گئی شبنم!
مذاقِ جورِ گلچیں ہو، تو پیدا رنگ و بو کر لے

۷۔ اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا!
جہانِ رنگ و بو سے پہلے قطعِ آمد و کر لے

۸۔ اسی میں دیکھ! مضمر ہے کمالِ زندگی تیرا
جو تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کر لے

۱۔ اے پھول! تجھے بلبل کے دلِ صد چاک کی فکر کیوں ہے پہلے تو اپنے لباس کے چاک تو رفو کر لے۔

۲۔ اگر دنیا میں عزت سے رہنے کی خواہش ہے تو کانٹوں میں گھر کر زندگی بسر کرنے کی عادت ڈال لے۔

۳۔ باغ میں صنوبر کا درخت اپنی بلندی کے لحاظ سے اگرچہ آزاد معلوم ہوتا ہے لیکن ایک جگہ رہنے کی وجہ سے اس کے پاؤں مٹی میں دھنسے ہوئے ہیں گویا وہ آزاد بھی ہے اور قید بھی تو بھی اسی طرح اپنی پابندیوں کے باوجود آزادی کو حاصل کر لے۔

۴۔ چھوٹی چھوٹی بخششوں کو بے نیازی سے اس طرح ٹھکرا دے کہ بخشش کرنے والا بھی شرمندہ ہو جائے۔ شبنم کا احسان نہ اٹھا اور اپنے پیالے اور صراحی کو اوندھا کر لے۔

۵۔ یہ تیری خودداری کی شان نہیں کہ تجھے باغ سے توڑ کر کوئی اپنی پگڑی میں سجا لے اور کوئی ہار میں گوندھ کر گلے میں پہن لے۔

۶۔ باغ میں شبنم کلی سے یہ کہہ کر اڑ گئی کہ اگر تجھے پھول توڑنے والے کے ظلم کا مزہ چکھنا ہے تو اپنے اندر رنگ اور خوشبو پیدا کر لے۔

۷۔ اگر تو چاہتی ہے کہ تو خزاں سے ہمیشہ ناواقف ہی رہے تو سب سے پہلے رنگ اور خوشبو سے اپنا رشتہ توڑ لے۔

۸۔ اے پھول دیکھ تیری زندگی کا کمال اسی میں چھپا ہوا ہے کہ کوئی آئینہ رو تجھے اپنی زندگی کی زینت بنا لے۔

میں اور تو

۱. نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تو قتیلِ شیوۂ آذری

۲. میں نوائے سوختہ در گلو، تو پریدہ رنگ، رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو، تو حدیثِ ماتمِ دلبری

۳. مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفسِ عدم
ترا دل حرم، گروِ عجم، ترا دیں خریدۂ کافری

۴. دمِ زندگی، رمِ زندگی، غمِ زندگی، سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر، سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

۵. تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

۶. کوئی ایسی طرزِ طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری

۷. گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی "ہری ہری"

۸. نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی، نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسد اللّٰہی، وہی مرحبی، وہی عنتری

۹. کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہو جنھیں دماغِ سکندری

---

۱. نہ مجھ میں حضرت موسیٰ کی سی شان ہے اور نہ تجھ میں حضرت ابراہیم کا سا کوئی خوبی ہے۔ میں سامری کے جادو پر فریفتہ ہوں اور تو آذر کے شیوہ کا پرستار ہے۔

۲. میرے لب کا نغمہ گلے ہی میں جل کر رہ گیا اور تیرا رنگ بھی اڑ چکا ہے۔

اور خوشبو بھی ختم ہو چکی ہے۔

۳۔ میری خوشی غم بن چکی ہے میرا شہد زہر میں تبدیل ہو چکا ہے اور میری زندگی زندگی عدم کی ہمدم ہو گئی ہے۔ تیرے دل کا کعبہ عجم کے پاس رہن ہے۔ تیرا دین کافروں سے خریدا ہوا ہے۔

۴۔ زندگی کا دم زندگی کو ختم کر رہا ہے۔ زندگی کا غم کھانا زندگی کے لئے زہر ہے تو زندگی جانے کا غم نہ کر اور غم کا زہر نہ کھا۔ قلندری کی یہی شان ہے۔

۵۔ اگر تیری مٹی میں کوئی چنگاری موجود ہے تو غریبی اور امیری کا خیال نہ کر کیونکہ دنیا میں حضرت علی مرتضیٰ کی طاقت کا دارومدار صرف جو کی روٹی پر ہے۔

۶۔ اے کعبے کے چراغ اپنے گرد گھومنے کا مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا کہ تیرا پتنگا پھر سمندر کی فطرت اختیار کر لے اور اسے کوئی آگ نہ جلا سکے۔

۷۔ کعبے والوں نے کعبے سے وفاداری کے رنگ میں جو ظلم کیا ہے اس کی شکایت اگر کسی بت خانے میں جا کر کروں تو بت بھی ہری ہری کہنے لگیں یعنی پناہ مانگنے لگیں۔

۸۔ نہ دنیا کا جنگی میدان نیا ہے نہ اس میں لڑنے والے نئے ہیں ایک طرف تو حضرت علی شیرِ خدا کے پیرو کار ہیں اور دوسری طرف مرحب وغیرہ کے مرید۔

۹۔ اے عرب اور عجم کے شہنشاہ مہربانی کر وہ بھکاری تیری مہربانی کے منتظر کھڑے ہیں جنہیں تو نے سکندر سا شاہانہ مزاج بخشا ہے۔

اسیری

۱۔ ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند	قطرۂ نیساں ہو زندانِ صدف سے ارجمند
۲۔ مشکِ اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے	مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

۳۔ ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر — کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

۴۔ شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
این سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

۱۔ اگر قید ہونے والے کی فطرت بلند ہو تو قید اس کی عزت کو بڑھانے کا سبب بن جاتی ہے۔ بارش کا قطرہ سیپی کی قید میں رہ کر ہی آبند حاصل کرتا ہے۔

۲۔ خالص مشک دیکھیے تو خون کا ایک قطرہ ہوتا ہے لیکن ہرن کی ناف میں بند ہو کر ہی خالص مشک بنتا ہے۔

۳۔ قدرت ہر کسی کی اس طرح نشو و نما نہیں کرتی۔ بہت تھوڑے ایسے پرندے ہیں جنھیں جال اور پنجرے سے واسطہ پڑتا ہے۔

۴۔ کوّے اور چیل کے پروں کو تو کوئی نہیں باندھتا اور نہ انھیں شکار کرتا ہے یہ سعادت حضرت شہباز اور شاہین ہی کو نصیب ہے۔

دریوزۂ خلافت

۱۔ اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے — تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی
۲۔ نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا! — خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
۳۔ خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے — مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

۴۔ مرا از شکستن چناں عار ناید!
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

۱۔ اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے تو جانے دے لیکن خدا کے حکموں سے بے وفائی نہ کر۔

۲۔ تو جو خلافت کے لئے بھیک مانگنے لگا ہے کیا تجھے تاریخ سے واقفیت نہیں ہے۔

۳۔ جسے وہ اپنے خون سے نہ خریدیں وہ بادشاہی مسلمانوں کے لئے شرم کی چیز ہے۔

۴۔ میرے لئے اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جانا اتنا باعثِ ننگ نہیں جتنا

دوسروں کے آگے مونھیائی کے لیئے ہاتھ پھیلانا۔

خضرِ راہ

شاعر

۱۔ ساحلِ دریا پہ میں اک رات تھا محوِ نظر
گوشۂ دل میں چھپائے اک جہانِ اضطراب

۲۔ شب سکوت افزا ہوا آسودہ دریا نرم سیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب

۳۔ جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شیر خوار
موجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب

۴۔ رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجمِ کم ضو گرفتارِ طلسمِ ماہتاب

۵۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانندِ سحر رنگِ شباب

۶۔ کہہ رہا ہے مجھ سے اے جویائے اسرارِ ازل
چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب

۷۔ دل میں یہ سنکر بپا ہنگامۂ محشر ہوا
میں شہیدِ جستجو تھا یوں سخن گستر ہوا

۸۔ اے تری چشمِ جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش

۹۔ کشتیِ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

۱۰۔ چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تو صحرا نورد

زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش

۱۰۔ زندگی کا راز کیا ہے، سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش

۱۲۔ ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجواں اقوام نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش

۱۳۔ گرچہ اسکندر رہا محروم آبِ زندگی
فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ نائے و نوش

۱۴۔ بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفےٰ!
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

۱۵۔ آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

جوابِ خضر

صحرا نوردی

۱۶۔ کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے
یہ تگاپوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل

۱۷۔ اے رہینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل

۱۸۔ ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل

۱۹۔ وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل

۴۰۔ وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیلؑ

۴۱۔ اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کاروان!
اہلِ ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل

۴۲۔ تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
اور آبادی میں تو زنجیریِ کشت و نخیل

۴۳۔ پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی

۱۔ ایک رات میں اپنے دل کے کونے میں پریشانیوں کی ایک دنیا چھپائے ہوئے کنارے پر دریا کا نظارہ کر رہا تھا۔

۲۔ رات خاموش تھی۔ ہوا ساکن تھی دریا دھیمے دھیمے بہہ رہا تھا اور اسے دیکھ کر حیرانی ہوتی تھی کہ دریا ہے یا پانی کی تصویر۔

۳۔ دریا کی گہرائیوں میں بے چین لہریں اس طرح سوئی ہوئی تھیں جیسے دودھ پینے والا بچہ پنگوڑے میں سوجاتا ہے۔

۴۔ رات کے جادو سے پرندے اپنے گھونسلوں میں قید تھے اور ستاروں کی روشنی چاندنی کے طلسم میں پھنس کر ماند پڑ چکی تھی۔

۵۔ ایسے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دنیا کی پہنائیوں میں گھومنے والے حضرت خضر ظاہر ہوئے جن کے بڑھاپے میں بھی جوانی کا رنگ نمایاں تھا

۶۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اے ازلی بھیدوں کی تلاش کرنے والے! اگر دل کی آنکھ کھلی ہو تو دنیا کی تقدیر سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔

۷۔ یہ سن کر میرے دل میں قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہو گیا میں جو کہ بھیدوں کی تلاش میں تھا حضرت سے یوں گویا ہوا۔

۸۔ آپ کو دنیا کی حقیقت سے واقف لگا ہیں تو ان طوفانوں کے بارے میں بھی سب کچھ جانتی ہیں جن کے ہنگامے ابھی دریا کی تہ میں چپ چاپ سو رہے ہیں۔

۹۔ مسکینوں کی کشتی میں دراڑ نکالنے بظاہر ایک بچے کو قتل کرنے اور دو یتیم بچوں کی دیوار مزدوری لئے بغیر بنا دینے کے واقعات ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کا علم بھی آپ کے سامنے حیرانی کا پیکر بن گیا تھا۔

۱۰۔ آپ آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں اور بیابانوں میں گھومتے رہتے ہیں آپ کی زندگی میں نہ آج ہے نہ کل۔ اس میں نہ آنے والی ہے نہ گزری ہوئی گھڑی۔

۱۱۔ یہ تو بتایئے کہ انسان کی زندگی کا بھید کیا ہے اور بادشاہی کیا چیز ہے اور سرمایہ اور محنت میں جو جھگڑا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔

۱۲۔ ایشیا کی عظمت کا پرانا لباس جا بجا تار تار ہو رہا ہے نئی نئی قومیں طاقت حاصل کر کے ساری دنیا پر چھا رہی ہیں اور ان کے نوجوان نئے اور اچھے اچھے لباس میں سجے ہوئے ہیں۔

۱۳۔ اگرچہ آپ کی پیروی کے باوجود سکندر آب حیات سے محروم رہا لیکن سکندری کی فطرت یعنی بادشاہی اپنے تنکے جی بھر کر بچا رہی ہے۔

۱۴۔ شریف حسین جیسے حضرت ہاشم کی اولاد ہونے کا دعوٰی ہے حضرت محمد کے پاکیزہ دین کی عزت بیچ رہا ہے حالانکہ اس عزت کی حفاظت ان کا فرض تھی لیکن ترک [illegible] نہ ہوتے ہوئے بھی طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر بھی اس کی حفاظت کر رہے ہیں اور خاک و خون میں مل رہے ہیں۔

۱۵۔ آگ بھڑک رہی ہے۔ ابراہیم کی اولاد سامنے کھڑی ہے۔ نمرود ظلم پر تلا بیٹھا ہے۔ اے خضر کیا کسی کے ایمان کی طاقت کو پھر ابھی آزمایا جا رہا ہے۔

۱۶۔ میرے جنگلوں میں گھومنے پر تجھے حیرانی کیوں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ لگاتار دوڑ دھوپ ہی تو زندہ رہنے کی نشانی ہے۔

۱۷۔ گھر کے کونے میں بیٹھے رہنے والے تو نے وہ نظارہ دیکھا ہے کہ شیر

جب قافلہ چلنے والا ہوتا ہے اور اس کی آواز سے بیاباں کی فضا گونج اٹھتی ہے۔

۱۸۔ کیا دلکش سماں ہوتا ہے جب یہ لوگ بے پروائی سے ٹیلوں پر چوکڑیاں بھرتے ہیں۔ کسی ساز و سامان کے بغیر جہاں موقع پاتے ہیں ٹھہر جاتے ہیں اور جب وہ سفر پر چلتے ہیں تو نہ ان کے راستے میں کوئی نشان ہوتا ہے اور نہ انھیں اپنی مسافت کا اندازہ ہوتا ہے کہ کتنے میل چلے اور کتنے میل اور چلنا ہے۔

۱۹۔ وہ صبح کو تیزی سے چلنے والے ستارے کا ظاہر ہونا جیسے آسمان کی چھت سے حضرت جبرئیل کی پیشانی نمودار ہو۔

۲۰۔ اور پھر وہ بیابان کی شام کا خاموش نظارہ جسے دیکھ کر گویا حضرت ابراہیم کی دنیا بھر کی حقیقتوں کو جانچنے والی آنکھ میں روشنی پیدا ہوئی تھی۔

۲۱۔ اور پھر پانی کے چشمے پر قافلے کے ٹھہرنے کا سماں جیسے جنت میں ایماندار لوگ سلسبیل کی نہر کے کنارے جمع ہو گئے ہوں۔

۲۲۔ محبت کا جنون ہر وقت نئے ویرانے کی تلاش میں رہتا ہے لیکن تو تو آبادیوں میں بیٹھا ہوا کھیتوں اور باغوں کا قیدی ہو کر رہ گیا ہے۔

۲۳۔ زندگی کا پیالہ لگاتار گردش میں رہ کر ہی پختہ ہوتا ہے۔ اے نادان زندگی کا ہمیشہ باقی رہنے کا یہی بھید ہے

زندگی

۱ برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

۲ تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

۳ اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

سرِ آدم ہے ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

۴. بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

۵. آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

۶. قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

۷. خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

۸. ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے

۹. پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

۱۰. زندگی کی قوتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے

۱۱. خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے

۱۲. سوئے گردوں نالۂ شبگیر کا بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنا رازداں پیدا کرے

۱۳. یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

۱۔ زندگی نفع اور نقصان کے اندیشے سے بے نیاز ہے۔ زندگی کبھی جان کی حفاظت کرنے اور کبھی جان قربان کر دینے میں ہے

۲۔ تو زندگی کو آج اور کل کے پیمانوں سے نہ ناپ۔ زندگی ہمیشہ قائم رہنے والی، لگاتار دوڑنے والی اور ہر وقت جوان رہنے والی ہے۔

۳۔ اگر تو اپنے آپ کو واقعی زندہ سمجھتا ہے تو اپنی دنیا آپ پیدا کر۔ زندگی حضرت آدم کا بھید اور کائنات کا ضمیر ہے۔

۴۔ زندگی غلامی میں گھٹتے گھٹتے بہت تھوڑے پانی والی ایک ندی بن کر رہ جاتی ہے لیکن آزادی میں یہ ایک ایسا سمندر بن جاتی ہے جس کے کناروں کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔

۵۔ زندگی اپنی تسخیر کی طاقت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ مٹی کے جسم میں چھپی ہوئی ہے۔

۶۔ تو زندگی کے سمندر سے بلبلے کی طرح ابھرا ہے۔ دنیا کے اس نقصان خانے میں زندگی تیرا امتحان ہے۔

۷۔ اگر تو خام ہے تو مٹی کا ایک ڈھیر اور اگر پختہ ہو جائے تو بے پناہ تلوار ہے جس میں سچائی کے لیے مرنے کی تڑپ ہو اسے اپنے خاکی جسم میں قربان ہونے والی جان پیدا کرنی چاہیئے۔

۹۔ اسے اس زمین اور آسمان کو پھونک کر راکھ کر دینا چاہیئے اور اس راکھ سے اپنی دنیا پیدا کرنی چاہیئے۔

۱۰۔ اسے زندگی کی چھپی ہوئی طاقت کو ظاہر کرنا چاہیئے تب جا کر یہ چنگاری ہمیشہ قائم رہنے والی روشنی پیدا کر سکتی ہے۔

۱۱۔ یہ مشرق کی سرزمین پر سورج کی طرح چمک سکتی ہے اور بیچارے بدخشاں میں پھر وہی انمول لعل پیدا کر سکتی ہے۔

۱۲۔ اسے اپنی رات کی فریاد کو اپنا ایلچی بنا کر آسمان کی طرف بھیجنا چاہیئے تا کہ رات کے تاروں میں اس کے راز دان پیدا ہو جائیں۔

۱۳۔ یہ قیامت کی گھڑی ہے اور تو قیامت کے میدان میں کھڑا ہے۔
اے غافل تیرے پاس اگر کوئی عمل کا سرمایہ ہے تو اسے پیش کر۔

سلطنت

۱۔ آبتاؤں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری

۲۔ خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

۳۔ جادوئے محمود کی تاثیر سے چشم ایاز!
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

۴۔ خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

۵۔ سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

۶۔ از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکن
تا تراشی خواجہ از برہمن کافر تری

۷۔ ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

۸۔ دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

۹۔ مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

۱۰۔ گرمیٔ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

۱۰۔ اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

۱۔ آتا کہ میں تجھے بتاؤں آیہ ان الملوک میں رمز کیا ہے یعنی جب کوئی قوم کسی دوسری قوم پر غالب آجاتی ہے تو کیا رنگ ڈھنگ اختیار کرتی ہے بس یہ جان لے کہ غلبہ حاصل کرنے والی قوموں کی حکمرانی صرف شعبدہ بازی ہے۔

۲۔ جب ذرا محکوموں کی آنکھیں کھلنے لگتی ہیں تو حکمران اپنے جادو سے انھیں پھر سلا دیتے ہیں۔

۳۔ اور محمود جیسے آقاؤں کے جادو کے اثر ہی سے ایاز جیسے غلاموں کی آنکھ غلامی کے طور کو بھی اپنی سجاوٹ کا سامان سمجھنے لگتی ہے۔

۴۔ آخر کبھی نہ کبھی محکوم کا لہو بھی جوش میں آجاتا ہے اور کوئی موسیٰ حاکم کے سامری طلسم کو توڑ ڈالتا ہے

۵۔ سچی بادشاہی صرف خدا ہی کو زیب دیتی ہے اصلی حکمران تو صرف وہی ہے باقی تو آذر کے تراشے ہوئے بت ہیں۔

۶۔ اپنی آزاد فطرت کو غلامی کی قید میں پھنسا کر ذلیل نہ کر اگر تو کسی کو آقا اور حاکم تسلیم کرے گا تو گویا بت تراشے گا اور سمجھ لے کہ اس وقت تو برہمن سے بھی بڑا کافر ہوگا۔

۷۔ یورپ کا جمہوری نظام وہی پرانا ساز ہے جس کے پردوں سے شہنشاہی کے ترانے ہی نکلتے ہیں۔

۸۔ تو جسے آزادی کی نیلم پری سمجھ رہا ہے وہ دراصل ایک ظالم دیو ہے جو جمہوریت کے لباس میں ناچ رہا ہے

۹۔ اس نظام نے اگرچہ قانون ساز مجلس بنا دیں اور ایسی چیزیں جاری

گر دیں جنہیں اصلاحات یا رعایات یا حقوق کا نام دیا جاتا ہے۔ یورپ کے طب کی یہ دوائیں بہت خوش ذائقہ ہیں لیکن درحقیقت کھانے والوں پر غفلت کی نیند طاری کرنے والی گولیاں ہیں۔

۱۰۔ ان قانون ساز مجلسوں میں ایسی ایسی گرما گرم تقریریں کی جاتی ہیں کہ خدا کی پناہ لیکن دراصل عوام کو فریب دینے کے لیے یہ سب سرمایہ داروں کے ہتھکنڈے ہیں۔

۱۱۔ جسے تو باغ سمجھ رہا ہے وہ محض رنگ اور خوشبو کا ایک دھوکا ہے افسوس اے غافل تو پنجرے کو اپنا گھونسلہ قرار دے رہا ہے۔

سرمایہ و محنت

۱۔ بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیامِ کائنات

۲۔ اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

۳۔ دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

۴۔ ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات

۵۔ نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات

۶۔ کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سکر کی لذت میں تو لٹوا گیا نقدِ حیات

۷۔ مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

۸۔ اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

۹۔ ہمت عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

۱۰۔ نغمۂ بیداریِ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خواب آور اسکندر و جم کب تلک

۱۱۔ آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسمان! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

۱۲۔ توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام
دوریِ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک

۱۳۔ کرمکِ ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو!

۱۔ مزدور کو میرا یہ پیغام سنا دے کہ یہ خضر کا پیغام نہیں بلکہ کائنات کے دل کی آواز ہے۔

۲۔ اے مزدور تجھے مکار سرمایہ دار کھا گیا اور صدیوں تک تجھ کو تیری محنت کا صلہ نہ ملا۔

۳۔ سرمایہ داروں کی دولت پیدا کرنے والے ہاتھ کو اس کی مزدوری اس طرح ملتی رہی جیسے دولت مند غریبوں کو زکات دیتے ہیں۔

۴۔ کوہِ المنوط کے جادوگر نے تجھ کو بھنگ کی پتی پلا دی ہے اور اے نادان تو نے اسے مصری کی ڈلی سمجھا۔

۵۔ سرمایہ دار آقاؤں نے مزدوروں کو مدہوش رکھنے کے لیے نسل۔ قومیت۔ گرجا۔ سلطنت۔ تہذیب اور رنگ جیسی عجیب و غریب چیزیں بنائیں۔

۶۔ آہ اے غافل تو ان خیالی دیوتاؤں کے لیے لڑ لڑ کر اپنی جان گنواتا رہا اور ان کے نشے میں مدہوش ہو کر تو نے اپنی زندگی کی پونجی لٹا دی۔

۷۔ سرمایہ دار اپنی مکر کی چالوں سے بات جیت گیا اور بیچارہ مزدور اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے مات کھا گیا۔

۸۔ لیکن اے مزدور اب دنیا کی محفل کا رنگ بدل چکا ہے اس لئے اب تو غفلت کی نیند سے جاگ اب مشرق اور مغرب میں تیرا دور شروع ہونے والا ہے۔

۹۔ بلند ہمتی تو کسی کے دئے ہوئے دریا کو بھی قبول نہیں کرتی اس لئے اے بے سمجھ تو کلی کی طرح اپنے دامن میں شبنم کے چند قطروں کے لئے کب تک قناعت کئے بیٹھا رہے گا۔

۱۰۔ جمہور کی بیداری کے ترانے ہی حقیقی عیش کا سامان ہیں سکندر اور جمشید جیسے بادشاہوں کے خواب اور قصے ہیں۔

۱۱۔ آسمان کے پیٹ سے نیا سورج پیدا ہو گیا۔ اے آسمان اب ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کرنے سے کیا فائدہ۔

۱۲۔ انسانی فطرت نے تمام زنجیریں توڑ ڈالی ہیں۔ آخر آدم کی آنکھ جنت

کی جدائی میں کب تک آنسو بہاتی۔

۱۳۔ چارہ گر باغبان سے بہار یہ کہتی ہے کہ پھول کے زخموں کے لئے تیرے مرہم کی ضرورت نہیں اس کا علاج میں خود کر لوں گی۔

۱۴۔ اے بھولے بھالے مزدور تو بھی سرمایہ داری کے ارد گرد چکر لگانا چھوڑ اور اپنی فطرت کے جلووں سے فائدہ اٹھا۔

دُنیائے اِسلام

۱۔ کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں — مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

۲۔ لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل — خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

۳۔ ہو گئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ — جو سراپا ناز تھے ہیں آج مجبورِ نیاز

۴۔ لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس — وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

۵۔ حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی — ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

۶۔ ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو — مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

۷

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند

می ندانی اول آں بنیاد را ویراں کنند

۸۔ ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں — حق ترا چشمے عطا کر دست غافل در نگر

۹۔ مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست — مور بے پر حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

۱۰۔ ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات — ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

۱۱۔ پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو — ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر

۱۲۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے — نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

۱۳۔ جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا — ترک خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

۱۴۔ نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی — اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر

۱۵۔ تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

۱۶
اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

۱۷۔ عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

۱۸۔ تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

۱۹۔ عامِ حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

۲۰۔ اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ

۲۱۔ کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

۲۲۔ آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رسوائیِ تدبیر دیکھ

۲۳۔ مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر لا یخلف المیعاد دار

۱۔ تو مجھے ترکوں اور عربوں کی کہانی کیا سناتا ہے۔ مجھ سے مسلمانوں کا سوز و ساز چھپا ہوا تو نہیں۔

۲۔ عیسائی قومیں اسلامی میراث چھین کر لے گئیں اور حجاز کی مٹی سے گرجا کی بنیاد کے لئے اینٹیں بننے لگیں۔

۳۔ سرخ ٹوپی والے دنیا بھر میں بدنام ہو گئے۔ ان کے آگے پہلے دوسرے لوگ جھکا کرتے تھے اور اب وہ خود دوسروں کے سامنے جھکنے کے لئے مجبور ہیں۔

۴۔ ایران یورپ کے شراب بیچنے والوں سے وہ تیز شراب لے رہا ہے جس کی گرمی صراحی کو پگھلا سکتی ہے۔

۵۔ جیسے قینچی سونے کے پترے کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے ایسے ہی یورپ کی چالوں نے ملتِ اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔

۶۔ مسلمان کا خون پانی کی طرح سستا ہو گیا تو اس لئے بے تاب ہے کہ تیرا دل اصل بھید سے واقف نہیں۔

٧۔ رجیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں کہ جب پُرانے مقام پھر نئے سرے سے آباد کرنا چاہتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ سب سے پہلے اس کی بنیاد اُکھاڑتے ہیں۔

٨۔ ملک چھن گیا اور دولت کی آنکھیں کھل گئیں اے نادان خدا نے تجھے آنکھیں بخشی ہیں غور سے دیکھ۔

٩۔ بھیک مانگ کر مومیائی حاصل کرنے سے تو کہیں اچھا ہے کہ آدمی اپنے دردوں کا ٹوٹے رہنا برداشت کر لے یعنی اگرچہ بے پر چیونٹی ہے پھر بھی کسی سلیمان کے سامنے اپنی غرض لے کر نہ جا۔

١٠۔ مشرق کی نجات ملتِ اسلامیہ کے باہمی اتحاد پر موقوف ہے لیکن ایشیا والے یہ نکتہ ابھی تک نہیں جانتے۔

١١۔ اے مسلمان پھر سیاست کو چھوڑ کر دین کے قلعے میں داخل ہو۔ سلطنت اور دولت تو صرف کعبے کی حفاظت کا ثمر ہے۔

١٢۔ نیل کے دریا کے کنارے سے کاشغر تک حرم کی نگہبانی اور حفاظت کے لیئے مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہیئے۔

١٣۔ وہ شاہی خیموں میں رہنے والا ترک ہو یا اونچے گھرانے کا عرب جو بھی رنگ اور نسل کے امتیاز میں الجھے گا تباہ ہو جائے گا۔

١٤۔ اگر مسلمان نے نسل کو مذہب پر ترجیح دی تو راستے کے غبار کی طرح وہ دنیا سے ہوا ہو جائے گا۔

١٥۔ اپنے بزرگوں کا سا دل اور جگر کہیں سے ڈھونڈ کر لا تاکہ اسلامی خلافت کی بنیاد دنیا میں پھر استوار ہو سکے۔

١٦۔ اسے تو تو چھپا ہوا ہے اور ظاہری باتوں میں بھی فرق نہیں کر سکتا۔ تو تو بس ابوبکر اور علی کے متعلق جھگڑوں ہی میں گرفتار ہے۔

١٧۔ عشق کے لیئے فریاد ضروری تھی سو وہ کر چکا اب خدا نے مقام کر اس فریاد کی تاثیر دیکھ۔

۱۸۔ تو دریا کی رفتار کی شان کا عروج تو دیکھ چکا اب ذرا یہ بھی دیکھ کہ بے چین موج کس طرح اس کے پاؤں میں زنجیر بنتی ہے۔

۱۹۔ اسلام نے عوامی آزادی کا جو خواب دیکھا تھا اے مسلمان تو آج اس خواب کی تعبیر بھی دیکھ۔

۲۰۔ سمندر جل کر خاک ہوتا ہے اور یہی خاک پھر اس کی نئی زندگی کا سامان بن جاتی ہے ایسے ہی یہ بوڑھی دنیا مر کر دوبارہ زندہ ہو رہی ہے۔

۲۱۔ اپنی آنکھیں اچھی طرح کھول کر میرے کلام کے آئینے میں آنے والے دور کی دھندلی سی تصویر دیکھ۔

۲۲۔ آسمان کے پاس ایک اور آزمایا ہوا فتنہ موجود ہے وہ [illegible] ہوگا اور اس کی روک تھام کی ہر تدبیر ناکام ہو جائے گی۔

۲۳۔ تو مسلمان ہے اپنے سینے کو آرزو سے آباد رکھ اور ہر وقت یہ آیت نظر کے سامنے رکھ کہ خدا کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔

طلوع اسلام

۱۔ دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی

۲۔ عروق مردۂ مشرق میں خون زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

۳۔ مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

۴۔ عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی

۵۔ اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل
نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی

۶۔ تڑپ صحن چمن میں آشیاں میں شاخساروں میں
جدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیر سیمابی

۷۔ وہ چشم پاک بیں کیوں زینت برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مرد غازی کی جگر تابی

۸۔ ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے

۹۔ سرشکِ چشمِ مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا — خلیل اللہؑ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا

۱۰۔ کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے — یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

۱۱۔ ربود آں ترکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را — صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہمسفر پیدا

۱۲۔ اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے — کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

۱۳۔ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۱۴۔ نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے — کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

۱۵۔ ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

۱۶۔ خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے — یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

۱۷۔ پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی — ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

۱۸۔ مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا — خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے

۱۹۔ تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی — جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

۲۰۔ یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا — کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

۲۱۔ سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا!

۲۲۔ یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی — اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

۲۳۔ بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

۲۴۔ میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک — ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

۲۵۔ گماں آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا — بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی

۲۶۔ مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے — وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ فقرِ بوذرؓ صدقِ سلمانیؓ

۲۷۔ ہوئے احرارِ ملت جادہ پیما کس تجمل سے — تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی

۲۸۔ ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دُنیا میں — کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

۲۹۔ جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا

تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

۳۰۔ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

۳۱۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۳۲۔ ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

۳۳۔ براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

۳۴۔ تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

۳۵۔ حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں

۳۶۔ یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

۳۷۔ چہ باید مرد را طبعِ بلندے مشربِ نابے
دلِ گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بیتابے

۳۸۔ عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

۳۹۔ ہوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کر گہر نکلے

۴۰۔ غبارِ رہگذر ہیں کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے

۴۱۔ ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

۴۲۔ حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

۴۳۔ زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر پائندہ تر تابندہ تر نکلے

۴۴۔ جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

۴۵۔ یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

۴۶۔ تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا

۴۷۔ ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

۴۸۔ یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

۴۹۔ غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

۵۰۔ خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِّ زندگانی ہے — نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

۵۱۔ مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر — شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

۵۲۔ گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے — گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

۵۳۔ ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

۵۴۔ ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے — قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

۵۵۔ نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی — یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

۵۶۔ وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندانِ مغرب کو — ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغِ کارزاری ہے

۵۷۔ تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا — جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

۵۸۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

۵۹۔ خروش آموزِ بلبل ہو گرہ غنچے کی وا کر دے — کہ تو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے

۶۰۔ بیا پیدا خریدار است جانِ ناتوانے را
پس از مدت گذار افتاد برما کاروانے را

۶۱۔ بیا ساقی نوائے مرغِ زار از شاخسار آمد — بہار آمد نگار آمد نگار آمد قرار آمد

۶۲۔ کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا — صدائے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد

۶۳۔ سرت گردم توہم قانونِ پیشیں ساز دہ ساقی — کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد

۶۴۔ کنار از زاہداں برگیر و بیباکانہ ساغر کش — پس از مدت ازیں شاخِ کہن بانگِ ہزار آمد

۶۵۔ بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور — تصرف ہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد

۶۶۔ دگر شاخِ خلیل از خونِ ما نمناک می گردد — ببازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد

۶۷۔ سرِ خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم — کہ خونش با نہالِ ملتِ ما سازگار آمد

۶۸۔ بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم — فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم

۱۔ ستاروں کی چمک کا کم ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ صبح ہونے والی ہے
افق سے سورج نکل آیا اور مسلمانوں کے سونے کا زمانہ لد گیا۔

۲۔ مشرق کی سرزمین یعنی ایشیا کی مردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑنے لگا۔
۔ وہ بھید ہے جسے بوعلی سینا اور بونصیر فارابی جیسے فلسفی نہیں سمجھ سکتے۔

۳۔ یورپ نے اسلامی ممالک کی تسخیر کا جو طوفان اٹھایا تھا اس نے مسلمانوں میں اپنی حفاظت کا جذبہ اور ولولہ پیدا کر دیا۔ سمندر میں طوفان آنے ہی سے موتیوں میں چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ مومن کو پھر خدا کی بارگاہ سے ترکوں کی سی شان۔ ہندیوں کی سی دانائی اور عربی کی سی فصاحت و بلاغت عطا ہونے والی ہے۔

۵۔ اے بلبل! اگر تیری کلیوں میں اب تک نیند کا اثر باقی ہے تو اپنے نغموں کی لَے اور تیز کر دے تاکہ انھیں سُننے کا شوق کم نہ ہونے پائے۔

۶۔ اے بلبل تو باغ کے صحن میں ہو یا گھونسلے میں یا درختوں کی شاخوں پر جہاں کہیں بھی ہو تڑپتی رہ۔ تو پارہ ہے اور پارے کی فطرت ہی یہی ہے کہ وہ ہر وقت تڑپتا رہے۔

۷۔ جب پاک آنکھ کو مردِ غازی کی نظر آتی ہے اسے گھوڑوں پر پڑی ہوئی پاکھروں کا زیب و زینت دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۸۔ اے بلبل تو لالے کے ضمیر میں آرزو کا چراغ جلا دے اور باغ کے ذرّے ذرّے کو جستجو کا شیدائی بنا دے۔

۹۔ مسلمان کے آنسوؤں میں بہار کے بادل کی کیفیت نمایاں ہے ان کے برسنے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے سمندر میں پھر موتی پیدا ہوں گے۔

۱۰۔ ملتِ اسلامیہ کی کتاب کا شیرازہ نئے سرے سے باندھا جا رہا ہے اور اس ہاشمی شاخ میں پھر برگ و بار پیدا ہونے والے ہیں۔

۱۱۔ وہ شیرازی ترک تبریز اور کابل کا دل چھین کر لے گیا۔ صبا باغ سے نکلتی ہے تو پھولوں کی خوشبو کو سفر میں اپنا ساتھی بنا لیتی ہے۔

۱۲۔ اگر ترکوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے تو غم کیا کیونکہ لاکھوں ستارو

کا خون ہو جائے جبھی تو صبح پھوٹتی ہے۔

۱۳۔ نرگس ہزاروں سال روتی رہتی ہے کہ اسکی آنکھیں بے نور ہیں۔ باغ میں دیدہ ور بیصیرت بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۴۔ اے بلبل تو گانے جا اور اپنے نغموں سے کبوتر کے نازک جسم میں بھی شاہین کا جگر پیدا کر دے۔

۱۵۔ تیرے سینے میں زندگی کا جو بھید چھپا ہوا ہے وہ ظاہر کر دے اور مسلمانوں کو زندگی کے سوز و ساز کی کہانی سنادے۔

۱۶۔ اے مسلمان تو خدائے لازوال کی قدرت کا ہاتھ اور زبان ہے لے غافل دل میں پختہ یقین پیدا کر کیونکہ تجھے گمان نے مغلوب کر رکھا ہے۔

۱۷۔ مسلمان کی منزل مقصود اس نیلے آسمان سے بہت آگے ہے تو وہ کارواں ہے کہ ستارے جس کے رستے کا غبار ہیں۔

۱۸۔ دنیا فنا ہونے والی ہے اور اس دنیا میں رہنے والے چند دنوں کے مہمان ہیں لیکن تو خدا کا آخری کا پیغام ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

۱۹۔ تو زندگی میں ترقی کی طاقتوں کا امانت دار ہے اور اس دنیا کے ہر چھپے ہوئے جوہر کے امتحان کی کسوٹی تو ہے۔

۲۰۔ ملت اسلامیہ کی تاریخ سے یہ نکتہ ظاہر ہے کہ ایشیا کی سرزمین میں بسنے والی تمام قوموں کی حفاظت کرنے والا تو ہے۔

۲۱۔ تو مسلمان تو پھر سچائی۔ انصاف اور بہادری کا سبق پڑھ کیونکہ دنیا کی قوموں کو پھر تجھ سے امام کی ضرورت ہے۔

۲۲۔ فطرت کا مقصد اور اسلامی روح کا پیغام یہ ہے کہ بھائی چارے کے رشتے دنیا میں عام ہو جائیں اور جا بجا محبت ہی محبت نظر آئے۔

۲۳۔ رنگ اور خون کے بتوں کو صرف ملت اسلامیہ میں اپنے آپ کو مدغم کر دے کیونکہ دنیا میں نہ ایرانی نہ تورانی اور نہ افغانی باقی رہے۔

۲۴۔ شاخوں کے اندر باغ کے پرندوں کی رفاقت آخر کب تک الگ تیرے پروں کو قہستانی شاہین کے پروں کی طاقت ضرور ہے۔

۲۵۔ اس وہم و گمان سے بھری ہوئی دنیا میں مسلمان کا یقین و ایمان بیابان کی اندھیری رات میں درویش کے چراغ کی طرح ہے۔

۲۶۔ قیصر اور کسریٰ جیسے شہنشاہوں کے استبداد کو جس نے مٹایا وہ علی مرتضیٰ کی طاقت تھی۔ ابوذر غفاری کا فقر اور سلمان فارسی کا صدق ہی تو تھا۔

۲۷۔ کس شان سے ملت کے احرار نکلے ہیں۔ سینکڑوں سال سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگ دروازے کے شگاف سے انہیں دیکھ رہے ہیں۔

۲۸۔ دنیا میں زندگی کا قیام صرف مضبوط اور پختہ ایمان سے ہوتا ہے اسی وجہ سے ترک جرمنوں کے مقابلے میں زیادہ پائدار ثابت ہوئے ہیں۔

۲۹۔ جب محبت کے ذریعے انسان میں یقین پیدا ہو جاتا ہے تو یہ حضرت جبریل کے سے بال و پر پیدا کر لیتا ہے۔

۳۰۔ غلامی میں کوئی تلوار یا تدبیر کام نہیں آتی لیکن اگر ایمان کی طاقت یعنی ذوق یقین ہو تو غلامی کی زنجیریں کٹ جاتی ہیں۔

۳۱۔ مومن کے بازوؤں کی طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے اس کی تو ایک نگاہ سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔

۳۲۔ ولایت کا رتبہ حاصل کرنے، حکمرانی کرنے اور چیزوں کا علم حاصل کرنے کی خواہش صرف ایمان کے ایک نکتے کی شرحیں ہیں۔

۳۳۔ لیکن حضرت ابراہیم جیسی نظر مشکل سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں اپنی تصویریں بنا لیتی ہے جنکی بعد میں پوجا ہونے لگتی ہے۔

۳۴۔ غلام اور آقا کا امتیاز انسانوں کے درمیان فتنے پیدا کرنے کا باعث ہے اے بااختیار لوگو اس امتیاز سے بچو اور ڈرو کیونکہ فطرت کی سزائیں بڑی سخت ہیں۔

۳۵- کوئی وجود خاکی ہو یا نوری اس کی اصل ایک ہے اگر ذرّے کا بھی دل چیریں تو اس میں سے سورج کا خون ٹپکے گا۔

۳۶- اپنے خدا اور اپنے مقاصد پر پکا یقین۔ لگاتار کوشش اور ایسی محبت زمانے بھر کو فتح کرلے زندگی کے جہاد میں یہی تو جواں مردوں کی تلواریں ہیں۔

۳۷- مردِ حق اگر ضرورت مند ہے تو بلند طبیعت کا ایسے خود طریقوں کا جو یا کہ صاف ہوں۔ خلقِ خدا سے محبت کی گرمی سے معمور دل کا پاکیزہ نگاہ کا اور سچائی پھیلانے کے لئے بے چین جان کا۔

۳۸- وفا بی شان سے حملہ آور ہونے والے جرمن آخرکار اپنے بال و پر نچوا بیٹھے اور سرزمینِ شام کے ستارے یعنی ترک اپنے خون میں ڈوب کر پھر ابھر آئے۔

۳۹- وہ جرمن جن کی آبدوزیں سمندر کے نیچے دوڑتی پھرتی تھیں سمندر ہی میں دفن ہو گئے اور ترک جو لہیروں کے طمانچے کھاتے رہے بالآخر موتی بن کر نکلے۔

۴۰- جس قوم کو سائنس کے علوم میں کمال حاصل تھا وہ رستے کا غبار بن کر رہ گئی اور جس قوم کے ماتھے خدا کے آستانے پر سجدہ ریز تھے اکسیر بنانیوالی ثابت ہوئی۔

۴۱- آہستہ چلنے والا ہمارا قاصد ہمارے لئے زندگی کا پیام لایا اور جو قومیں بجلیوں کے ذریعے سے خبریں حاصل کرتی تھیں حقیقت سے بے خبر ثابت ہوئیں۔

۴۲- کعبے کے محافظوں کی تنگ نظری کی وجہ سے کعبہ رسوا ہو گیا لیکن ترک نوجوان کتنے صاحب نظر اور دیدہ ور نکلے۔

۴۳- آسمان پر اُڑنے والے نوری زمین سے یہ کہتے تھے کہ یہ خاکی بندے ترک ہم سے بھی زیادہ زندہ پائدار اور تابناک نکلے۔

۴۴- ایمان والے لوگ دنیا میں سورج کی طرح زندگی گزارتے ہیں کہ پرانی دنیا میں ڈوبے تو نئی دنیا اور نئی دنیا میں ڈوبے تو پرانی دنیا میں جا نکلے۔

۴۵- افراد کا پختہ یقین ہی ملت کی تعمیر کا سرمایہ ہے اور اس کی طاقت سے ملت کی تقدیر سنورتی ہے۔

۴۷۔ اے مسلمان تو کائنات کا بھید ہے اپنی آنکھوں پر ظاہر ہو جا۔ خودی کا راز داں ہو اور خدا کا ترجمان بن۔

۴۸۔ حرص نے انسان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہے تو انھیں برادری کا پیغام دے اور محبت کی زبان بن کر انھیں آپس میں جوڑ دے۔

۴۸۔ مسلمانوں میں کوئی ہندیوں کوئی خراسانیوں کوئی افغانیوں اور کوئی تورانیوں کا گروہ ہے لیکن تو سمندر ہے اچھل اور ان گروہوں کو توڑ تاڑ کر ایسی وسعت اختیار کر لے کہ کسی کو تیرے کناروں کا پتہ نہ چل سکے۔

۴۹۔ تیرے بال اور پر رنگ اور نسل کے غبار سے اٹے ہوئے ہیں ارے تو تو کعبے کا پرندہ ہے اڑنے سے پہلے اپنے پروں کو جھاڑ لے اور اس غبار کو دور کر دے۔

۵۰۔ اپنے آپ کو خودی میں گم کر دے اے غافل زندگی کا بھید یہی ہے اس طرح تو صبح شام کے چکر سے نکل کر لازوال ہو جائے گا۔

۵۱۔ اے مسلمان جنگ کے میدان میں تو اپنے اندر فولاد کی سی خصلت پیدا کر لیکن محبت کی آرام گاہ میں حریر اور ریشم کی طرح نرم ہو جا۔

۵۲۔ پہاڑوں اور بیابانوں میں تو تند و تیز سیلاب کی طرح گزر جا لیکن اگر باغ سامنے آئے تو گنگناتی ہوئی ندی بن جا۔

۵۳۔ تیرے علم اور محبت کی کوئی حد نہیں ہے فطرت کے ساز میں تجھ سے بہتر کوئی نغمہ نہیں ہے۔

۵۴۔ آدمی ابھی تک بادشاہت کا شکار ہے کیا قیامت ہے کہ انسان ہی انسانوں کا شکار کر رہا ہے۔

۵۵۔ اگرچہ موجودہ زمانے کی تہذیب کی روشنی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی ہے لیکن اس کے سب نگ جھوٹے ہیں جنھیں کاریگری سے جوڑ کر ایک خوبصورت چیز بنائی گئی۔

۵۶۔ جس دانائی پر یورپ کے عقل کے عقلمندوں کو غرور تھا وہ اب حرص و ہوس کے خونیں پنجے میں ایک جنگ کی تولد ہے۔

۵۷۔ جس تمدن کی بنیاد سرمایہ داری پر رکھی گئی ہو وہ عقل کی جادوگری سے مضبوط نہیں رہ سکتا۔

۵۸۔ انسانی زندگی اپنے عمل ہی کی وجہ سے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی ورنہ حقیقت میں انسان زندگی ہے نہ ناری۔

۵۹۔ بلبل کو نغمہ سرائی سکھا اور کلی کی گرہ کھول کیونکہ اے مسلمان تو اس طرح کے لیے بہار کے موسم کی ہوا ہے۔

۶۰۔ ایشیا کے دل سے پھر محبت کی چنگاری اٹھی۔ زمین کے طول و عرض میں طلسمی قبا میں پہنے ہوئے ترکی جوان اپنے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

۶۱۔ آگ کمرہ و جان کا خریدار پیدا ہو گیا ہے اور ایک مدت کے بعد حافظ ہمارے پاس آگیا ہے۔

۶۲۔ اے ساقی آشیانوں سے پرندوں کے گانے کی آوازیں آنے لگی ہیں بہار آگئی محبوب آگیا اور اس کی وجہ سے دل کو چین بھی نصیب ہو گیا۔

۶۳۔ بہار کے بادل نے اپنا خیمہ وادی اور صحرا میں گاڑ دیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے آبشاروں کی آوازیں آنے لگیں۔

۶۴۔ تیرے قربان ساقی تو بھی اپنی بخشش کا پرانا دستور نئے سرے سے تازہ کر کیونکہ نغمے گانے والوں کے گروہ قطار در قطار میں چلے آرہے ہیں۔

۶۵۔ زاہدوں سے الگ ہو کر بے دھڑک پی ایک مدت کے بعد تو اس پرانی شاخ سے بلبل کے ترانے کی آواز آئی ہے۔

۶۶۔ بعد و حسین کے آقا حضرت رسول کا ذکر پاک حضور کے مشتاقوں کو سنا۔ حضور نے پوشیدہ جو تصرف فرمائے وہ میری آنکھوں پر آشکار ہیں۔

۶۷۔ حضرت ابراہیم کی شاخ ہمارے خون کی آبیاری سے پھر ہری بھری ہوگئی ہے۔ محبت کے باغ میں ہماری جنس بالکل کھری نکلی۔

۶۸۔ شہید کی قبر پر میں لا کے پھول چڑھا رہا ہوں کیونکہ یہ خون ملت کے لئے بہت سازگار ہے۔

۶۹۔ آؤ تاکہ پھول برسائیں اور شراب پیالے میں ڈالیں آسمان کی چھت میں شگاف کریں اور ایک نئے دور کی بنیاد رکھیں۔

غزلیات

١۔ اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

٢۔ یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دور وصالِ بحر ابھی تو دریا میں گھبرا بھی گئی

٣۔ عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجابِ محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی غیرت بھی گئی لیلا بھی گئی

٤۔ کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیٔ فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی

٥۔ نکلی تو لبِ اقبال سے ہے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

٦۔ یہ سرودِ قمری و بلبل فریبِ گوش ہے
باطنِ ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے

٧۔ تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے ساری انجمن بے ہوش ہے

٨۔ دہر کے غم خانے میں تیرا پتہ ملتا نہیں
جرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے

٩۔ آہ! دنیا سمجھتی ہے جسے وہ دل نہیں
پہلوئے انساں میں اک ہنگامۂ خاموش ہے

١٠۔ زندگی کی رہ میں چل لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مینا خانہ بار دوش ہے

١١۔ جس کے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہوئے
آہ! اے اقبال وہ بلبل بھی اب خاموش ہے

١٢۔ نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

١٣۔ پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

١٤۔ بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

١٥۔ عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

۱۶۔ شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زناریِ بت خانۂ ایام ابھی

۱۷۔ عذرِ پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

۱۸۔ سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات
تری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی

۱۹۔ ابرِ نیساں یہ تنک بخشیِ شبنم کب تک
مرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

۲۰۔ بادہ گردانِ عجم وہ، عربی میری شراب
مرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی

۲۱۔ خبر اقبال کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
نو گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

۲۲۔ پردہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر
چشمِ مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر

۲۳۔ تو جو بجلی ہے تو یہ چشمکِ پنہاں کب تک
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر

۲۴۔ نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

۲۵۔ کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر

۲۶۔ ہو تری خاک کے ہر ذرے سے تعمیرِ حرم
دل کو بیگانۂ اندازِ کلیسائی کر

۲۷۔ اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا
ناز بھی کر تو باندازۂ رعنائی کر

۲۸۔ پہلے خوددار تو مانندِ سکندر ہو لے
پھر جہاں میں ہوسِ شوکتِ دارائی کر

۲۹۔ مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلیٰ اقبال
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

۳۰۔ پھر بادِ بہار آئی، اقبال غزل خواں ہو
غنچہ ہے اگر گل ہو، گل ہے تو گلستاں ہو

۳۱۔ تو خاک کی مٹھی ہے، اجزا کی حرارت سے
برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو

۳۲۔ تو جنسِ محبت ہے، قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں سوداگر، اس دیس میں ارزاں ہو

۳۳۔ کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لے تیری
تو نغمۂ رنگیں ہے، ہر گوش پہ عریاں ہو

۳۴۔ اے رہروِ فرزانہ! رستے میں اگر تیرے
گلشن ہے تو شبنم ہو، صحرا ہے تو طوفاں ہو

۳۵۔ ساماں کی محبت میں مضمر ہے تن آسانی!
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

۳۶۔ کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری اک جبینِ نیاز میں

۳۷۔ طربِ آشنائے خروش ہو تو نوا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرور کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

۳۸۔ تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

۳۹۔ دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

۴۰۔ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

۴۱۔ نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

۴۲۔ جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

۴۳۔ یہ دام کبھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی نوائے زیرِ لبی رہی

۴۴۔ ترا جلوہ کچھ بھی تسلیِ دلِ ناصبور نہ کر سکا
وہی گریۂ سحری رہا وہی آہِ نیم شبی رہی

۴۵۔ نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیبِ دیر و حرم رہے
نہ رہی کہیں اسد اللہی، نہ کہیں ابولہبی رہی

۴۶۔ مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

۴۷۔ گرچہ تو زندانئ اسباب ہے — قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ
۴۸۔ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں — عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
۴۹۔ اے مسلماں ہر گھڑی پیشِ نظر — آیۂ "لا یُخلِفُ المیعاد" رکھ
۵۰۔ یہ "لسان العصر" کا پیغام ہے
"اِنَّ وَعدَ اللہِ حَقٌّ" یاد رکھ

۱۔ اے بادِ صبا! مدینے میں سرکارِ دو عالم سے عرض کرنا کہ دین کے علاوہ حکومت بھی اب آپ کی اُمّت کے ہاتھ سے جاتی رہی ہے۔

۲۔ ساحل نے جب موج کو یہ پیغام دیا کہ سمندر کا ملاپ تو ابھی دور ہے تو دریا ہی میں گھبرا گئی۔

۳۔ اے مجنوں محبت کی عزت محمل کے پردے ہی سے ہے اور اگر یہ محمل نہ رہا تو عزّت غیرت اور محمل سبھی کچھ جاتا رہے گا۔

۴۔ جب قطرے نے دوڑ دھوپ چھوڑی تو اسے موتی بننے کی سعادت نصیب ہوئی جس کی وجہ سے طبیعت کی پریشانی اور سمندر کی کھینچا تانی سے یہ دونوں جاتی رہیں۔

۵۔ اگرچہ اقبال کے ہونٹوں سے نکلی ہے لیکن نہ جانے یہ کس کی آواز ہے کیونکہ یہ سکون کا پیغام بھی دے گئی اور اہلِ محفل کے دلوں کو تڑپا بھی گئی۔

۶۔ قمری اور بلبل کے یہ نغمے محض کان کو دھوکا دینے والے ہیں دنیا کا یہ باغ بظاہر ہنگاموں سے آباد ہے لیکن اس کا باطن خاموش ہے۔

۷۔ یورپ کی شراب پینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ساقی تو ہنس رہا ہے اور پینے والوں کی پوری محفل بے ہوش پڑی ہے۔

۸۔ اے خدا! یہ دنیا ایک غم خانہ ہے اس میں تو خود کہیں دکھائی نہیں دیتا کیا دنیا کو پیدا کرنا بھی کوئی جرم تھا جو تو اس طرح روپوش ہو گیا۔

۹۔ افسوس یہ دنیا جسے دل سمجھتی ہے وہ دل نہیں بلکہ ایک خاموش ہنگامہ ہے۔

۱۰۔ زندگی کے رستے پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے چل یوں سمجھ کر شراب کی بوتلیں تیرے کندھے پر رکھی ہوئی ہیں۔ ذرا قدم پھسلا تو یہ بوتلیں چکنا چور ہو جائیں گی۔

۱۱۔ افسوس اے اقبال اب وہ بلبل یعنی ارشد گورگانی دہلوی بھی خاموش ہوگیا جس کے دم سے دہلی اور لاہور بغل گیر تھے۔

۱۲۔ اے سر پھری بلبل ابھی تیری فریاد میں پختگی پیدا ہوئی اس لیے ابھی کچھ مدت تک اسے اپنے سینے ہی میں رہنے دے۔

۱۳۔ اگر اچھے برے میں تمیز کرنے لگ جائے تو عقل پختہ ہو جاتی ہے۔ لیکن عشق اگر ایسا کرنے لگے تو وہ خام ہوتا ہے۔

۱۴۔ عشق بے دھڑک نمرود کی جلائی ہوئی آگ میں کود پڑا لیکن عقل ابھی چھت پہ کھڑی تماشہ ہی دیکھ رہی ہے۔

۱۵۔ عشق محبوب کے بھیجے ہوئے قاصد کی ہدایت پر تیزی سے عمل کر رہا ہے لیکن عقل اس پیغام کا مطلب ہی نہیں سمجھ رہی۔

۱۶۔ دنیا میں انقلاب پیدا کرنا اور آزادی عشق کا طریقہ ہے لیکن تو بھی دنیا کے بتخانے میں زنار پہن کر پجاری بنا بیٹھا ہے۔

۱۷۔ شراب پینے سے پرہیز کا بہانہ پیش کرتا ہوں تو ساقی ناراض ہو کر کہتا ہے کہ تیرے دل میں ابھی شراب پینے کے انجام کی تکلیف کا خدشہ باقی ہے۔

۱۸۔ کامیاب زندگی کی کسوٹی لگاتار کوشش ہے لیکن تو ابھی تک اسے دولت کی گنتی کی ترازو سے تول رہا ہے۔

۱۹۔ اے بہار کے بادل شبنم کے چند قطروں کی چھوٹی سی بخشش کے لیے میرے پیاسے لالے کا جام ابھی خالی ہے۔

۲۰۔ وہ عجم کی شراب پینے والے ہیں اور میری شراب عربی ہے اس لیے ایسی شراب پینے